قال اللہ تعالیٰ ما کان ابراہیم یہودیاً ولا نصرانیاً الآیۃ وقال تعالیٰ وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ الآیۃ

چوں مجموعۂ آیتین دال ست قیاساً علی ابراہیم علیہ السلام لبسیط بر مطلوبیۃ ابراء مقبولین از افراط و تفریط۔ و ابداء عذر ایشان در صدور بعضے امور موہمۂ تخلیط۔ یا موجبۂ تشنیط۔ صوناً للناس عن التغلیط۔ و رسالۂ

السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ

از تالیف منیف جامع کمالات صوری و معنوی [illegible] محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

حاوی بود ہمچنیں ابراء و ابداء را در باب بعضے اولیاء خصوص حضرات چشتیہ علیہم رحمۃ اللہ المحیط۔ و ہادی بود کسانے را کہ اعتقاد میدارند در ایشان بدعات را کہ متجاوزند از توسیط۔ یا معاصی را کہ از لوازم اوست تخبیط۔ بنا ئہ علیہ محمد عثمان لفضل ربہ المنان

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی شائع گردید

التکشف عن مہمات التصوف

حضرت مولانا مدظلہم کی مفید عوام وخواص افراط وتفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پر فتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کسی نے تو قولی وعملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرتِ اوراد وظائف کو تصوف کہدیا۔ اسی طرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہو گئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت کے سمجھکر اس کے نام سے کوسوں دور بھاگنے لگے ان کو یہ ضرر ہوا کہ اس کے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہو گئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیے اُس نظر سے نہیں دیکھتے اور اس کے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر براں حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی ہے جس سے تصوف کی حقیقت اور اس کے ضروری مسائل کی تحقیق جس میں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہو گئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادہر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں ان کو تو خصوصًا اور عامہ مؤمنین کو عمومًا اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقًا سبقًا پڑھنا بہت ضروری [illegible] تعالیٰ تمام اشکال حل ہونیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد دیکھنے میں آئیں گے جو نہایت [illegible]

(حصہ ۲) [illegible]

[illegible] عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں :- دھلی

فہرست مضامین رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ مع رسالہ ملحقہ

چونکہ یہ مباحث رسالہ میں مختلف جگہ آئے ہیں اس لئے سہولت کی غرض سے انکے صفحات ایک جگہ لکھدیئے گئے اور چونکہ ان کے مختلف عنوانوں میں فوائد جدا جدا

السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ - عرض ہے کہ ایک مدت سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بسا ہوا ہے اور جوں جوں جہل کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے اس خیال میں قوت ہوتی جاتی ہے کہ حضرات صوفیہ میں عموماً اور چشتیہ میں خصوصاً شریعت کا اتباع نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے اور اس خیال سے دو مفسدے پیدا ہوتے ہیں ایک ان حضرات کے معتقدین میں دوسرا غیر معتقدین میں۔ معتقدین میں تو یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ اون کے اعتقاد میں خود شریعت ہی کا اتباع اس خیال سے ضروری نہیں رہا کہ اگر ضروری ہوتا تو یہ حضرات بھی متبع شریعت ہوتے اور غیر معتقدین میں یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ اونکے اعتقاد میں شریعت تو واجب الاتباع ہے مگر چونکہ یہ حضرات اون کے زعم میں متبع شریعت نہیں اس لئے وہ ان حضرات کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔ اول مفسدہ تو سرحد کفر سے ملا ہوا ہے کہ اس میں جحود ہے شریعت مقدسہ کا جس کا وجوب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دوسرا مفسدہ گو کفر نہیں مگر درجہ بدعت شنیعہ و معصیت قطیعہ تک یقیناً پہونچا ہوا ہے - کہ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل مقبولان آلہی سے بدگمانی اور اون کی شان میں بدزبانی ہے جو کہ نصوص کے خلاف ہے اور نصوص کے خلاف عمل اگر شبہ سے ہے تو بدعت ورنہ معصیت وفسق بلاشبہ ہے۔ وہ نصوص یہ ہیں -

قال تعالےٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ وقال تعالیٰ ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ وقال تعالےٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ وقال تعالیٰ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ وقال تعالیٰ ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا وقال تعالیٰ فی الحدیث القدسی من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وغیر ذلک من الآیات والاحادیث اور چونکہ یہ دونوں مفسدے ضرر میں شدید ہیں اس لئے اون کی اصلاح کی سخت ضرورت تھی اور کسی مفسدہ کی اصلاح کا متعین طریق ازالہ ہوتا ہے اوس مفسدہ کے سبب کا اور سبب اس کا جیسا اوپر مذکور ہوا وہی خیال ہے ان حضرات کے متبع شریعت نہ ہونے کا تو اس خیال کے ازالہ کی ضرورت ثابت ہوگئی۔ پھر خود اس خیال باطل کا بھی ایک منشا رہے وہ یہ ہے کہ ان حضرات کو دوسرے طبقات مسلمین سے دو امر میں ایک خاص درجہ کا امتیاز حاصل ہے

ترجمہ عبارت فارسی عربی رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ مع رسالہ ملحقہ تمییز العشق من الفسق در حصہ زیرین تا آخر کتاب

از مولوی سراج احمد خانصاحب امروہوی مدرس امداد العلوم تھانہ بھون

لہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جس بات کی تجکو تحقیق نہو اوسپر عمل درآمد مت کیا کر ۲ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے خیالات امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے ۳ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بلکہ تکذیب کی اُن چیزوں کی جن کے علم کا اُنہوں نے احاطہ نہیں کیا ۴ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اجتناب کرو بہت سے گمانوں سے اسلئے کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے اور دوسروں کے عیبوں کا تجسس مت کرو اور نہ غیبت کرے کوئی تم میں سے دوسرے کی ۵ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے تحقیق جس کسی نے اذیت پہونچائی مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر اس کے کہ اُنہوں نے کچھ کیا ہو بس اس نے (اپنے سرپر) اوٹھایا بہت بڑے بہتان اور کھلم کھلا گناہ کو ۶ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے حدیث قدسی میں جو شخص عداوت کرتا ہے میرے ولی سے تو ضرور اعلان لڑائی کا دیتا ہوں اوسکو ۱۲ مترجم۔

ایک انکشاف اسرار خاصہ جو مسبب ہے نور قلب و مشاہدات سے دوسرا غلبۂ محبت جو مسبب ہے کثرت ذکر و مراقبات سے یہ دونوں امر سبب ہو جاتے ہیں کبھی بعض ایسے اقوال کے صدور کے جن کی کنہ تک اہل ظاہر نہیں پہونچتے۔ اور کبھی بعض ایسے افعال کے صدور کے جن کے عذر تک اہل ظاہر نہیں پہونچتے تو اب اصلی طریق اصلاح کا یہ قرار پایا کہ اون اقوال و افعال کی کنہ اور عذر کو مفصل طور پر پیش کیا جاوے۔ مگر یہ تفصیل خود اس قدر طویل ہوگی کہ بڑے بڑے دفتر بھی اس کی گنجائش نہیں رکھتے تو اس طریق سے عام انتفاع بھی متعذر ہوا اس تعذر پر نظر کر کے اکثر اوقات مصلحین نے اصلاح کے لئے اس کے ایک بدل کو کافی سمجھا ہے وہ یہ کہ خود اون حضرات کے اقوال و افعال سے کلّی طور پر اتباع شریعت کا اہتمام و التزام ثابت کر دیا جاوے اور چونکہ اصل عقلاء مسلمین کے اقوال و افعال میں عدم تعارض و حمل علی الصلاح ہے جب تک اس سے عدول کی کوئی وجہ یقینی نہ ہو جیسا فقہاء نے بھی جابجا اس کی تصریح فرمائی ہے اور ان حضرات کی مجموعی حالت سے وجہ عدول کا تیقن منفی ہے بلکہ اوس کا انتفاء متیقن ہے پس یہ اجمالی دلیل اس پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہوگی کہ اون اقوال و افعال موہمہ کا ضرور کوئی صحیح محمل ہے اس اجمالی دلیل کے بعد اون موہمات کی توجیہ یا عذر کی تفصیل کی حاجت باقی نہیں رہتی لیکن محتمل کو واقع کی صورت میں دکھلانے کے لئے مناسب سمجھا ہے کہ بعض توجیہات یا اعذار کو بھی نمونہ کے طور پر کہیں کہیں ذکر کر دیا جائے چنانچہ ان اصلاحات کے ذخیرے وقتاً فوقتاً جمع ہو کر نافع ہوتے رہے ہیں جس کا ایک جزو رسالہ التنبیہ الطربی احقر نے بھی ابھی شائع کیا ہے اور یہ ذخائر اس مقصود کے لئے بالکل کافی وافی تھے اور اون کے ہوتے ہوئے کسی جدید ذخیرہ کی احتیاج نہ تھی مگر اقتضائے وقت سے ایک خاص اضافہ کی ضرورت ذہن میں آئی وہ یہ کہ یہ تہمت عدم اتباع شریعت کی حضرات چشتیہ کے سر خصوصیت کے ساتھ تھوپی گئی ہے چنانچہ خطبہ ہذا کے شروع میں اس

خصوصیت کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے جس کی وجہ مرکب ہے دو جزو سے ایک ان حضرات پر شورش و سوزش کے رنگ کا غلبہ جس سے بعض اوقات اون کا اعتدال مائل بہ اختلال ہو جاتا ہے دوسرے ان حضرات کی مسکنت کہ ملامت گر کو جواب نہیں دیتے یا کبھی ناتمام جواب دیتے ہیں پھر اوس کے درپے نہیں ہوتے جس سے جاہل کو شبہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس واقع میں بھی جواب نہیں اور غایت فنار و محویت سے جواب کافی کا یہ داعی اون کے ذہن میں نہیں آتا کہ ہمارے اس طرز سے دوسروں کو ضرر ہو گا بس اون کے مذاق کا حاصل یہ ہوتا ہے ؎

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار ؎ کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

ورنہ اگر انصاف کی ساتھہ تامل کیا جاوے تو حضرات چشتیہ اتباع سنت میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں چنانچہ ایک بین دلیل اس کی یہ ہے کہ اون کے طریق میں کوئی ایسا امر شرط مقصود نہیں جو سنت میں صریحًا وارد نہ ہو اس دلیل کی تنویر کا ایک نمونہ یہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالے کے متبع سنت ہونے پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے اور صحیح اتفاق ہے مگر خود اون کے طریق میں بعض ایسی چیزیں جو نصوص میں وارد نہیں شرط طریق ہیں اور شرط بھی اعظم و اہم چنانچہ تصور شیخ باوجود اسکے کہ صریحًا کسی نص میں وارد نہیں اور پھر خطرناک بھی ہے اور بعض کو اوس میں غلو بھی ہو گیا ہے اور اسی خطر و غلو کے سبب مولانا شہید رح اوس کو منع فرماتے ہیں مگر باوجود اس کے اکابر نقشبندیہ اوس کو شرط مقصود فرماتے ہیں چنانچہ انوار العارفین ذکر تصور شیخ میں کنز الہدایۃ سے بحوالہ مکتوبات حضرت مجدد صاحب کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

لہ عشاق کو مصلحتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی یہ مصلحت اندیشی اور تدبیر اون لوگوں کا کام کیا ہے جن کے متعلق حکومت کا کام ہو ۱۲ مترجم

ذکر[1] تنہا بے رابطہ و بے فنافی الشیخ موصل نیست ذکر ہر چند از اسباب وصول ست لیکن غالبًا مشروط برابطۂ محبت و فنا در شیخ ست آرے این رابطہ تنہا بارعایت آداب صحبت و توجہ و التفات شیخ بے التزام ذکر موصل ست اھ اور گو چشتیہ میں بھی مثل دیگر طرق کے ایسے اشغال ہیں جو صریح سنت میں وارد نہیں مگر کوئی شغل شرط طریق نہیں بلکہ مطلق شغل بھی شرط نہیں بعض کے لئے صرف ذکر ہی کافی ہوجاتا ہے پس چشتیہ کی شان بالکل حنفیہ کے مشابہ ہے باوجود سب مذاہب سے زیادہ شدید الاتباع للسنۃ ہونے کے جیسا اون کے اصول سے ظاہر ہے اپنے وقت ماخذ کے سبب مخالفت حدیث میں بدنام ہیں اسی طرح چشتیہ کے اصول سے اون کا شدید الاتباع للسنۃ ہونا ظاہر ہے جیسے اوپر اون کی ایک اصل بھی گذر چکی ہے کہ اون کے طریق میں کوئی امر غیر وارد فی السنۃ شرط مقصود نہیں ہے اور اصول ہی اصل معیار ہیں ان احکام میں باقی اگر نقشبندیہ پر کسیکو شبہ ہو کہ یہ شغل رابطہ کو شرط طریق کیسے کہتے ہیں حالانکہ خود یہ شغل سلف میں نہ تہا اوس کا جواب یہ ہے کہ مقصود سے مراد کچہہ خاص کیفیات ہیں جو خود مقصود اصلی کے لئے شرط نہیں صرف معین ہیں پس یہ وقتی ضرورت مدت دراز سے داعی ہوتی تہی کہ ایک مختصر ذخیرہ چند مشاہیر حضرات چشتیہ کے ایسے اقوال و افعال

---

[1] بغیر رابطہ کے اور بغیر فنافی الشیخ کے تنہا ذکر سے وصول نہیں ہوتا۔ ذکر اگرچہ وصول کے اسباب میں سے ہے لیکن غالبًا وہ مشروط ہے رابطہ محبت اور شیخ میں فنا ہونے کے ساتہہ البتہ تنہا یہ رابطہ مع رعایت کرنے آداب صحبت اور شیخ کی توجہ و التفات کے بدون ذکر کی پابندی کے موصل ہو جاتا ہی ۱۲ مترجم ۞ ۞

واحوال کا جمع کیا جاوے جواون سے اس تہمت کا رافع ہو پھر نہ کوئی اون سے بدگمان ہو اور نہ عدم لزوم اتباع شرع میں کوئی اون سے متمسک کرسکے۔ مگر عروض عوائق مختلفہ سے اس میں معمول سے بہت زیادہ تاخیر ہوتی رہی آخر اب بعض ضروری کاموں کو مؤخر کرکے بنام خدا تعالیٰ اس ذخیرہ کو شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخیر اہتمام کو پہونچاوے آمین۔ اور اسکو تین باب پر منقسم کرتا ہوں۔ باب اوّل میں ان حضرات کے بعض وہ اقوال ہیں جن میں اتباع شرع کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ باب ثانی میں بعض وہ افعال ہیں جن سے خود اون کا شدید الاتباع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ باب ثالث میں بعض ایسے اقوال یا افعال کی توجیہ اور اون سے رفع اشکال ہے جو موہم ہیں عدم اتباع شریعت کے اور نام اس کا بمناسبت موضوع السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ رکھتا ہوں جس میں سنت کی صفت تو واقعی ہے یعنی خالص اور چشتیہ کی صفت اگر چشتیہ کو مطلق منتسبین کے لئے عام لیا جاوے تو احترازی ہے اور احتراز ہے اون سے جن میں بجائے علو دین کے غلو ہو (یعنی تجاوز عن الحدود) کیونکہ اہل غلو کے ہم ذمہ دار نہیں اور اگر اہل انتساب صحیح کے ساتھ خاص لیا جاوے تو واقعی ہے کیونکہ طریق صحیح سے جو جدا ہیں وہ چشتیہ ہی نہیں اب نام کی وجہ مناسبت ظاہر ہے کیونکہ اس رسالہ میں حقیقی چشتیہ میں سنت خالصہ کا پایا جانا دکھلایا گیا ہے۔ اللھم اجعلنا ھادین مھتدین غیر ضالین ولا مضلین سلما لاولیائك حربا لاعدائك نحب بحبك من احبك و نعادی بعداوتك من خالفك من خلقك۔

کتبہ

اشرف علی ار ربیع شہر اللہ المحرم ۱۳۵۱ھ

(نوٹ) جن کتابوں سے ان مضامین کا اقتباس کیا گیا ہے وہ سلسلہ چشتیہ میں مقبول و مسلم ہیں اون میں سے بعض تو اصل میسر ہوئیں اور بعض کا ترجمہ جو بظاہر معتبر معلوم ہوتا ہے۔

باب اوّل جسمیں اُن حضرات کے ایسے اقوال ہیں جنمیں اتباع شرع کی تاکید فرمائی گئی ہے

از مختصر حالات حضرات خواجگان چشت ملحقہ پنج گنج

ذکر حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رح (قول ۱) نقل ہے کہ جب آپ مکتب میں بیٹھے تو تھوڑے ہی دنوں میں تحصیل علوم سے فراغ پائی اور قرآن حفظ کیا پھر ملتان میں مولانا منہاج الدین کی مسجد میں پڑھنے کے لئے بیٹھے اور کتاب نافع شروع کی۔ جبکہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رح ملتان تشریف لے گئے تو اوس مسجد میں بھی آپ کا گذر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ صاحبزادے کیا پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا نافع آپ نے فرمایا نافع خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ شیخ کے دل میں آپ کا یہ فرمانا ایسا موثر ہوا کہ یہ مرید ہوگئے اور چلتے وقت آپ کے ساتھہ دہلی جانے لگے۔ حضرت خواجہ نے یہ بات منظور نہ فرمائی اور کہا کہ بالفعل یہیں رہو اور تحصیل علوم ظاہری میں خوب کوشش کرو پھر اس کے بعد میرے پاس آؤ کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہے اس کے بعد شیخ ملتان سے قندھار وہاں سے بعد تحصیل علوم بغداد پہونچے ف دیکھئے تحصیل علوم ظاہرہ کی کسقدر تاکید فرمائی

از انیس الارواح یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

تیسری مجلس (قول ۲) خواجہ عثمان ہارونی رح سے ایک ملفوظ حضرت خواجہ

۱؎ یہ کتاب نافع ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ مترجم

سودو وچشتی رح کا نقل کیا ہے کہ خوارزم اور چند شہر کہ گرد اوس کے ہیں راگ اور باجوں کی شامت سے اور بعض گناہوں کی وجہ سے خراب اور ویران ہون گے اور سب آپس میں لڑ مریں گے اور ہلاک ہو جاویں گے۔ **ف** دیکھئے اس میں گانے بجانے کی کسقدر مذمت کی گئی ہے اس کے عموم میں سماع متعارف بھی داخل ہے باقی خود ان حضرات سے جو سماع منقول ہے اوس کی تحقیق باب سوم اشکال ع۱ کے ذیل میں ہے

چھٹی مجلس اقول ع۳ خواجہ عثمان ہارونی رح کا ارشاد ہے کہ یہ حکم تو شریعت کا ہے کہ شراب ہی کو حرام فرمایا اور طریقت میں تو جو پانی پینا کہ طاعت اور عبادت میں کاہلی اور سستی پیدا کرے وہ بھی مثل شراب کے حرام مطلق ہے اور فرمایا کہ وہاں اس کی بھی باز پرس ہوگی۔ **ف** دیکھئے جو شخص شریعت کے مباحات کو بھی اثر مذموم کی وجہ سے لغیرہ غیر مباح سمجھتا ہو وہ عمل بالشریعت کو کس درجہ لازم سمجھے گا بلکہ ان تدقیقات کی بنا پر اگر اون حضرات پر تشدد فی الاعمال کا شبہ کیا جاوے تو ظاہراً کچھ گنجائش ہو اور تساہل فی الاعمال کا شبہ تو گنجائش ہی نہیں

نویں مجلس۔ اقول ع۴ پھر حضرت نے فرمایا کہ کسب کرنے والا دوست خدا کا ہے مگر وہ کسب کرنے والا جو نماز کے وقت سستی نہ کرے اور فوراً نماز میں حاضر ہو اور حد شریعت سے ایک ذرہ قدم باہر نہ رکھے **ف** اس میں حد شریعت سے باہر نہ ہونے کی کس قدر تاکید ہے۔

دسویں مجلس اقول ع۵ پھر اس جگہ فرمایا کہ ایک وقت حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادہم رح راستہ میں چلے جاتے تھے کہ آواز نوحہ ایک طرف سے آئی فوراً رانگ گرم کرکے اپنے کانوں میں ڈال لیا اور بہرے ہوگئے **ف** یہ حکایت موافقت کے طور پر نقل فرمانا بین دلیل ہے کہ خواجہ صاحب خلاف شرع امور کو کیسا برا سمجھتے تھے۔ اور رانگ ڈالکر بہرا ہو جانا سد باب مفسدہ ہے جس کا تحمل کر سکتے تھے جیسا کثرت صوم مجرد شخص کے لئے وارد ہے۔

اونیسویں مجلس۔ (قول ۶) یہ خوب جان لو کہ کوئی عمل اس سے بڑھکر نہیں ہے سو جو کوئی نماز نہیں پڑہتا وہ آخر کو پشیمانی اُٹھا دے گا
ف دیکھئے اس میں نماز کی کیسی تاکید فرمائی ہے۔ اسیطرح بلیسویں مجلس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ میری امت کے اعمال میں سے فاضل تر نماز ہے۔

اونیسویں مجلس (قول ۷) پھر فرمایا کہ پانچ گروہ پر قیامت کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خشمگیں ہوں گے اول وہ جو اذان کا جواب نہیں دیتا اور اذان سُنکر چپ نہیں رہتا ہے اور جمعہ کی نماز کو فوت کرتا ہے۔ ف دیکھئے نماز جمعہ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔

اونیسویں مجلس (قول ۸) فرمایا کوئی شخص خدا تعالےٰ کا مقرب نہیں ہوسکتا مگر وہ کہ علم پڑہائے اور قرآن شریف کی تلاوت کا عادی ہو۔
ف دیکھئے تلاوت اور درس علم کی کس قدر ترغیب ہے بخلاف اسوقت کے جہلا کے کہ علم دین کو رہزن طریق کہتے ہیں۔

بائیسویں مجلس (قول ۹) اس جگہ فرمایا جو شخص علم رکھتا ہے حق تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ اوس کا نام آسمان پر ولی مشہور ہو ف دیکھئے علمار کی کیسی بڑی فضیلت بیان فرمائی جو لوگ علم دین اور علمار سے اعراض کرتے ہیں وہ اُن بزرگوں کے بالکل مخالف ہیں اور اسی مجلس میں کفر کی ایک قسم جماعت سے نماز نہ پڑہنے کو فرمایا اور اسی مجلس میں آخرت کا خوف نہ ہونے کی مذمت فرمائی ہے۔ اور اسی مجلس میں علم دین کے فضائل میں ارشاد ہے کہ جو کوئی ایک کلمہ بھی حق کا سُنے تو وہ ایک سال کی عبادت شبانہ روزی سے بڑھکر ہے اور جو شخص عالم حقانی کے درس میں بیٹھے تو گویا اوس نے ایک بردہ آزاد کیا اور علم اندہے کے لئے روشنی اور نور بصر ہے اور علم جنت کی راہ بتانے والا ہے اور علم کو خدا تعالےٰ کبھی اور کہیں ضائع

نہیں کرتا ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔
چھبیسویں مجلس (قول ۱۰) ازار کے دراز کرنے کی سخت مذمت اور وعیدیں فرمائیں ف دیکھئے خلاف شرع لباس سے کیسی نفرت ظاہر فرمائی۔

از دلیل العارفین

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جمع فرمودہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

مجلس اوّل (قول ۱۱) آپ نے (یعنی حضرت خواجہ معین الدینؒ نے) فرمایا کہ آدمی منزل گاہ عزت سے قریب نہیں ہو سکتا مگر نماز میں (پھر دور تک نماز کے فضائل کا بیان چلا گیا) ف اس وقت بعض جہلا تصوف کا دم بھرنے والے نماز کو بیکار سمجھتے ہیں وہ آنکھیں کھولیں۔
مجلس اوّل (قول ۱۲) فرمایا کہ خواجہ ابواللیث سمرقندیؒ کہ فقہ میں امام وقت تھے تنبیہ میں لکھتے ہیں کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے نیچے اترتے ہیں ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر باآواز بلند یہ ندا کرتا ہے یامعشر الجن و الانس[۱] سنو اور معلوم کرو کہ جو شخص خدائے عزوجل کا فرض نہیں ادا کرتا ہے خدا کی پناہ و حمایت سے باہر نکلجاتا ہے اور دوسرا فرشتہ حظیرۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چھت پر کھڑا ہو کر یہ ندا کرتا ہے کہ اے آدمیو سنو اور معلوم کرو کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں نہ ادا کرے اور اون سے تجاوز کرے وہ شفاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔
ف اس میں فرض کے ساتھہ سنتوں کی کس قدر تاکید اور اوس کے ترک پر وعید ہے۔

---

[۱] اے جن اور انسان کے گروہ ۱۲ مترجم

مجلس اوّل۔ اقول ۱۳؎ فرمایا کہ ایک وقت ہم اور خواجہ اجلّ بیٹھے تھے نماز مغرب کا وقت تھا خواجہؒ تازہ وضو کرتے تھے انگلیوں میں خلال کرنا اون سے سہواً فراموش ہوگیا ہاتف غیبی نے آواز دی اور اونکے کان مبارک میں کہا کہ اے اجلّ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا دعوے کرتے ہو اور اون کی امت سے کہلاتے ہو اون کی سنت کو تم نے ترک کیا اس کے بعد خواجہ اجلؒ نے قسم کھائی کہ جس دن سے میں نے ندا سُنی موت کے وقت تک کوئی سُنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے متروک نہ ہوگی پھر فرمایا کہ میں نے ایک وقت خواجہ اجلّ کو از حد متردد دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ جس روز سے اونگلیوں کا خلال مجھ سے فوت ہوا ہے مجھکو حیرت ہے کہ کل کے روز قیامت میں یہ مُنہ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر دکھاؤں گا۔

ف دیکھئے خلال کے ترک پر اور وہ بھی سہواً پھر سنت موکدہ بھی نہیں صرف مستحب اکس قدر قلق ہوا ہے کیا یہ حضرات احکام شریعت کے تارک ہوسکتے ہیں مجلس اول اقول ۱۴؎ فرمایا کہ خواجہ فضیل بن عیاضؒ وضو کے وقت دو بار ہاتھ دھونا بھول گئے اور نماز ادا کی اوسی رات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فضیل بن عیاض تعجب کی بات ہے کہ وضو میں تجھہ سے نقصان واقع ہو۔ خواجہ مارے ہیبت کے نیند سے جاگ پڑے اور از سر نو تازہ وضو کیا اور اس جرم کے کفارہ میں پانسو رکعت نماز ایک برس تک اپنے اوپر واجب کیں۔ ف اول تو یہ تکرار فرض و واجب نہ تھا دوسرے سہواً یہ کوتاہی ہوگئی اس لئے خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درجہ ناخوشی میں نہ تھا مگر پھر بھی اون پر کسقدر اثر ہوا ہے اس سے زیادہ شریعت کا کیا اہتمام ہوگا۔

مجلس دوم (قول ۱۵) فرمایا کہ اول راہ سلوک کی یہ ہے کہ جو آدمی شریعت پر ثابت قدم ہوا اور جو کچھ احکام شرع کے ہیں اون کو بجالایا اور سرمو اون سے تجاوز نہ کیا تو اوس کا مرتبہ آگے کو بڑہتا ہے اور دوسرے مرتبہ میں پہونچ جاتا ہے **ف** دیکھیے اس میں کیسی تصریح ہے کہ تمام ترقیاں اسپر موقوف ہیں کہ شریعت پر ثابت قدم رہے۔

مجلس دوم (قول ۱۶) فرمایا کہ یہ فوائد حقّ نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہیں اور جو نماز کا حق نہیں بجالاتا ہے اور ارکان نماز کے نگاہ نہیں رکھتا ہے تو اگر فرشتے چاہتے ہیں اوس کی نماز کو اوپر لے جاویں تو اوس کے لئے دروازے آسمان کے نہیں کہلتے اور حکم آتا ہے کہ اوس کی نماز کو یہاں سے لے جاؤ۔ اور اوس نماز پڑہنے والے کے مُنہ پر مارو تو نماز اپنی زبان حال سے کہتی ہے کہ تو نے سب کچھہ ضائع کیا نیز فرمایا کہ میں ایک وقت بخارا میں تھا دستاربندوں میں یہ حدیث میں نے سنی کہ ایک وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑہتے دیکھا کہ وہ حق نماز پورا نہیں ادا کرتا تہا اور رکوع وسجود اچھی طرح بجا نہیں لاتا تھا آپ کہڑے دیکھا کیئے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آنحضرتؐ نے اوس سے پوچھا کہ آج تک کتنے برس سے تو اسیطرح نماز پڑہتا ہے کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چالیسؔ برس ہوئے کہ میں اسی طرح نماز پڑہتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ان چالیس برس میں تو نے کچھہ نہیں کیا اگر تو مر گیا تو میری سنت پر نہیں مرے گا اور فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رح کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ کل کے روز قیامت میں جتنے انبیار اولیا اور مسلمان ہیں جو کوئی عہدہ (یعنی ذمہ داری) نماز سے چھوٹ گیا وہ چھوٹ گیا اور جو نماز کی ذمہ داری سے نہ چھوٹا تو وہ شعلۂ دوزخ میں گرفتار ہو گا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ میں ایک وقت ایک شہر میں تھا جس کا نام مجھکو یاد نہیں رہا مگر یہ جانتا ہوں کہ شام کے قریب ہے

اوس شہر سے باہر ایک غار تہا اور ایک بزرگ اوس غار میں رہتے تھے لوگ
اون کو شیخ اوحد محمد الواحد عزیزی کہتے تھے ایسے نحیف تھے کہ بدن کی
ہڈیاں دکھائی دیتی تہیں جائے نماز پر بیٹھے تھے اور دو شیر اون کے آگے
کھڑے تھے یہ دعاگو شیروں کے خوف سے اون کے نزدیک نہ جا سکا ناگاہ
اون بزرگوار کی نظر مجھپر پڑی آواز دی کہ چلے آؤ ڈرو نہیں جب میں پاس
پہونچا آداب عرض کر کے بیٹھ گیا اون بزرگ نے بیٹھتے ہی مجھہ سے یہ بات کہی کہ
اگر تم کسی کے آزار کا قصد نہ کرو تو کوئی تمہارے بھی آزار کا قصد نہ کرے یعنی شیر
کیا چیز ہے جس سے ڈرتے ہو اس کے بعد فرمایا کہ جس کے دل میں خدا کا
خوف ہوتا ہے اوس سے ہر چیز خوف کرتی ہے شیر کیا ہستی رکہتا ہے جو آدمی
سے نہ ڈرے الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں پہر اوس کے بعد فرمایا آپکا
کہاں سے آنا ہوا میں نے کہا بغداد سے فرمایا کہ خوش آمدی درویشوں کی خدمت
کیا کرو پھر تم کو بزرگی حاصل ہوگی۔ میرا حال سنئے مجھکو اس غار میں رہتے
ہوئے چند برس گذرے تمام خلائق سے علیحدہ ہو کر اس گوشہ میں آپڑا
ہوں اور تیس برس سے ایک چیز کے خوف سے ہمیشہ رویا کرتا ہوں۔ دن
اور رات رونے سے کام ہے میں نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ نماز ہے
جب میں نماز پڑہتا ہوں تو خوب خیال رکہتا ہوں اور روتا ہوں کہ جو
نماز کی شرطیں ہیں اگر اون میں سے ایک بھی فوت ہو جائے تو سب محنت اکارت
جائے اور دم بہر میں تمام طاعت منہ پر ماری جاوے۔ اے درویش اگر تو نے
اپنے آپ کو حقوق نماز سے بری الذمہ کر لیا تو بڑا کام کیا ورنہ ساری عمر غفلت
میں کہوئی اور سب کچھہ ضائع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ خدا کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بڑہکر نہیں اور بڑا دشمن قیامت میں تارک
نماز ہے اس کے بعد دوزخ کے بارہ میں یہ فرمایا کہ اوس شخص کے لئے
دوزخ ہے جو نماز کی شرطیں پوری پوری ادا نہیں کرتا اور اوس کا حق بجا نہیں

لاتا اور وقت پر نہیں پڑھتا جب وقت گذر جاتا ہے تب پڑھتا ہے اور مجھہ میں جو تم صرف ہڈی اور چمڑا دیکھتے ہو اس کا یہی سبب ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میں نماز کا حق بجالاتا ہوں یا نہیں جب وہ بزرگوار یہ سب کچھہ بیان فرما چکے تو ایک سیب جو اون کے پاس رکھا تھا اُٹھا کر مجھکو دیا اور یہ بات کہی کہ نماز بہت بڑا عہدہ ہے اگر اس عہدہ سے سلامتی کے ساتھہ تو بری الذمہ ہوگیا تو کل ذمہ داریوں سے تونے رہائی و نجات پائی ورنہ کل کے دن قیامت میں تو ایسا شرمندہ ہوگا کہ کسیکو منہ نہ دکھا سکے گا اس کے بعد خواجہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش نماز دین کا ستون ہے اور نماز کے ارکان نماز کے ستون ہیں تو ستون جب تک سیدھا کھڑا رہے گا گھر بھی قایم اور سلامت رہے گا اور جب ستون گر پڑے گا تو گھر بھی ڈھے جائے گا چونکہ دین اسلام کا ستون نماز ہے تو جسکی نماز کے فرضوں اور سنتوں اور رکوع و سجود میں خلل پڑا اوس کے دین و اسلام میں فتور آیا۔ واسعہ شرح صلوۃ مسعودی میں امام زاہد رح نے لکھا ہے کہ خدائے عزوجل نے کسی عبادت کے بارہ میں اس شدت کے ساتھہ حکم نہیں فرمایا جیسا نماز کے بارہ میں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے قرآن مجید میں جابجا بندوں کو نصیحتیں فرمائی ہیں بعض جگہ مدح کے طور پر خطاب کیا ہے اور بعضی جگہ رغبت دلانے کے طریقہ پر اور بعضی جگہ تنبیہ کے پیرائے میں لیکن اون نصیحتوں میں سے سات سو جگہ پر یہی نصیحت ہے کہ نماز کو قایم رکھو کیونکہ یہ ستون دین کا ہے۔ نیز فرمایا کہ تفسیر معروف کرخی میں آیا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کا حساب پچاس جگہ پر کھڑے ہوکر ہوگا۔ اور پچاس جگہ میں پچاس چیزوں سے سوال کیا جاوے گا اگر بندہ ایمان سے کل شرطوں اور صفتونکی

ساتھ اور معرفت خدا سے عہدہ برائی کر سکا تو فبہا ورنہ اوسی جگہ سے دوزخ میں بھیجا جاوے گا پھر اس کے بعد دوسری جگہ اوس کو کھڑا کریں گے اور نماز اور جملہ فرائض سے سوال کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے سوال کیا جاوے گا اگر ادائے سنن میں بھی پورا اوتر گیا تو اور باتوں سے بھی رہائی پاگیا ورنہ موکلوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی امت سے ہے اور آپ کی سنتوں کے ادا کرنے میں اس نے قصور کیا ہے خواجہ نے جب یہ فوائد تمام کئے ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔ اور یہ فرمایا کہ وائے اوس شخص پر کہ کل روز قیامت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہوگا تو اوس کا ٹھکانا کہاں ہوگا جو اون کے روبرو شرمندگی اُٹھاوے گا اس کے بعد خواجہ نے یہ فوائد تمام کئے اور محفل برخاست ہوئی اور ہر شخص چلا گیا۔ الحمد للہ علےٰ ذلک۔

مجلس سوم بروز چہار شنبہ (تتمہ سابق) دولت پابوسی میسر ہوئی چھ درویش سمرقند سے آئے ہوئے خدمت بابرکت میں بیٹھے تھے بعد ازاں مولانا بہاؤالدین بخاری کہ ہمیشہ خواجہ کی صحبت میں رہا کرتے تھے اور آئے اور بیٹھے اون کے بعد خواجہ واحد کرمانی بھی حاضر ہوئے گفتگو اس بات میں تھی کہ فرض نماز میں یہانتک تاخیر کرنا کہ وقت گذر جائے اور پھر قضا ادا کرنا کیسا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کیسے مسلمان ہیں جو نماز کو وقت پر ادا نہیں کرتے اور اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ وقت گذر جائے بیس ہزار وائے اور افسوس اون کی مسلمانی پر کہ اپنے مولا کی بندگی کرنے میں قصور کرتے ہیں پھر فرمایا کہ میں ایک وقت ایک شہر میں تھا اوس شہر کے مسلمانوں کی یہ رسم و عادت تھی کہ نماز کے لئے وقت آنے سے پہلے مستعد ہو جاتے اور منتظروں کی طرح مستعد کھڑے رہتے ہیں میں نے اون سے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ وقت سے

پہلے سب لوگ نماز کے واسطے مستعد ہو جاتے ہیں اُنہوں نے کہا اس کا یہ سبب ہے کہ جب نماز کا وقت آ جائے تو فوراً ادا کر لیں سو اگر ہم مستعد نہ رہیں اور نماز کا وقت گذر جائے تو کل کے روز قیامت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے کیونکہ حدیث میں ہمکو خبر کر دی ہے اور ہم کو حکم دیا ہے کہ قال النبی صلے اللہ علیہ وعلے آلہ وسلم عجلوا بالتوبۃ قبل الموت وعجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت (ترجمہ) یعنی جلدی کرو توبہ کرنے میں پیشتر موت کے آنے سے اور دوڑو نماز کے لئے قبل وقت گذر جانیکے تاکہ نماز فوت نہ ہو جائے اوس کے بعد دوسری حکایت یہ فرمائی کہ میں نے امام یحییٰ احسن زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر کتاب واسعہ میں (جس کو میں مولانا حسام محمد بخاری کے آگے جو میرے اوستاد ہیں چھوڑ آیا ہوں) لکھا ہوا دیکھا ہے اور مولانا مذکور مرحوم سے بھی یہ حدیث مجھکو یاد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے من اکبر الکبائر الجمع بین الصلوٰتین (ترجمہ) یعنی سب گناہوں سے بڑھکر یہ گناہ ہے کہ فرض نماز وقت پر ادا کرنے میں تاخیر کیجائے تاکہ وقت گذر جائے تو دو نمازیں ملاکر پڑھ لیں اوس کے بعد فرمایا کہ میں ایک روز خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں حاضر تھا میں نے اون سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کو منافقین کی نماز سے مطلع کروں کہ کیسی ہوتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیے فرمایا کہ جو شخص عصر کی نمازیں تاخیر کرے یہانتک کہ آفتاب متغیر اور اوس کی روشنی ماند ہو جائے تو وہ شخص گناہگار ہے۔ اصحاب نے دست بستہ عرض کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوس کا وقت معین فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ نماز عصر کا وقت یہیں تک ہے کہ آفتاب خوب روشن رہے اور اوس کا رنگ زرد نہ ہو جائے یہ حکم گرمی جاڑے

دونوں موسم میں یکساں ہے اوس کے بعد فرمایا کہ علم فقہ کی کتاب ہدایہ
میں جو قلمی خواجہ عثمان ہارونی رح کی لکھی ہوئی تھی میں نے یہ حدیث
دیکھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَسْفِرُوْا بالفجر
فانہ اعظم للاجر۔ ترجمہ یعنی فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرو کہ اسمیں
بڑا ثواب ہے اور ظہر کی نماز میں سنت یہ ہے کہ گرمی کے دنوں میں اسقدر تاخیر کرے
کہ ہوا میں خنکی پیدا ہو جاوے اور جاڑے میں چاہئے کہ جس وقت سایہ ڈھلے اوسی وقت
ظہر کی نماز پڑھ لے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ ترجمہ۔ یعنی
گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت
جہنم کے سانس سے ہے اس کے بعد فرمایا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رح
سے فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی آپ نے بے حد و نہایت گریہ وزاری کی
ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ای بایزید اتنے کیوں روتے ہو تمہاری ایک نماز صبح کی
قضا ہوئی تمہارے نامۂ اعمال میں ہزار نمازوں کا ثواب لکھا گیا نیز فرمایا
کہ میں نے تفسیر محبوب قریشی میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں
ہمیشہ وقت پر پڑھتا رہتا ہے کل کے روز قیامت میں وہ نمازیں اوس کے آگے
آگے رہنما ہو کر چلیں گی نیز فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اوس کا ایمان نہیں
کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ایمان لمن لا صلوٰۃ لہٗ ترجمہ۔ یعنی
جو نمازی ہے وہ ہی باایمان ہے پھر یہ حکایت فرمائی کہ میں نے شیخ
الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رح کی زبانی سُنا ہے کہ تفسیر امام زاہد میں
آیہ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون (یعنی ویل ہے اون
نمازیوں کے لئے کہ اپنی نمازیں سُستی کرتے ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ویل
ایک کنواں دوزخ میں ہے ایک گروہ کہتے ہیں دوزخ میں ایک جنگل ہے
اوس میں نہایت سخت عذاب رکھا گیا ہے وہ عذاب اُنہیں لوگوں کے لئے

ہے جو نماز میں تاخیر کرتے ہیں اور وقت پر ادا نہیں کرتے اس کے بعد خود ویل کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ ویل ستر ہزار بار خدائے عز و جل سے فریاد کرتا ہے کہ اے پروردگار یہ عذاب سخت کس گروہ کو کیا جائے گا حکم ہوتا ہے کہ یہ عذاب اون لوگوں کے واسطے ہے کہ نماز وقت پر نہیں ادا کرتے قضار کرکے پڑھتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک وقت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھ کے جو آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آسمان میں ستارے نمودار ہیں گھر میں جاکر اس امر کے کفارہ میں کہ مجھ سے نماز مغرب میں تاخیر ہوگئی ایک بردہ (یعنی غلام) آزاد کیا کیونکہ حکم ہے کہ جب آفتاب غروب ہو فوراً نماز مغرب پڑھ لے ذرا تاخیر نہ کرے۔ **ف** دیکھئے نماز اور اوس کے حقوق کو کس اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔

مجلس پنجم دقول ۱۷ تیسرے علمار کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے (اور دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور اوسی کے ضمن میں اون لوگوں کی مذمت بھی ہے جو علمار و فضلار و مشائخ سے اعراض کرتے ہیں)۔ **ف** دیکھئے ان حضرات کے قلب میں علمار کی کتنی عظمت ہے بخلاف آج کل کے جاہل فقیروں کے کہ علمار سے عداوت رکھتے ہیں۔

از فوائد السالکین

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ

جمع فرمودہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مجلس اوّل دقول ۱۸ فرمایا کہ اے فرید تو نے دیکھا اگر منصور کامل ہوتا تو سِرّ دوست کو ظاہر نہ کرتا۔ اسرار دوست سے صرف ایک ذرہ

برابر ہی راز ظاہر کیا تھا کہ سر دے بیٹھا اور دنیا سے سفر کر گیا۔ ف دیکھئے ایسے اسرار کے جو ظاہراً شریعت پر منطبق نہوں ظاہر کرنے کو کس قدر ناپسند فرمایا۔

مجلس چہارم (قول ۱۹) درویشوں کی تکبیر کہنے کا ذکر ہو رہا تھا کہ جس جگہ اور جس گلی کوچہ میں جاتے ہیں تکبیر کہتے ہیں یہ کہاں سے ہے۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ فرمانے لگے کہ اس طرح تکبیر کہنا کہیں نہیں آیا کہ ہر جگہ تکبیر کہتے پھریں تکبیر محل شکر ہے جب آدمی کو کوئی نعمت دین و دنیا سے پہونچے تو زیادتی نعمت کے لیے اوس وقت اوس کو تکبیر کہنا روا ہے نہ یہ کہ ہر محل پر تکبیر کہتا پھرے۔ پھر فرمایا کہ تکبیر حمد کے معنوں میں ہے۔ ف دیکھئے اس میں تصریح ہے کہ ہر عمل کا ایک محل ہے غیر محل میں اوس کو ادا کرنا پسندیدہ نہیں اس سے بدعت پر کس قدر صاف نکیر ہے کیونکہ اعمال بدعت بھی اپنی ذات میں عمل صالح ہیں غیر محل میں ہونے سے بدعت بنجاتے ہیں۔

از راحۃ القلوب

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ جمع فرمودہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ

مجلس سوم۔ ۲۰ شعبان ۶۵۵ھ۔ (قول ۲۰) پھر شیخ الاسلام نے دعاگو کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ اس راہ میں اصل دل کی حضوری ہے اور دل کی حضوری اوس وقت میسر ہوگی جبکہ حرام لقمے سے بچے گا اور اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز کرے گا۔ ف دیکھئے کھانے پینے میں اور صحبت ہیں میں بھی پابندی شریعت کی کس قدر تاکید ہے

مجلس پنجم ۲۷ شعبان ۶۵۵ھ (قول ۲۱) فرمایا کہ اہل سلوک

فرماتے ہیں کہ جو مرید یا شیخ قانون مذہب اہل سنت والجماعت پر نہوگا اور اوس کی کیفیت و حالت و حکایت موافق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ نہوگی وہ اس معنے میں راہزن ہے۔ ف کس تصریح کی ساتھہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے اتباع کی تاکید ہے جس سے تمام بدعات کا قلع وقمع ہوتا ہے۔

مجلس پانزدہم - ۱۲ر ذیقعدہ ۶۵۵ھ اقول ۲۲ پھر آپ نے اسی کے متعلق یہ حکایت فرمائی کہ کوئی ذکر کلام اللہ سے بڑھکر نہیں مناسب ہے کہ اوس کی تلاوت کیا کریں کہ اوس کا نتیجہ کل طاعتوں سے بڑھکر ہے۔ ف یہ عین اتباع ہے شریعت کا ورنہ تارکان شریعت ذکر متعارف کو علماً وعملاً قرآن پر ترجیح دیتے ہیں۔

مجلس نوزدہم - ۲۷ر ذیقعدہ ۶۵۵ھ اقول ۲۳ دوسری شرط دعا رقبول ہونے کی ا یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ایسا زیور پہناوے کہ جس میں باجے کی سی بلند آواز نہ پائی جاوے جیسا کہ پازیب وجھانجن وغیرہ میں رونے ڈال لیتے ہیں اس سے منع کردے۔ ف جو بزرگ باجہ کے مشابہ آواز کو مذموم سمجھتے ہیں وہ باجہ کو کیسے جائز سمجھیں گے۔

مجلس بست وپنجم - ۱۰ر محرم ۶۵۶ھ اقول ۲۴ پھر آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھہ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر بٹھائے ہوئے لے جا رہے تھے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا سبحان اللہ دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہوئے جارہا ہے ف خواہ یہ روایت ثابت نہ ہو جس کا عذر باب سوم میں مذکور ہے مگر اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ حضرت شیخ فرید رحؒ کا عقیدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وہی تھا جو حضرات اہل سنت وجماعت کا ہے۔

از راحۃ المحبین

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ جمع فرمودہ حضرت امیر خسروؒ

مجلس اول۔ اقوال ۲۵ پھر آپ نے (یعنی حضرت شبلیؒ نے) اوس سے (یعنی شیطان سے) کئی سوال کئے منجملہ اون کے ایک یہ تھا کہ اولیاء خدا پر تجھے کب قابو ملتا ہے اوس نے کہا کہ سماع کے وقت جبکہ وہ غیر حق کے لئے سماع سنتے ہیں اور اون کے دل یاد الٰہی سے غافل اور بیہوش ہوجاتے ہیں تو اوس وقت مجھے خوب موقع ملتا ہے **ف** حضرت سلطان جیؒ کا حضرت شبلیؒ کے قصہ کو بلا نکیر نقل فرمانا اوس کو قبول فرمانا اور اپنی طرف منسوب کرنا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت سلطان جی سماع لغیر الحق کو کیسا سمجھتے ہیں تو سماع متعارف کو بزرگوں کا مشرب بتلانا کسقدر جلی تہمت ہے۔

از اسرار الاولیاء

یعنی ملفوظات حضرت شیخ فرید الدینؒ جمع کردہ بدر اسحٰقؒ

دوسری فصل۔ اقوال ۲۶ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش دوسرا طائفہ کہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہے وہ طائفہ مجانین ہیں کہ باطن اون کا حق تعالےٰ سے مشغول ہے اور ظاہر میں کوئی سروسامان نہیں رکھتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے درویش مجانین وہ طائفہ ہیں کہ حق تعالےٰ کے ساتھہ ایسے مشغول ہیں کہ کسی بات سے بھی خبر نہیں رکھتے اس لئے ظاہر

اون کا خراب ہوتا ہے۔ ف اس میں تصریح فرما دی کہ اون کا ظاہر
جو خراب یعنی خلاف شرع ہوتا ہے اوس کا سبب جنون ہے۔ معلوم ہوا کہ
غیر مجنون معذور نہیں ہے اس مقام پر ایک نکتہ قابل سمجھنے کے ہے وہ یہ
کہ جنون کی حقیقت اختلال عقل ہے اختلال حواس نہیں۔ پس بعض مجانین
ومجاذیب کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ کہاتے پیتے ہنستے بولتے ہیں اور احکام
شرعیہ کے پابند نہیں اور یہ سخت محل ہے اشتباہ کا دیکھنے والوں کو یہ خیال
ہوتا ہے کہ یہ کیسے مجنون ہیں کہ سب کام کرتے ہیں حقیقت اس کی یہ ہے کہ
ان افعال کے لئے سلامت عقل شرط نہیں سلامت حواس کافی ہے چنانچہ
بہائم جو کہ اوس عقل سے معرا ہیں جو مدار ہے تکلیف کا کہاتے پیتے ہیں اپنے
دوست دشمن کو پہچانتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں اس لئے محض سلامت
حواس پر نظر کر کے کسی کے متعلق فیصلہ کر لینا نہ چاہئے ممکن ہے کہ اوس میں عقل
نہ ہو باقی یہ بھی ضروری نہیں کہ محض اس احتمال پر نکیر واحتساب ترک کر دے
اس کا معیار یہ ہے کہ اوس زمانہ کے بزرگان اہل بصیرت کو دیکھنا چاہئے
کہ اوس کے ساتھہ کیا معاملہ کرتے ہیں پس وہی معاملہ اوس کے ساتھہ
کرنا چاہئے۔

چوتھی فصل۔ اقول ۲۷ پھر آپ نے فرمایا کہ اے درویش اسے
جو شنوائی دی ہے تو اسی لئے دی ہے کہ خدا کا ذکر سنے۔ جہاں کلام اللہ
پڑھا جاتا ہو وہاں کان لگائے کہ کیا فرمان آلہی ہے نہ اس لئے کہ ہر ایک
کی برائی اور مسخرا اور راگ باجہ اور نوحہ کی آواز سنے کیونکہ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ جو اس قسم کی آوازوں پر کان لگائے گا قیامت کو سیسہ پگھلا کر
اوس کے کانوں میں بہرا جائے گا ف دیکھئے راگ باجا سننے کو کس سختی سے
منع فرماتے ہیں اور کسی فرد کا استثنا نہیں فرماتے۔

اٹھارویں فصل اقول ۲۸ پھر آپ نے فرمایا کہ اے درویش حدیث شریف

میں آیا ہے کہ فقیہ عالم ہزار ایسے ایسے عابدوں سے بہتر ہے کہ جو شب کو قیام کریں اور دن کو روزہ رکھیں اور عالم کی ایک دن کی عبادت عابد بے علم کی چالیس دن کی عبادت کی برابر ہے ف دیکھئے علمار کی کیسی فضیلت بیان فرما رہے ہیں اور عابدوں پر ترجیح دے رہے ہیں کیا آج کل کے مدعی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

از فوائد الفواد

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیار رح جمع کردہ حضرت علار سنجری رح

مجلس ۲۵ جمادی الاولی ۷۰۷ھ اقول ۲۹ ع ا پھر کچھ ذکر فرقہ حیدریہ کا ہونے لگا آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ ترک بچہ تھا اور درویش صاحب حال تھا جب چنگیز خاں نے چڑھائی کی اور ہندوستان کا اوس نے رخ کیا تو اون دنوں یاروں کے پاس آیا اور کہنے لگا اے یارو کیا کر رہے ہو بھاگو وہ لوگ غالب آئیں گے انہوں نے پوچھا بات تو کہو کیونکر جانا کہ وہ لوگ غالب آئیں گے کہا ایک درویش کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور اوس کی پناہ میں آ رہے ہیں میں نے اوس سے کشتی لڑی اوس نے مجھکو دے مارا اس سے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ یقینی غالب آئینگے تم سب بھاگ جاؤ اس کے بعد وہ ایک غار میں گیا اور جاتے ہی گم ہو گیا پھر اوس کا پتہ نہ چلا مگر وہ بات اوسکے کہنے ہی کے مطابق ہوئی۔ اس کے بعد بندہ نے یہ عرض کی کہ یہ حیدریہ گروہ والے طوق و زنجیر وغیرہ لوہے کی چیزیں کیوں ہاتھ اور گردن میں ڈالتے ہیں یہ اوسی کی متابعت کرتے ہیں فرمایا ہاں یہ اوسی کی متابعت کرتے ہیں لیکن اوس کو ایک ایسا حال واقع ہوا تھا

کہ وہ لوہا گرم کرکے پکڑا کرتا تہا اور اپنے ہاتہہ سے طوق وغیرہ بنا لیا کرتا تھا کبھی ہاتہہ میں پہنتا تھا کبھی گلے میں ڈال لیتا تہا غرض کہ لوہا اوس کے ہاتہہ میں موم تھا یہ لوگ خالی لوہا ہاتہہ گلے میں ڈال لیتے ہیں ان کو وہ بات کہاں نصیب **ف** دیکھئے یہ حضرات جس طرح اہل حال کو معذور سمجھتے ہیں اسیطرح بدون حال کے محض رسم پر کتنا نکیر فرماتے ہیں دونوں امر میں شریعت کے کس قدر متبع ہیں۔

مجلس ۱۵ محرم سنہ ۷۱۰ھ اقول ۳۰ پہر آپ نے اولیاء کی موت کی حکایت بیان فرمائی کہ میرا ایک دوست بدایوں میں تھا اوس کا نام احمد تھا وہ شخص بہت ہی نیک اور ابدال صفت تھا اگرچہ وہ بے پڑہا تھا مگر ہر روز شرعی مسائل کی تحقیق اور اوس کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتا تھا اور ہر کسی سے پوچھا کرتا تھا۔ **ف** دیکھئے مسائل شرعیہ کی تحقیق اور احکام پر عمل کرنے کی کیسی مدح فرمائی اس سے شریعت کے احترام اور اوس کے اہتمام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مجلس ۷ ربیع الاول سنہ ۷۱۰ھ۔ قول ۳۱ پہر آپ نے یہ حکایت فرمائی کہ جب شیخ کی بیماری بڑہ گئی اور ماہ رمضان آیا تو آپ افطار کرتے تھے ایک دن خربوزہ لایا گیا اور تراشا گیا میں شیخ کے آگے رکہتا تھا شیخ تناول فرماتے تھے اس اثناء میں ایک پھانک خربزہ کی حضرت شیخ نے مجھے عطاء فرمائی میں نے جی میں کہا کہ اس روزہ کے کفارہ میں متصل دو مہینہ کے روزے رکھ لوں گا یہ پھانک کھا لیتا ہوں یہ دولت جو حضرت شیخ کے ہاتہہ سے مجھے پہونچی ہے کہاں نصیب ہو گی قریب تہا کہ میں اوسے کھاؤں کہ حضرت شیخ نے منع کر دیا اور فرمایا مجھے تو بیماری کے سبب شریعت سے رخصت ہے تمہیں اجازت نہیں ہے تم نہ کھاؤ۔

ف حضرت سلطان الاولیاء کا عزم افطار بقصد کفارہ تو حال تہا مگر حضرت

شیخ فرید نے شریعت کی بنا پر اس حال پر عمل کرنے سے ممانعت فرمادی اس سے اندازہ ان حضرات کے اتباع شرع کا معلوم ہوتا ہے اور شیخ فرید کا عذر غلبۂ حال ہے۔

مجلس ۲ صفر ۷۱۱ھ (قول ۳۲) اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک جماعت کی کیفیت بیان کی کہ اب فلاں موضع میں آپ کے یاروں میں سے مزامیر کی جماعت مرتب کر رکھی ہے حضرت خواجہ نے یہ بات پسند نہ فرمائی اور کہا کہ میں نے تو بالکل منع کر دیا ہے کہ مجلس میں مزامیر اور محرمات نہ ہوں اونہوں نے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا اس بارہ میں بہت غلو فرمایا اور سخت تاکید کی اور فرمایا کہ اگر امام نماز میں ہو اور مقتدی اوس کے پیچھے ہوں اور اوس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور اگر کوئی عورت اوس خطا پر واقف ہو تو ہاتھ پر ہاتھ مارے مگر ہتیلی پر ہتیلی نہ مارے کہ وہ لہو ہے چاہئے کہ کی پشت ہتیلی پر مارے غرضکہ لہو و لعب اور اس طرح کی اور سب چیزوں سے احتراز کرنے کا حکم ہے پس سماع میں بطریق اولیٰ۔ یعنی جبکہ دستک میں اتنی احتیاط ہے تو مزامیر کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی مقام سے گرے گا تو شرع میں رہے گا اور جو وہاں سے بھی گر گیا تو پھر وہ کہاں کا رہا پھر آپ نے فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سُنا ہے اور اون لوگوں نے جو اس کام کے اہل اور صاحب ذوق ہیں جسے کچھ درد ہے وہ تو کہنے والے کے ایک ہی بیت کے سننے میں رقت لے آتا ہے خواہ مزامیر ہوں یا نہوں ہاں جو شخص عالم ذوق سے بالکل خبر ہی نہ رکھے اگر اوس کے آگے کتنے ہی قوال اور کتنے ہی قسم کے مزامیر ہوں جب بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ وہ اہل درد ہی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کام درد سے تعلق رکھتا ہے نہ مزامیر وغیرہ سے **ف** دیکھئے اس میں مزامیر و محرمات پر کس درجہ ناراضی ظاہر فرمائی اور احکام شرعیہ کو کتنا مہتم بالشان فرمایا۔ **ف** جس طرح اس

ملفوظ میں حضرت سلطان جی رح سے مزامیر پر نکیر منقول ہی اسیطرح اقتباس الانوار میں بذیل تذکرہ حضرت شیخ داود گنگوہی رح بسلسلہ مناظرہ ملا عبد القوی حضرت شیخ موصوف کا قول نقل کیا ہی جس میں اباحت مزامیر کا مجروح ہونا اور ہمارے تمام مشایخ سے مزامیر سننے کی نفی اور دلالۃ النص سے اوس کا عدم جواز مصرح ہی اس کی یہ عبارت ہی و بر اباحت[۱] مزامیر صاحب امتناع بعضے روایات مرجوحہ نقل کردہ است برائے استماع آنہا نیز وجہے پیدا میشود اگرچہ پیران ما مزامیر نشنیدہ اند بلکہ تصفیق ہم روا نداشتہ اھ اور اس کی کافی تحقیق باب سوم اشکال ۱۰ کے ذیل میں اور کچھ اسی باب کے ۱۲۱ و ۱۲۲ میں آتی ہے۔

مجلس ۴ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ اقول ۱۳۳ پھر آپنے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایمان جبھی کامل ہوتا ہی جبکہ کل جہان اوس کے آگے پشک شتر معلوم ہو۔ ف ذرا اس قول کو آج کل کے دعوے وحدۃ الوجود سے موازنہ کیا جاوے۔

مجلس ۱۴ رجب ۱۳۲۳ھ اقول ۱۳۴ آپنے فرمایا کہ کفر ہی اور بدعت ہی اور معصیت ہے بدعت معصیت سے بڑھ کر ہے اور کفر بدعت سے بڑھکر اور بدعت کفر کے نزدیک ہی۔ ف دیکھیے اس میں بدعت کی کیسی صریح مذمت ہے کہ اوس کو کفر کے قریب فرمایا۔

مجلس ۲۷ صفر ۱۳۲۳ھ اقول ۱۳۵ دولت پابوسی حاصل ہوئی ایک دن پہلے بندہ عزیز نصیر الدین محمود وسلمہ اللہ تعالی سے جو مریدان با اعتقاد میں سے تھا مشورہ کرنے لگا کہ کل آخری چہار شنبہ ہے اور خلق اوسکو نحس بتاتی ہی آؤ کل خواجہ کی خدمت میں چلیں اون کی برکت سے ساری نحوست جاتی رہے گی القصہ جب چہار شنبہ ہوا تو میں اور وہ خواجہ کی خدمت میں آئے اور عرض حال کیا آپ نے تبسم کیا اور فرمایا ہاں لوگ تو اس دن کو نحس کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ دن بڑی ہی سعادت کا دن ہے اگر اس دن کوئی فرزند بھی پیدا ہو تو وہ بھی بزرگ پیدا ہو ف دیکھیے عقیدہ نحوست کی کیسی سختی سے

---

[۱] مزامیر کی اباحت پر صاحب امتناع نے بعضی مرجوحہ روایتیں نقل کی ہیں مزامیر سننے کی وجہ بھی اُن سے ظاھر ہوتی ہے اگرچہ ہمارے پیروں نے مزامیر نہیں سُنے بلکہ تالی بجانے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے ۱۲ مترجم

نفی فرمائی۔

مجلس ۲۷ رصفر ۱۳۴۷ھ۔ (قول ۳۶) پھر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ اولیار انبیار پر فضیلت رکھتے ہیں اور سبب یہ بتلاتے ہیں کہ انبیار اکثر خلق کے ساتھہ مشغول ہیں یہ مذہب باطل ہے اور اس کے بطلان کا سبب یہ ہے کہ انبیار اگرچہ خلق کے ساتھہ مشغول ہیں مگر جس دم حق کے ساتھہ مشغول ہوتے ہیں اون کا ایک لحظہ جملہ اوقات اولیار سے زیادہ شرف رکھتا ہی ف دیکھئے اس عقیدۂ بدعت کا کیسا ابطال فرمایا۔

مجلس ۱۲ رشعبان ۱۳۴۷ھ (قول ۳۷) پھر میں نے عرض کیا کہ معاویہ رض کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے فرمایا وہ مسلمان تھے صحابی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سالے تھے اون کی بہن ام حبیبہ رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں ف دیکھئے اس سے عقائد میں بدعت سے مبرا ہونیکا صاف ثبوت ہوتا ہے۔

مجلس ۱۸ ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ۔ (قول ۳۸) پھر یہاں سے ترک دنیا اور درویشی کا ذکر ہونے لگا کہ کیتھل اور کڑھام کی طرف ایک شیخ صوفی رہا کرتے تھے کہ اُنہیں لوگ صوفی بڈہن کہا کرتے تھے وہ بڑے تارکین میں سے تھے اور اون کی یہ کیفیت تھی کہ کپڑا تک نہیں پہنتے تھے بندہ نے عرض کیا کہ وہ کسی کے مرید تھے فرمایا نہیں پھر آپ نے فرمایا اگر وہ کسی کے مرید ہوتے تو اپنے ستر کو ڈہانکتے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اون کا کوئی پیر نہ تھا پھر آپ نے فرمایا کہ وہ نماز بہت پڑہا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ بہشت اچھی جگہ ہے مگر افسوس ہے کہ وہاں نماز نہیں۔ ف دیکھئے باوجودیکہ یہ صوفی بزرگ تھے جیسا اون کے نماز کے اہتمام واحترام سے معلوم ہوتا ہے اور غلبۂ حال سے معذور تھے لیکن پھر بہی اون کو ناقص فرمایا جس کا سبب کسی پیر کامل سے تعلق نہ رکھنا تھا اس سے ثابت ہوا کہ خلاف شرع حالت کو اگرچہ عذر ہی سے

ہو ناقص سمجھتے تھے۔

مجلس ۲۳ ر رجب ۱۹ ۱۷ھ۔ (قول ۳۹) بندہ کے دل میں ایک بات تھی کہ اوسے پوچھنا چاہتا تھا اس روز موقع پاکر حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ حضرت جو قبر ٹوٹ جائے اوس کو بنوانا چاہئے یا نہ بنوانا چاہئے فرمایا نہیں جس قدر اوس میں شکستگی ہوگی رحمت الٰہی زیادہ ہوگی۔ ف دیکھئے قبر کو پختہ بنانے کی ممانعت فرمائی اور کچی رکھنے کی حکمت بیان فرمائی اسی کے مناسب مع شیئ زائد آپ کا ایک قول مجلس ۵ ر رمضان ۲۰ ۱۷ھ میں اس عبارت سے منقول ہے کہ پھر قبروں کا ذکر ہوا کہ لوگ پکّی قبریں بنواتے ہیں اور پتھر لگوا کر اس پر آیتیں کندہ کراتے ہیں اور دعائیں لکھتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں آپ نے فرمایا بالکل ناجائز ہے بلکہ کفن وغیرہ پر بھی نہ لکھنا چاہئے۔

مجلس ۹ ر رمضان ۱۹ ۱۷ھ۔ (قول ۴۰) پھر اور آپ نے حکایت فرمائی کہ ایک شخص سلیمان نامی ملتان میں بڑا عبادت گذار رہتا تھا شیخ کے سامنے اوس کا ذکر کثرت سے ہوا شیخ بہاؤالدین اوس کے پاس گئے اور کہا اٹھ نماز پڑھ میں دیکھوں تو کس طرح نماز پڑھتا ہے وہ شخص کھڑا ہوا اور دوگانہ پڑھا مگر دونوں قدم جس طرح رکھنے چاہئیں ویسے نہ رکھے بلکہ خوب چھدرا کر رکھے یا دونوں پاؤں جوڑ کر کھڑا ہوا شیخ نے کہا دونوں پاؤں کے بیچ میں اتنا فرق رکھ اس سے کم وبیش نہ کر پھر دوسری دفعہ اوس سے کہا کہ اس طرح رکھ اوس سے نہ ہوسکا شیخ نے فرمایا تو یہاں سے چلا جا ف اس سے مستحبات تک کا اہتمام کس قدر ثابت ہوتا ہے۔

مجلس ۸ ر شوال ۱۹ ۱۷ھ (قول ۴۱) پھر کچھ سماع کا ذکر ہوا حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ آپ کو حکم ہوا ہے کہ آپ جس وقت چاہیں سماع سنیں آپ کے لئے حلال ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو شئے حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوتی اور جو شئے حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہوتی

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ حضرت امام شافعی رح مع دف سماع کو مباح فرماتے ہیں
اور ہمارے علماء اس کے برخلاف ہیں اب اس اختلاف میں حاکم جو حکم کرے
حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ انہیں دنوں بعض درویشوں نے آستانے
پر مجمع کیا اور چنگ ورباب اور مزامیر اور رقص بھی تھا حضرت خواجہ نے فرمایا
کہ انہوں نے اچھا نہ کیا جو نامشروع ہو وہ ناپسندیدہ ہے اس کے بعد ایک
شخص نے کہا کہ جب وہ طائفہ اوس مقام سے چلا آیا تو اون سے لوگوں نے
کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں وہ تو مجلس مزامیر تھی تم نے یہ سماع کس طرح سنا اور
رقص کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں یہ
نہ معلوم ہوا کہ مزامیر ہے یا نہیں حضرت خواجہ نے یہ بات سنکر فرمایا کہ یہ جواب
بھی کچھ نہیں ہے وہ سب معصیت ہی میں لکھنا چاہئے۔ ف غور کیجئے حضرت
سلطان الاولیاء نے سماع کے متعلق حلت کا کیسی سختی سے انکار فرمایا اپنے
لئے بھی اوس کو حلال نہیں فرمایا اور آلات پر تو اور زیادہ نکیر فرمایا اور باوجود
ان مستمعین کے استغراق کی خبر سننے کے پھر بھی اوس کو معصیت فرمایا۔

مجلس ۲ ذی الحجہ ۷۱۹ھ۔ (قول ۴۲) اوس وقت حضرت خواجہ
نے فرمایا کہ اوس موقع پر تکبیر بجائے حمد ہے اور یہ جو بعض درویش ہر بار ہر
مصلحت کے لئے تکبیر کہتے ہیں یہ کہیں نہیں آیا پھر بندہ نے عرض کیا کہ جو ذکر
پکار کر کیا جاتا ہے اگر آہستہ کیا جائے تو یہ کیسا ہے آپ نے فرمایا اگر آہستہ
کیا جائے بہتر ہے ف دیکھئے جہاں جو ذکر وارد نہیں ہوا اوس پر کیسا نکیر فرمایا
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بدعت سے کیسی نفرت تھی اور ذکر جہر پر
ذکر خفی کو کیسی ترجیح دی اس سے اختلافیات میں احتیاط کس قدر معلوم
ہوتی ہے۔

مجلس ۲۶ ذی الحجہ ۷۱۹ھ۔ (قول ۴۳) اوس وقت آپ نے
یہ حکایت فرمائی کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بیٹھے

ہوئے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اوس نے اس طرح سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حاضرین میں سے ایک نے اس طرح جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ۔ ابن عباسؓ موجود تھے اُنہوں نے کہا اس طرح نہیں کہنا چاہئے سلام کا جواب برکاتہ سے آگے نہیں ہے۔

ف یہاں بھی وہی تقریر ہے جو اوپر گذری۔

مجلس ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ۔ افول ۱۴۲ دولت پابوسی حاصل ہوئی اس بات کا ذکر ہونے لگا کہ بعض توبہ کرنے والوں سے توبہ کے بعد لغزش ہو جاتی ہے اگر سعادت باقی ہے تو وہ پھر دولت توبہ سے مشرف ہو جاتا ہے آپ نے اسکے مناسب یہ حکایت فرمائی کہ ایک مطربہ قمر نامی نہایت حسین وجمیل تھی آخر عمر میں اوس نے توبہ کی شیخ بہاؤالدین سہروردی رح کی مرید ہوئی پھر وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو گئی وہاں سے ہمدان پہونچی والی شہر کو جب اوس کے آنے کی خبر ہوئی تو اوس نے آدمی بھیجے کہ یہاں آکر مجبر اکر اوس نے کہا میں نے توبہ کرلی ہے اور اب میں خانہ کعبہ کی زیارت سے واپس آئی ہوں میں اب یہ کام نہیں کروں گی والی ہمدان نے ایک نہ سُنی اور اوسے مجبور کیا وہ عورت عاجز ہو کر شیخ یوسف ہمدانیؒ کی خدمت میں گئی اور ساری کیفیت بیان کی شیخ نے فرمایا اچھا آج کی رات اور صبر کر کل صبح میرے پاس آئیو میں تیرے کام میں مشغول ہوتا ہوں جب صبح ہوئی تو وہ عورت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی شیخ نے فرمایا خزانہ تقدیر میں ایک معصیت ترے نام اور لکھی ہے وہ عورت لاچار ہو گئی ادہر حاکم شہر کو لوگوں نے تنگ کر ڈالا آخر بادشاہ کے پاس گئی چنگ وغیرہ لایا گیا اور اوس عورت نے سماع شروع کیا ابھی ایک ہی بیت کہی تھی کہ سب کے سب گر گئے اول ملک ہمدان تائب ہوا پھر اور لوگ سب کے سب تائب ہوئے۔ واللہ اعلم ف اس سماع کو

معصیت کہا گیا نیز یہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے یا اپنے معتقد فیہ کے کشف سے بھی معلوم ہو جاوے کہ فلاں معصیت مجھ سے صادر ہو گی تب بھی وہ معصیت ہی ہے مباح نہ ہو جاوے گی اور جنہوں نے اس کے خلاف کہا ہے اوس کا ماخذ گو علمارِ ظاہر کے بعض اقوال ہو سکتے ہیں اور اس لئے نکیر کے ساتھ صوفیہ کو خاص کرنا بعید از انصاف ہے اور یہ بعض اقوال مسلم الثبوت باب ثالث مسئلہ اولیٰ کے اخیر میں مع رد بایں عبارت مذکور ہیں وما قیل لو علم لسقط منہ التکلیف ممنوع اھ قلت وھذا القائل ھو شارح المختصر وعبارتہ فکذلک لو علموا السقط منہم التکلیف کذا فی الحاشیۃ مگر یہ حکم خلاف تحقیق ہے اسی لئے ما قیل کو ممنوع کہا گیا نیز خود یہ اخذ بھی اس وجہ سے مخدوش ہے کہ وحی جس سے ابوجہل وغیرہ کا کفر معلوم ہوا جس کی بحث مسلم الثبوت میں ہے حجت ہے اور کشف جس سے کسی کی معصیت معلوم ہوئی حجت نہیں تو ایک کے اثر پر دوسرے کے اثر کو قیاس نہیں کر سکتے اور اگر اس پر کسی کو شبہ ہو کہ بعض اکابر نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات کشف بھی تلبیس سے بالکل خالی ہوتا ہے اور مدار عدم حجیت کا یہی احتمال تلبیس تھا تو ایسا کشف حجت ہو گا جواب اس کا یہ ہے کہ عدم تلبیس مستلزم حجیت کو نہیں دیکھئے اگر اونتیسویں رمضان کو حالت ابر میں صرف ایک شخص چاند دیکھے تو باوجود عدم تلبیس کے وہ شرعاً حجت نہیں خود اس پر بھی اگلے دن روزہ رکھنا فرض ہے تو مدار اس کا دلیل شرعی پر ہے نہ کہ احتمال عدم احتمال تلبیس پر باقی یوسف ہمدانی رح کا صرف کشف کی خبر دیدینا اور منع نہ فرمانا ممکن ہے کہ اس بنار پر ہو کہ حکم سلطانی کے سبب یہ مطربہ مکرہہ تھی (کما صرح بہ الفقہاء) اور اکراہ میں ایسی معصیت معصیت نہیں رہتی چنانچہ اس کی کراہۃ بالقلب کی یہ برکت ہوئی کہ جنہوں نے مجبور کیا تھا وہی تائب ہوئے۔

مجلس ۲۶ ربیع الاخر ۱۲۷ھ اقول ۱۲۵ یہاں سے شعر کا ذکر

ہونے لگا بندہ نے عرض کیا کہ میں نے زبان مخدوم سے سُنا ہے کہ شعر پڑھنے سے قرآن پڑھنا اچھا ہے تو بندہ آپ کی برکت سے ہر روز قرآن مجید پڑھتا ہے اور امید ہے کہ جو تھوڑی بہت عادت شعر کہنے کی ہے وہ بھی جاتی رہے گی اور توبہ کرلی جائے گی آپ نے یہ عرضداشت پسند فرمائی ف کیا اس وقت کے مدعیان سنت اپنے کو اون حضرات کا موافق یا اون کو اپنا موافق کہہ سکتے ہیں کہ اشعار کے انہماک میں قرآن مجید کا نام تک نہیں لیتے۔

از روضۂ اقطاب

مصنفہ سید محمد بلاق یکے از ہمشیر زادگان حضرت سلطان نظام الدین اولیار رحمۃ اللہ علیہ

باب پنجم۔ ذکر حضرت خواجہ قطب الدین رح۔ (قول ۴۶) چوں خواجہ ایں را بشنید فرمود سماع بر کسے کہ بیداد محض است حرام باشد و بر ما کہ اہل ایں کاریم حلال است[1] ف اس سے احتیاط ان حضرات کی معلوم ہوتی ہے کہ بدون شرائط کے سماع کو حلال نہ سمجھتے تھے۔

از ریاض العارفین

چمن سوم۔ ذکر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح (قول ۴۷) فرمایا کہ سالک منزل قرب تک نہیں پہونچتا مگر صلاۃ باخشوع و خضوع سے ف دیکھئے نماز اور اوسمیں خشوع کی کتنی تاکید ہے کیا آجکل کے مدعی نماز کو ایسا اہم سمجھتے ہیں

[1] جبکہ خواجہ نے اس کو سُنا فرمایا کہ جو شخص اعتدال پر نہو اوسپر سماع حرام ہے اور چونکہ ہم اس کے اہل ہیں اس لئے ہمکو یہ کام حلال ہے ۱۲ مترجم

از درر نظامی

یعنی حالات و مقالات حضرت نظام الدین اولیاءؒ جمع کردہ مولانا علی بن محمود

باب اوّل - اقوال ۴۸ آپکے مریدوں میں سے ایک مرید ایک ہاتھ دہویا کرتے تھے آپ نے فرمایا دونوں ہاتھ کیوں نہیں دہوتے عرض کیا کہ مقصود تو ایک ہی ہاتھ کے دہونے سے حاصل ہوگیا آپ نے فرمایا ادب یہی ہے کہ دونوں ہاتھ دہوئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الخ **ف** مقصود حدیث نقل کرنیسے اس فعل کا سنت ثابت کرنا ہے دیکھئے اتباع سنت کا کتنا اہتمام ہے کہ ادب غیر موکد بھی متروک نہو اور اوس کے سامنے عقلی مصلحت کو ہیچ قرار دیا۔

باب ۸ - اقوال ۴۹ فرمایا کہ مقتدی کو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑہنی چاہئے اور جب سورۃ فاتحہ پڑہے تو بسم اللہ بھی پڑہے بندہ نے عرض کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑہے گا اوس کے منہ میں کنکر بھرے جائینگے فرمایا ہاں اگر اس حدیث میں نظر کیجاوے تو وعید لازم آتی ہے اور اگر حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب[1] - پر نظر کیجاوے تو عدم جواز لازم آتا ہے لہذا وعید کا تحمل کرکے فاتحہ پڑھ لینی چاہئے تاکہ بالاجماع نماز ہو للاخذ بالاحوط والخروج من الخلاف **ف** میرا مقصود اس نقل سے ترجیح دینا قرارت خلف الامام کو نہیں مجتہد مطلق امام ابو حنیفہ رح کی تحقیق پر مقلد امام کے قول کو ترجیح نہیں ہوسکتی مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان حضرات کو اتباع سنت کا کسقدر اہتمام تہا کہ اپنے اجتہاد سے جس امر کا اوفق بالسنۃ ہونا معلوم ہوگیا وہاں وعید کا بھی تحمل کرلیا - اور اس تحمل وعید کی دو تفسیریں ہیں ایک لسان علم میں دوسری لسان عشق میں اول تفسیر یہ ہے کہ جب دلیل شرعی سے ایک فعل کا وجوب ثابت ہوگیا

---

[1] نماز نہیں ہوتی اوس شخص کی جو سورہ فاتحہ نہ پڑہے ۱۲ مترجم

تو اوس پر جو وعید وارد ہے وہ ماول یعنی منصرف عن الظاہر ہوگی مثلاً یہاں بھی قاری سورت پر اس وعید کو محمول کر سکتے ہیں پس اوس واجب پر واقع میں وعید ہی نہ ہوگی محض اوسکا احتمال ہی نہایت ضعیف درجہ میں ہوگا جو کالمعدوم ہے تو اوسکا تحمل ضرر واقع کا تحمل نہیں بلکہ غیر واقع کا تحمل ہے جو محض مجازاً تحمل ہے جس کو گوارا کرنا مشروع ہے اور دوسری تفسیر یعنی بلسانِ عشق یہ ہے کہ رضا و امتثال امر محبوب میں اگر کوئی کلفت و ضرر عظیم بھی پیش آوے اوس کو برداشت کرنا چاہئے کما قیل ؎
باتو دوزخ جنت ست اے جانفزا ⁂ بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا[1]
اور حضرت نظام الاولیار رح کی شان عشقی سے اسی معنے کے مراد ہونے کو ترجیح ہے اور اسی بنار پر اس سے آپ کی حب اتباع سنت پر استدلال کیا گیا ہے ورنہ اگر دوسرے معنے مراد ہوتے تو اس عنوان متکلف کی ضرورت نہ تھی سہل عنوان سے یہ فرما دیتے کہ اس صورت میں وعید ہی نہیں اور لسان علم کی تقریر کا جواب لسان علم ہی میں دوسری جماعت کے پاس یہ ہے کہ ہمکو دلیل سے ثابت ہو گیا کہ وعید محکم ہے اور دلیل وجوب ماول ہے مثلاً منفرد پر محمول کی جا سکتی ہے غرض یہ تو ایک اجتہادی بحث ہے مگر حضرت کے اس جواب سے مقصود مقام تو ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جہاں کوئی قول یا فعل مرجوح ان حضرات سے منقول ہے وہ اون کے اجتہاد میں موافقت للسنۃ سے راجح ہی ہے چنانچہ اسی ملفوظ کے بعد ایک ملفوظ یہ بھی ہے کہ نفل نماز جماعت سے بھی پڑھنی آئی ہے مشائخ اور بزرگان چشتیہ نے ادا کی ہے اور اس کے بعد شب برات میں جماعت کا خود بھی اہتمام فرمایا اور جواز کی دلیل میں حضرت ابن عباس رض کی حدیث ارشاد فرمائی جس میں انہوں نے تہجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کیا خواہ یہ استدلال تام نہ ہو کیونکہ ایک کے اقتدار میں کلام نہیں بڑی جماعت کا اوس پر قیاس کرنا مسلم نہیں لیکن اس سے

[1] اے دلربا تیری معیت میں دوزخ ہی جنت ہے۔ اور بے تیرے جنت بھی دوزخ ہے۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ قصد اس میں بھی اتباع سنت کا تھا۔
باب ۱۴ - (قول ۱۵۰) فرمایا سکون و اطمینان کے ساتھہ ایک ایک حرف کرکے سپارہ پڑہنے میں تلاوت کا ثواب ہے اور بغیر حضور قلب کے پڑہنا ٹھیک نہیں قرآن شریف کے پڑہنے میں تمام خیالات و خطرات کو دل سے دور کر دے اور اگر قرآن کے معنی جانتا ہے تو دل میں اون کا دہیان کرے اگر اسکے ساتھہ دل میں خطرات آئیں اور حضوری قایم نہ رہے تو چنداں ہرج نہیں ہے مگر جو شخص معنی نہیں جانتا اوس کو خیالات سے ضرور پرہیز کرنا چاہیئے خشوع و خضوع سے پڑہے گا تو موثر ہو گا قرآن خوانی کے وقت دل خدا کے ساتھہ مشغول ہو اور سمجھے کہ میں خدا کے ساتھہ ہم کلام ہوں میں اس لائق کہاں تھا کہ یہ دولت میسر ہوتی اور جس کو یہ حالت میسر نہ ہو تو وہ تصور کرے کہ خدا کے سامنے پڑہ رہا ہوں کہ ضرور مجھکو اس کا ثواب ملے گا قرآن شریف ترتیل و تردید کے ساتھہ پڑہنا چاہیئے ترتیل یہ ہے کہ تمام حروف اور مد وغیرہ ٹھیک ادا ہوں اور تردید یہ ہے کہ جس آیت میں ذوق و حلاوت حاصل ہو اوسکو مکرر پڑہے **ف** کیا آج کل کے مدعی قرآن مجید کا اتنا احترام و اہتمام کرتے ہیں بجز خاص اوراد و اذکار کے قرآن مجید کو آنکہہ سے بھی نہیں دیکھتے۔
باب ۱۵ - (قول ۱۵۱) حضرت کے مریدان سے ایک شخص فخرالدین صالونگری حاضر ہوا اور قدمبوسی بجا لا کر ہدیہ پیش کیا اور کہڑا ہو گیا اور حضرت نے اوس کو بیٹھنے کا حکم دیا وہ یاران کی پس پشت بیٹھنے کے واسطے اُلٹے قدموں ہٹنے لگا حضرت نے فرمایا ہوش رکھو گر نہ پڑنا بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہٗ کبھی کبھی ڈولہ میں سوار ہو کر صحرا میں تشریف لیجاتے اور درخت کے سایہ میں بیٹھکر یاد حق میں مشغول ہوتے عصا اور نعلین چوبیں مجھکو مرحمت فرمایا کرتے میں ڈولہ کے سامنے سے الٹے پیروں واپس ہوتا اور گر پڑتا حضرت فرماتے سیدھے جاؤ سیدھے

ف صاف معلوم ہوا کہ یہ حضرات ایسے تکلفات ورسوم کو پسند نکرتے تھے اور اگر کوئی ایسا امر ہوتا تھا تو وہ رسم و تصنع سے ہوتا تھا اس لئے بعض اوقات اوسپر سکوت بھی فرماتے تھے۔

باب ۱۵-۱ قول ۵۲ فرمایا مرید کو وہی کرنا چاہیئے جو پیر حکم فرمائے اور پیر ایسا ہونا چاہیئے جو احکام شریعت وطریقت کا عالم ہو تا کہ مرید کو کسی غیر مشروع چیز کا حکم نہ دے اور اگر کسی مختلف فیہ چیز کا پیر حکم دے تو مرید بجالائے کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اختلاف امتی رحمۃ۔ یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے مرید اپنے شیخ کو مجتہد سمجھکر اوس کا فرمان بجالائے ف اطاعت کو اختلاف کے ساتھہ مقید کرنے میں تصریح ہے کہ اگر وہ فعل بالاتفاق خلاف شرع ہے تو اوس میں پیر کی اطاعت نہیں البتہ قواعد سے اس میں دوسری تفصیل ہے کہ اگر احیاناً ایسا ہوتا ہے تو ادب کے ساتھہ عذر کردے اور تعلق قطع نہ کرے اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہے تو تعلق قطع کردے مگر گستاخی پھر بھی نہ کرے۔

باب ۱۵-۱ قول ۵۳ فرمایا شیخ فرید الدین رح جب زیادہ بیمار ہوئے اور ماہ رمضان آیا تو آپ افطار فرماتے تھے ایک روز یاران آپ کو خربوزہ کی پھانکیں کرکے کھلارہے تھے کہ ایک قاش آپ نے مجھکو عنایت کی میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت کی عنایت کی ہوئی نعمت مجھکو کہاں نصیب ہے اس کو کھالوں اور قریب تہا کہ اوس کو کہا جاؤں جو حضرت نے فرمایا کہ ہاں نہیں تم نہ کہاؤ تم کو شرعی رخصت نہیں ہے ف کہا لینے کی نیت یہ سکر اور حال تہا مگر حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کو حال پر مقدم رکہنے کا حکم فرمایا اور یہی حکایت ۱۳-۱ میں بھی گذر چکی ہے مگر تعدد ماخذ کی وجہ سے اس تکرار کو گوارا رکھا گیا۔

باب ۱۹-۱ قول ۵۴ فرمایا کوئی شخص کسیکو سید سمجھکر اوس کے شانوں تک گیسو دیکھکر نظر دیتا ہے پہر اگر وہ سید نہیں ہے تو یہ نظر اوس کو لینی حرام ہے فرمایا

عہ اور اتفاق سے نمبر ۱۶ پانچ نمبر پر تھا اس لئے معلوم ہوا کہ اس کا نمبر ۵۰ ہو ... جواہر

جو درویش طاعت و عبادت میں مصروف ہے بیت المال میں اوس کا کچھہ حق نہیں ہے جو درویش کہ تعلیم و تعلم یا درس تدریس کا سلسلہ نہیں رکھتے جس میں مسلمانوں کا نفع ہے اون کو بیت المال سے کیا تعلق۔ ف احکام شرعیہ کی کس قدر دقیق رعایت ہے بعض ظاہری علماء کی بھی نظر وہاں تک نہیں جاتی

باب ۱۹ - اقول ۵۵ دعاء رضا کے مناقض نہیں ہے نہ دعاء کرنے والا رضا سے باہر ہوتا ہے اور نیز دشمن و معصیت کو بُرا سمجھنا اور اسباب کی نگہداشت اور امر معروف و نہی منکر بھی رضاء کے منافی نہیں ہیں بعض مغرورین نے یہاں سخت غلطی کہائی ہے کہتے ہیں کہ کفر اور گناہ وغیرہ سب قضا و قدر سے ہیں بندہ کو ان کے ساتھہ راضی رہنا چاہیئے یہ باتیں اسرار شریعت سے ناواقف اور تاویل سے جاہل ہونے کی ہیں ہمارے پیغمبر اور دیگر پیغمبروں کی اصلوات اللہ علیہم بہت سی دعائیں آئی ہیں حالانکہ یہ رضاء کے اعلیٰ مقام میں تھے اسی طرح معاصی کے انکار اور اون کو بُرا سمجھنے کے متعلق بھی بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ف غیر محق وغیر محقق صوفیہ پر کیسا بلیغ رد ہے اور عقائد و احکام شرعیہ کی کس قدر تقویت ہی۔

از خیر المجالس

یعنی ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ جمع کردہ مولٰنا حمید قلندر احد الخلفاء

مجلس پنجم۔ اقول ۵۶ پہر حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے ذکر میں اولیاء اللہ کے فرمایا کہ متابعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ضرور ہے قولاً و فعلاً وارادۃً ہر طرح سے تا محبت حق تعالےٰ کی دل میں قرار پکڑے اس واسطے کہ محبت خدا بے متابعت حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاصل نہیں ہوتی اور یہ آیت پڑہی[1] قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

[1] کہدیجئے اگر تم لوگ خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تعالےٰ تم سے محبت کریگے ۱۲ مترجم

ف دیکھیے اس میں کیسی تصریح ہے کہ بدون اتباع شریعت کے دولت باطنی بھی حاصل نہیں ہوتی۔

مجلس ششم۔ (قول ۵۷) ایک واعظ کی حکایت بیان فرمائی کہ جسکے وعظ میں بہت اثر تہا مگر حج سے آنے کے بعد وہ اثر نہ رہا لوگوں نے جو وجہ پوچھی اوس نے بیان کیا کہ یارو خداوند عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ اس عرصہ میں کہ میں گیا اور آیا ہوں کوئی جرم و گناہ مجھہ سے نہیں ہوا ہے سوائے ایک قصور کے اور میں نے جبھی جان لیا تھا کہ عمدہ نعمت مجھہ سے چہین لی جاوے گی اور ویسا ہی ہوا اور وہ خطا یہ تھی کہ ایک نماز باجماعت مجھہ سے راہ میں فوت ہوئی کہ امام کے ساتھہ ہو کر بھی جماعت سے محروم رہا یہ بے لطفی اوس کی شامت سے ہے یہ کہکر حضرت خواجہ پر گریہ طاری ہوا اور حاضرین بھی رونے لگے کہ بسبب فوت ایک نماز باجماعت کے کہ وہ بھی وقت پر پڑہی مگر تنہا پڑہی یہ خرابی واقع ہوئی اور قبولیت جاتی رہی جو لوگ بیچارے بالکل جماعت میں نہیں جاتے اور اکثر اون کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں اون کا کیا حال ہوگا اور کتنی نعمتوں اور فوائد سے محروم رہتے ہوں گے ف دیکھیے نماز اور جماعت کا کیسا مہتم بالشان ہونا بیان فرمایا۔

مجلس بست و ہشتم۔ (قول ۵۸) اوسے یعنی ایک سید زادہ کو ارشاد کیا کہ متابعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر امر میں کرنا چاہیے اور تم سے زیبا تر ہے کہ تم فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہو اور متابعت رسولؐ دو چیز میں ہے کہ جو کچھہ خدا اور رسولؐ نے کہا وہ کرنا چاہیے اور جس سے خدا اور رسولؐ نے منع کیا اوس سے بچنا چاہیے اور خرید و فروخت میں ہرگز جھوٹ بات زبان پر نہ آوے۔ ف دیکھیے کس مد و شد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاکید فرماتے ہیں۔

مجلس سی و نہم (قول ۵۹) پھر کہا لوگون نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا

لہذا اخراب و پریشان ہیں۔ ف قرآن و حدیث کے ترک کا کیسا وبال فرماتے ہیں
مجلس چہل و ہشتم اقول ۶۰ پھر فرمایا مخلوق کے روبرو سر زمین پر رکھنا بطور سجدہ روا نہیں مگر لب سے زمین چومنا آیا ہے اور تعظیم قبر کی بھی روا نہیں مگر طواف کرنا تربت کسی بزرگ کا بزرگان دین سے آیا ہے۔ ف دیکھئے سجدہ تحیت و تعظیم قبر کی کیسی ممانعت فرمائی باقی تقبیل ارض و طواف کی جو اجازت دی ہے یہ تقبیل محبت ہے نہ کہ تقبیل تعظیم کیونکہ وہ تو مشابہ سجدہ کے ہے جس کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ طواف بھی طواف تعظیم نہیں ورنہ وہ تو تعظیم قبر میں داخل ہے جس کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ استفاضہ عن صاحب القبر کے لئے ہے کہ اس سے مناسبت اوس کی روح کی ساتھہ پیدا ہو جاتی ہے اور یہ تجربہ کی بات ہے۔

مجلس پنجاہ و ہفتم۔ اقول ۶۱ مجھے اس وقت ایک اور حدیث یاد آئی لہذا میں نے اوسے بھی عرض کیا کہ عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رأیت ربی علی صورۃ امرد جعد قطط[1] جناب خواجہ نے فرمایا یہ حدیث اول تو کتب مشہورہ میں نہیں اور اگر حدیث ہے تو حمل اس کا تشابہات پر کیا جائے گا اور تشابہات پر ایمان لانا چاہیئے اور بحث اور تاویل اس میں نہ کرے۔ ف دیکھئے نقل حدیث میں کیسی احتیاط ہے اور عقائد کے باب میں کیسی سنت کے موافق تحقیق ہے۔

مجلس ہفتاد و ششم۔ اقول ۶۲ ایک شخص نے سوال کیا کہ خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے لوائی اعظم من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیونکر ہے جناب خواجہ نے فرمایا بعضے کلمات مشائخ از قسم حال و کیفیت ہوتے ہیں کہ اون کو ہفوات کہتے ہیں جیسے یہ قول ان کا کہ لیس فی جبتی سوی اللہ تعالیٰ اور یہ کہنا کہ سبحانی ما اعظم شانی سوان سب کو

[1] دیکھا میں نے اپنے رب کو ایک امرد بہت گھونگر بالوں والے کی شکل پر ۱۲ مترجم

ہفوات عشاق کہتے ہیں یہ باتیں غلبات احوال ہیں اون سے سرزد ہوتی ہیں کہ ہمارے فہم سے خارج ہیں۔ ف کیسا عقیدہ سنت کے موافق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات میں افراط و تفریط نہ تہا۔

مجلس نود و ہفتم اقول ۶۳ جس نے سنن رسول علیہ السلام کو ترک کیا اوس پر مواظبت نہیں کی اوس نے رسولؐ کو اپنا خصم (یعنی مدعی) کیا ہے۔ ف دیکہئے خلاف سنت پر کیسی وعید فرمائی۔

از انوار العارفین

تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین رح۔ اقول ۶۴ فرمودہ علامت شقاوت آنست کہ معصیت کند و امید دارد کہ مقبول خواہم بود ف اس میں صاف رد ہے فرقہ اباحیہ کا جس میں بعض غلاۃ صوفیہ بہی شامل ہو گئے کہ حلال و حرام سے اپنے کو آزاد رکہکر بہی اپنے کو واصل سمجھتے ہیں۔

تذکرہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء ارشاد حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اقول ۶۵ درویش را قدرے علم باید۔ ف علم دین کی ضرورت کی تصریح فرمائی اور قدرے سے مراد قدر ضروری ہے جس پر عمل موقوف ہے اور مقصود فنون زائدہ کی ضرورت کی نفی ہے جبکہ دوسرے اہل تبحر موجود ہوں

تذکرہ حضرت شیخ فرید الدین رح ارشاد حضرت قطب الدین رح اقول ۶۶ بابا فرید الدین ہمیں نمط در ترک و تجرید بتحصیل علوم ظاہری مشغول بباش بعد ازان در دہلی پیش ما بیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ مرا آنجا خواہی یافت ازاں منزل باز گشتہ

لہ فرمایا بدبختی کی علامت یہ ہو کہ معصیت کرے اور امید رکہے کو مقبول ہونگی ۲ہ درویش کو بقدر ضرورت علم سیکہنا چاہئے

۳ہ بابا فرید الدین اسی طرح ترک اور تجرید کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول رہنا چاہئے اس کے بعد ہمارے پاس شہر دہلی میں آنا انشاء اللہ وہاں ملاقات ہوگی وہ اس منزل سے واپس ہوئے وہاں سے قندہار جاکر پانچ سال تک علم کی تحصیل کی ۱۲ مترجم

ازآنجا بقندہار رفتہ پنج سال تحصیل علوم نمود ف اس سے تائید ہوتی ہے قول بالا
کی تفسیر کی کیونکہ جو شخص پہلے سے مشغول تحصیل علوم ہو چنانچہ اس کے قبل کتاب
نافع کی تحصیل کا ذکر ہے اور وہ شخص ہو بھی ذہین جیسے یہ بزرگ تھے پھر پانچ
برس تحصیل میں اور صرف ہوں تو ظاہر ہے کہ ضروری کی وہی تفسیر ہوگی جو
اوپر مذکور ہوئی نہ کہ صرف راہ نجات اور مالا بد منہ۔

تذکرہ شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ۔ اقول ۶۷

اینجا[1] سے اکثر مدعیان اہل سلوک و جہال صوفیہ راہ خطا کردند گمراہ شدند العیاذ
باللہ من ذلک۔ روی عن السلف رضی اللہ عنہم اجمعین انما حرموا
الوصول لتضییعہم الاصول۔ والاصول رعایۃ الشریعۃ والطریقۃ
وانچہ گفتہ اند تلاوۃ القرآن والاشتغال بالامور الشرعیۃ امور حسنۃ
لکن شان الطلب شان آخر نسبت بزوائد نوافل گفتہ اند کہ کار طالب حق
بعد از ادائے فرائض و سنن رواتب منحصر بشغل باطن است نہ بکثرت نوافل
و اعمال جوارح انتہے۔ ف اعمال شریعت و علوم شریعت کے حقوق ادا
نہ کرنے کو کس قدر مضر و موجب حرمان بتلا رہے ہیں

[1] اس جگہ اکثر سلوک کے مدعی اور جاہل صوفیہ صحیح راستہ سے ہٹ گئے گمراہ ہوگئے
اللہ اس سے محفوظ رکھے اگلے بزرگوں سے منقول ہے کہ اس قسم کے لوگ وصول سے صرف
اسوجہ سے محروم رہے کہ انہوں نے صحیح اصول کو ضائع کر دیا اور وہ اصول یہ ہیں کہ شریعت اور
طریقت دونوں کی رعایت کیجاوے اور بزرگوں کا جو یہ ارشاد ہے کہ قرآن کی تلاوت اور
دیگر شرعی امور میں مشغول ہونا اگرچہ عمدہ بات ہے لیکن (عشق) اور طلب کی شان ہی
دوسری ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی چنداں حاجت نہیں) اسو یہ ارشاد عبادت
نافلہ کے متعلق ہے اس لئے کہ طالب حق کا کام فرائض اور سنن مؤکدہ ادا کرنے کے بعد
باطن میں مشغول ہوتا ہے نوافل اور ظاہری اعمال یہ اوس کا کام نہیں ہے ۱۲ مترجم۔

از اقتباس الانوار مؤلفہ مولانا شیخ محمد اکرم رح

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رح (قول ۶۸) ایک جوگی کے قصہ میں (جس نے آپ کو ایک پارس کی پتھری دی تھی آپ کی برکت سے بیشمار پارس کی پتھریاں پیدا ہوگئیں) یہ عبارت ہے جوگی[1] پشیمان و شرمندہ از آنجا برآمدہ وآں ہر دو سنگ در پیش آنحضرت نہاد و سر در پائے وے قدس سرہ افگند و گفت یا حضرت علم و معرفتے کہ ترا برا ینہمہ استغنا میدارد چیزے ازاں نصیب من ہم کن آنحضرت گفت کہ ایں نعمت بے اسلام حاصل نمیشود جوگی بر فور کلمہ توحید برزبان راند و مسلمان شد بتوجہ آنحضرت از اولیا وقت گشت۔

ف دیکھئے کمالات حقیقیہ کے لئے اسلام کو شرط قرار دیا گیا بخلاف اس وقت کے مدعیوں کے کہ کمالات باطنیہ کا کفر کے ساتھ اجتماع ممکن سمجھتے ہیں۔

ایضاً تذکرہ حضرت موصوف (قول ۶۹) سلطان[2] فیروز شاہ) برائے ملاقات شیخ جلال الحق متوجہ پانی پت گشت چوں شرف ملازمت آنحضرت دریافت عرض نمود بندہ میخواہد کہ چیزے بپرسد آنحضرت گفت بپرس سلطان عرض کرد کہ شما خدا را دیدہ آید آنحضرت گفت کہ دیدن خدا عز وجل بدین چشم سر در شریعت روا نیست اما سایہ

---

[1] جوگی پشیمان اور شرمندہ ہوکر اسجگہ سے نکلا اور وہ دونوں پتھریاں آنحضرت کے روبرو رکھدیں اور سر کو قدموں پر ڈالدیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھکو بھی کچھ اپنے علوم اور معارف میں سے عطا فرما دیجئے کہ جن کی وجہ سے آپ ایسی چیزوں سے مستغنی ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ دولت بدون مسلمان ہوئے نہیں ملسکتی یہ سنکر جوگی فوراً کلمہ پڑھکر مسلمان ہوگیا حضرت کی توجہ سے اس زمانیکے اولیا میں سے ہوگیا۔

[2] سلطان فیروز شاہ شیخ جلال الحق کی زیارت کیواسطے پانی پت میں آیا جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ بندہ ایک بات دریافت کرنیکی اجازت چاہتا ہے حضرت نے فرمایا کہ دریافت کیجیو سلطان نے عرض کیا کہ کیا آپ نے خدا تعالےٰ کو دیکھا ہے حضرت نے جواب دیا کہ خدا تعالےٰ کو اس آنکھہ سے دیکھنا شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن خدا تعالےٰ کے سایہ کو میں نے دیکھا ہے۔ ۱۲ مترجم

وے سبحانہ را دیدہ ام۔ ف دیکھئے ذات وصفات کے متعلق کیسا صحیح عقیدہ اہلسنت وجماعت کے موافق ہے۔

از لطائف قدوسی مولفہ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

درحالات شیخ عبدالقدوس رح آخر رسالہ قصہ شیخ حسام الدین محتسب (قول ۱۲؎) بخدمت[1] حضرت قطب عالم اعلام شرعی فرستاد بہ ترک سرود ووجد حضرت قطب العالم قبول فرمودند چوں دوسہ روز بریں حال گذشت حضرت قطب العالم دریں مدت نہ سرود شنیدند نہ تواجد فرمودند مردمان قصبہ زبان طعن وتشنیع دراز کردند وگفتند کہ شیخ از خوف سیاست شیخ او جہر شنیدن سرود ووجد ترک کرد واستغفار نمود چوں بعضے آمدہ درخدمت حضرت قطب عالم بزبانی مردمان اظہار کردند کہ مردم ہمچوں میگویند حضرت قطب العالم فرمودند کہ ما مسلمانیم ومسلمان زادہ ایم حکم شرع بجا آوردیم وقبول نمودیم۔ ف حضرت قطب العالم کے جواب سے جس درجہ اتقیا وفتوے شرعی کے سامنے معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے

از منتخب مکتوبات قدوسیہ للشیخ عبدالقدوس رح

مکتوب ہفتدہم (قول ۱۳؎) درینمقام[2] اگرچہ وقتے بود کہ با صلوۃ ظاہر کارے

---

[1] حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس رح کی خدمت میں (ملا حسام الدین محتسب) نے سماع اور وجد چھوڑنے کے بابت ایک فرمان شرعی بھیجا حضرت قطب العالم نے قبول فرمالیا جب دو تین روز اسیطرح گذر گئے کہ حضرت قطب العالم نے اس زمانہ میں نہ گانا سُنا اور نہ آپ کو وجد ہوا اہل قصبہ نے طعنہ زنی شروع کی اور کہا کہ حضرت نے شیخ او جہر کی سزا کے خوف سے گانا بجانا اور وجد چھوڑ دیا اور توبہ کرلی بعض لوگوں نے حضرت کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا کہ لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کی اولاد ہیں شریعت کے حکم کو ہمنے مان لیا اور قبول کرلیا۔ [2] سالک کو اس مقام پر پہونچکر اگرچہ ظاہری نماز کے ساتھ (باقی صفحہ ۴۴)

نماند حسنات الابرار سیئات المقربین داند آما اتباع رسول دامن نگذارد و ترک صلوۃ بہیچ وجہ برخود روا ندارد تا اگر یک صلوۃ را بعمد تارک بود کافر و مردود گردد و العیاذ باللہ من ذلک از اینجا است کہ باجماع گویند تا علم و عقل باقیست شرع و تکلیفات باقی است ہر چند مقام عالی بود و در وصول حق تعالےٰ متعالی شود ترک ادب شرع عمداً و اعتقاداً بر وے روا نبود و آنچہ ارتفاع تکالیف وارد است آن ارتفاع کلفت است از وے در عمل نہ ارتفاع اوامر و نواہی تا ہر چند عاملے بود متکلف نبود ما انا من المتکلفین ذوق حال وے بود یسبحون اللیل والنہار لا یفترون حال وے و کمال وے بود۔ ف اس میں کتنی بڑی غلطی کا رفع ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ با صلوۃ ظاہری کارے نماند۔ اس میں فرضیت کا انکار نہیں کیونکہ اس کے بعد ہی ترک صلوۃ کو کفر فرماتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعظم ثمرات صلوۃ کا مشاہدہ ہے اس کا مشاہدہ نماز پر موقوف نہیں رہتا بلکہ بوجہ توجہ الے الافعال المختلفہ کے نماز میں یہ مشاہدہ ضعیف ہو جاتا ہے لیکن ایک غایت کے انتفار سے دوسری غایات کا انتفار لازم نہیں آتا چنانچہ مشاہدہ وے بھی

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳) ایسا کچھ تعلق نہیں رہتا ہو ابرار کی حسنات کو مقربین کی معاصی سمجھتا ہو لیکن اتباع رسولؐ کا دامن نہیں چھوڑتا ہے اور نماز کے ترک کو کسی طرح اپنے لئے جائز نہیں رکھتا ہو حتی کہ اگر ایک نماز کو قصداً ترک کرے تو کافر ہو جائے اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اسی جگہ سے سب کے سب بالاجماع کہتے ہیں جبتک ہوش اور عقل باقی ہو شریعت کی پابندی بھی باقی ہے اگرچہ (سالک کا) مقام کتنا ہی عالی ہو جاوے اور وصول الی اللہ میں کتنا ہی بلند مرتبہ حاصل ہو لیکن شریعت کے آداب کو ترک کرنا نہ عملاً اوس کے لئے جائز ہو اور نہ اعتقاداً۔ اور یہ جو تکالیف کے مرتفع ہونیکی بابت (بزرگوں سے) منقول ہو تو (مراد) اس سے حسی کلفت کا عمل میں مرتفع ہو جاتا ہے نہ کہ شریعت کے اوامر اور نواہی کا مرتفع ہو جانا پس وہ شخص جو کچھ عمل کرتا ہو بے تکلف کرتا ہے۔ (ترجمہ آیت) میں تکلف کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں" (یہ) اوسکا ذوقِ حال ہوتا ہو (ترجمہ آیت) رات دن عبادت کرتے رہتے ہیں تھکتے نہیں"۔ (یہ) اوس کا حال اور کمال ہوتا ہے ۱۲ مترجم

بڑی غایت رضا ہے وہ اب بھی موقوف رہتی ہے نماز پر جیسے محبوب مجلس مشاہدہ میں کسی عاشق کو ایسی خدمت بتلا دے جو نافی ہو مشاہدہ کی یا منافی ہو کامل مشاہدہ کی تو اوس وقت مشاہدہ مقدم ہوگا یا رضا۔

مکتوب ہژدہم۔ اقول ۳۲ [لہ] اے برادر دیدار در آخرت بود و در دار دنیا نبود که وقوع دیدار پاک و باقی در کون و فساد و فانی خلاف حکمت و خلاف وعدہ است ہر چند جائز است کہ ہر چہ جائز است در وجہ جواز مختص بمکانے دون مکانے و بزمانے دون زمانے نبود مخصوص دیدار خداوند پاک منزہ و مقدس از جہۃ و جائے و مکان و زمان است مخصوص بمکان و زمان نبود و اجماع اہلسنت و اہل حق ہم برین است کہ دیدار خدا تعالےٰ در دار دنیا واقع نشود نہ بچشم سر و نہ بدیدۂ دل برفع حجاب و عیان و آنچہ بزرگان گفتہ اند۔ بیت

ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

بیت

دیگر آنرا وعدہ گر فردا بود لیک مارا نقد ہم اینجا بود

[لہ] اے بھائی دیدار آخرت میں ہوگا اور دنیا میں نہیں ہوگا اس لئے کہ پاک اور باقی کے دیدار کا وقوع عالم فانی میں ہونا حکمت کے خلاف اور وعدہ کے خلاف ہے۔ ہاں عقلاً ممکن ہے اس لئے کہ جو چیز ممکن ہوتی ہے تو اوس کا ممکن ہونا کسی ایک مکان اور ایک زمانیکے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا ہے خصوصاً خدا تعالےٰ جو جہت اور مکان اور زمانہ سب سے پاک ہے اوس کا دیدار کسی مکان یا زمان کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا۔ اور اہل سنت اور اہل حق کا اجماع بھی اس پر ہے کہ خدا تعالےٰ کا دیدار دنیا میں واقع نہوگا نہ تو سر کی آنکھ سے اور نہ دیدۂ دل سے اس طرح کہ موجودات کا پردہ دل سے اُٹھا دیا جاوے اور یہ جو بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے لئے (حق کا) آفتاب اس جہان میں ظاہر ہوا جو کچھ وعدہ ہوا تھا یہاں سب پالیا۔ یا یہ فرمایا ہے کہ دوسروں سے تو کل کا وعدہ ہے۔ لیکن ہمارے لئے تو تو اسی جگہ بھی نقد موجود ہے۔ بقیہ مضمون بر صفحہ ۴۶۔

وقول ہر بزرگے کہ دریں باب ازیں جنس اُفتادہ است معنی او آنست کہ انچہ آنجا وعدہ برویۃ بود اینجا بچشم یقین مشاہدہ حاصل گشت و در مرتبۂ رویت در مشاہدہ بلند رفت کما قال علی رضی اللہ عنہ لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا یعنی یقین من در مشاہدہ رب جائے رسیدہ است کہ معائنہ و رویت ہماں شد کہ مشاہدۂ یقین است و ایں را دیدار سرّ گویند و دریں مقام در عروج از کون در کشف حق و مشاہدہ رب بلند میروند و زمان و مکان را در وقتِ شان در پیچندہ آنکہ در خارج زمان و مکان را پیچیدہ اند و دنیا را برداشتہ اند و بحقیقت در آخرت بردہ اند و ایں اعتقاد باطل است و مردان حق دریں مقام در مراتب اند کافر ایں مرتبہ ہرگز نبود و جز مومن را نبود ف اس میں کتنے عقاید خلاف شرع کو رد فرمایا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفہ ۴۵) اور جو قول بزرگوں کا اس معاملہ میں ایسا ہی ہو تو ان سب کی مراد یہ ہے کہ جو کچھہ وعدہ رویت دار آخرت کے متعلق ہے اس جگہ یقین کی آنکھ سے مشاہدہ ہوا۔ اور جو کچھہ رویت کے وقت حاصل ہو گا مشاہدہ میں اوس سے زائد حاصل ہوا چنانچہ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں اگر حجاب اوٹھا دیا جاوے تو میرے یقین میں کچھہ اضافہ نہو گا یعنی میرا یقین مشاہدہ خداوندی میں اس درجہ پر پہونچا ہوا ہے کہ (سر کی آنکھہ سے) معاینہ کرنے اور دیکھنے میں وہی بات ہو گی جو مشاہدہ کے یقین میں ہے اور اس کو (اصلاح میں) دیدار سرّ کہتے ہیں (سالکین) اس مقام میں عروج کے وقت حق کے انکشاف اور مشاہدہ رب کی حالت میں بہت بلند مقام پر پہونچ جاتے ہیں اور زمان اور مکان کو اس وقت لپیٹ دیتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر میں زمان اور مکان کو لپیٹ ڈالتے ہیں اور دنیا کو (بالائے طاق) اوٹھا کر رکھہ دیتے ہیں اور درحقیقت آخرت میں چلے جاتے ہیں یہ اعتقاد تو باطل ہے (بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر قلبی سے عالم دنیا محجوب ہو جاتا ہے اور اس میں محبوب حقیقی سما جاتا ہے) مردان حق اس مقام میں مختلف مرتبوں میں ہوتے ہیں کافر کو یہ مرتبہ ہرگز حاصل نہیں ہوتا بجز مومن کے کسی کو نہیں ملتا ۱۲ مترجم

مکتوب بست و دوم - (قول ۲۳) آرند کہ شیخ الاسلام شیخ فتح
اودہی سہ روز پیوستہ در سماع بودند و نماز پنجوقت ادا می کردند بعد چوں فرو داشت شد یاران عرض
کردند کہ سہ روز گذشتہ پرسیدند نماز ادا گشت گفتند ادا گشت بعدہ شیخ محمد علیہ را کہ
خلیفہ شیخ فتح اللہ بودند پرسیدہ فرستادند ایں نماز جائز است یا
نہ شیخ محمد علیہ جواب نوشتند کہ نماز ہماں نماز است کہ حضرت مخدوم
گذاردند اما از جہت رعایت شرع باز باید گردانید - ف چونکہ حضرت قطب
العالم رح نے اس حکایت کے اجزا کے ساتھہ توافق فرمایا اس لئے اس کو
اون کا قول قرار دیا گیا اس میں جس قدر دقیق رعایت ہے شرع کی ظاہر ہے

مکتوب بست و ہشتم - (قول ۲۴) باز پرسیدند (یعنی از حضرت
یحیی رح) رویت در خواب جائز بود یا نہ گفتند جائز بود پرسیدند کسے کہ خدا تعالی
را در خواب بیند ماموں العاقبۃ شود یا نہ گفتند در خواب خدا تعالی را بینند اما
از خوف مکر و استدراج خالی نبود مگر ہمیں سر است کہ در خواب است نہ در
بیداری کہ در بیداری ہماں عاقبت بود وآں در جنت بود کہ آنجا خواب نبود

لہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام شیخ فتح اودہی تین روز متواتر سماع میں مشغول رہے اور
پانچوں وقت نمازیں ادا کرتے رہے تین دن کے بعد جب سکون ہوا تو احباب نے عرض کیا
کہ تین دن گذرے ہیں انہوں نے کہا کہ نماز ادا ہوئی عرض کیا ادا ہوئی اس کے بعد شیخ محمد علیہ
جو کہ خلیفہ ہیں شیخ فتح اللہ کے اون کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لئے بہیجا کہ یہ نماز صحیح
ہوئی یا نہیں شیخ محمد علیہ نے جواب لکہا کہ (حقیقت میں) نماز تو وہی ہوئی جو حضرت مخدوم نے
ادا کی - لیکن شریعت کی رعایت کی وجہ سے دوبارہ پڑھ لیں - سلہ پھر دریافت کیا یعنی حضرت
یحیی سے (خدا تعالی کا دیدار خواب میں ممکن ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ ممکن ہے (لوگوں نے
عرض کیا کہ جو شخص خدا تعالے کو خواب میں دیکہے کیا وہ خاتمہ سے بیخوف ہو سکتا ہی یا نہیں
انہوں نے کہا کہ خدا تعالی کو خواب میں دیکہہ سکتا ہے لیکن استدراج کے اندیشہ سے یہ
یہ امر خالی نہیں یہی راز ہے کہ یہ رویت خواب میں ہے بیداری میں نہیں کیونکہ بیداری میں (باقی بر صفحہ ۴۸)

ہماں بیداری بود و اینجا خواب و بیداری بود و این حجاب است و عاقبت نبود پس ہر چند بود خوف و خطر بود۔ ف حالت خاصہ میں کس قدر رعایت ہے حدود شرعیہ کی اور ان احوال کو کمال سمجھنے کی کیسی جڑ قطع کی ہے۔

مکتوب سی و پنجم۔ (قول ۵۱) بجواب مریدے کہ ملہم شدہ بود صر مومنا او کافرا کافر خواہی شد پس جواب نوشت کہ این را شتم محبت خوانند و رسم مودت دانند اور اسکے بعد یہ قول ہے تو در کار باش و در شریعت استوار باش و ہیچ باک مدار

خاک او باش بادشاہی کن آن او باش ہر چہ خواہی کن

ف اس میں بھی حالت خاصہ میں کس قدر رعایت ہے حدود شرعیہ کی اور جو چیز شرع سے موجب یاس نہ ہو اوس کی کیسی جڑ قطع کی ہے جیسے قول بالا میں بلا اذن شرع عجب کی جڑ قطع کی تھی۔

مکتوب سی و ششم۔ (قول ۵۲) ہوش دار و در کار مستقیم باش و در شرع مستدیم ہر چند استقامت شرع است و در کار است انوار است و اسرار اسرار می آرند مریدے نورے میدید پیش پیر عرض داشت کہ من

(بقیہ صفحہ گذشتہ) (جو دیدار ہوگا) وہی (محل دیدار) آخرت ہوگی (اور وہ جنت میں ہوگا کیونکہ وہاں خواب نہ ہوگا سر اسر بیداری ہی ہوگی اور یہاں (دنیا میں خواب و بیداری (دونوں حالتیں) ہیں اور یہ (دنیا) حجاب ہے روز آخرت نہیں (وہاں حجاب نہ ہوگا) پس (یہاں) کتنا ہی دیدار ہو (مگر خوف و خطرہ رہیگا (مامون العاقبۃ نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ دنیا کے بعد تو عافیت ہے اوسکا خوف ہوگا اور عافیت کے بعد کوئی عافیت نہیں اسلئے وہاں خوف عافیت کا تحقق نہ ہوگا

؂۱ ایک ایسے مرید کے جواب میں کہ جسکو یہ الہام ہوا تھا کہ مومن رہو یا کافر (انجام میں کافر ہوگا تحریر فرمایا کہ یہ دشنام محبت ہے اور دوستی کا طرز۔ تم اپنے کام میں لگے رہو اور شریعت میں مضبوط رہو اور کچھ اندیشہ نکرو۔ (بیت کا ترجمہ) اوس کی خاک پا ہو جا پھر بادشاہت کر اوسکی ملک (اور غلام) بنجا جو چاہے کر۔

؂۲ ہوشیار رہو اور کام میں استقامت رکھو اور شریعت پر قایم اور جمے رہو جب تک شریعت میں استقامت ہے اور کام میں لگا ہوا ہے انوار ہیں اور اسرار ہے (باقی بر صفحہ ۴۹)

چنیں نورمے بینم پیر اناۓ روزگار بود فرمود برو یک مشت کاہ از حق غیر بے اذن بگیر مرید ہمچناں کرد نور در پردہ شد مرید پیش پیر آمد ازیں حال عرض داشت پیر بحق رسیدہ فرمود خاطر جمع دار کہ آں نور حق است کہ اگر بارتکاب خلاف شرع آں نور مکشوف بودی نور نہ بودی بلکہ ظلمت بودی حق نہ بودی باطل بودے

ہرچہ درو داعیۂ شرع نیست بیت وسوسۂ دیو بود بے نزاع

وآنکہ یکمشت کاہ از حق غیر گرفتن فرمودہ بود از جہت آنکہ آں از صغائر است و در و رخصت شرع است بجہۃ قلت و امتحان صحت حال است وگرنہ پیر مرشد خلاف شرع ہرگز نہ فرماید وچوں ارتکاب ایں قدر زیان کرد معلوم است کہ در ارتکاب معاصی چہ زیان است وچہ حرمان پس در طاعت مستقیم باش و در شرع مستدیم کہ صفای باطن را و نجات آنجہان را امروز مارا جز شرع حجت نیست ہرچند ولی بعالم تحقیق رسد و بداند کہ ایں نور حق است وایں سر حق و فعل او فعل حق و قول او قول حق اما متابع نبی باشد و در بیان شرع او نتواند کہ از خود حکم بگرداند و در خلافِ اتباع وے سرّی بداند امروز

گذشتہ سے پیوستہ صفحہ ۴۸ ابھید کی باتیں پیدا ہوتی ہیں (حکایت) کوئی مرید نور دیکھتا تھا پیر کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایسا نور دیکھتا ہوں پیر عاقل تھا فرمایا کہ جاؤ ایک مٹھی گھاس دوسرے کی ملک سے بدون اجازت کے لے لو مرید نے ایسا ہی کیا نور چھپ گیا مرید نے پیر کے پاس آکر اس واقعہ کو عرض کیا پیر نے اسکی حقیقت سمجھکر کہا کہ خاطر جمع رکھہ کہ وہ نور نور حق ہے کیونکہ اگر خلاف شرع ارتکاب کرنے سے وہ نور ظاہر ہوتا تو (حقیقت میں) وہ نور نہوتا بلکہ ظلمت ہوتی حق نہوتا باطل ہوتا۔ (ترجمہ بیت) جس میں شریعت کا داعیہ نہو وہ بلا نزاع شیطانی وسوسہ ہے۔ اور یہ جو انہوں نے ایک مٹھی گھاس دوسرے کے حق میں سے لے لینے کو کہا تھا تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل گناہ صغیرہ ہے اور اس میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے بوجہ قلت شی اور صحت حال کا امتحان کرنے کے ورنہ پیر و مرشد خلاف شرع کام کرنے کو ہرگز نہ کہتے۔ اور جبکہ اس معمولی معصیت سے اسقدر نقصان ہوتا ہے تو معلوم ہے کہ بڑی بڑی معصیت کے ارتکاب میں کسقدر نقصان ہے اور کیسی محرومی۔ پس طاعت میں ثابت قدم رہو اور شریعت پر قایم رہو کیونکہ باطن کی صفائی اور اوس جہان کی نجات کے لئے اسوقت بجز شریعت کے کوئی شی حجت اور سبب نہیں۔ ہرچند ولی

(بقیہ برصفحہ ۵)

روزا بتلا است نہ روز جزا ہر چہ امروز مینمایند ومیکشایند در رمید ان ابتلا مینمایند ومیکشایند پر حذر باید بود والمخلصون علی خطر عظیم در کار ست مردان جان باختہ اند وجہان تاختہ اند وبانوار واسرار حق رسیدہ اند الحمد للہ علی ذلک۔ **ف** شریعت کے خلاف اہل طریق کے دہوکوں پر کیسی تنبیہ ہے۔ اور مشت کاہ لینے کو جو صغائر میں سے فرمایا یہ تورع ہے ورنہ غیر متقوم چیز کا لے لینا تو کسی درجہ کی بھی معصیت نہیں مگر عبث تہا اوس کی یہ ظلمت ظاہر ہوئی۔

مکتوب سی وہفتم۔ اقول ے؎ چوں بہ عالم تحقیق رسد ولی ولی شود ونبی نبی گردد وما بہ الامتیاز بینہما سر بین اللہ وعبدہ وولی ہر چند ولی بود وبعالم تحقیق رسد نتواند کہ نبی گردد وذرہ از متابعت نبی خلاف نماید ومقصود کلی اینجا توحید مطلق است خواہ نبی بود وخواہ ولی کہ آں سر حق است وسر مقربان

گذشتہ سے پیوستہ صفحہ ۴۹ محقق ہو جاوے اور جانے کہ یہ نور حق ہے اور یہ سر حق ہے اور اوسکا فعل فعل حق ہے اور اوسکا قول قول حق ہے مگر تابعدار نبی کا رہتا ہے اور شریعت کے بیان کے وقت اوسکو یہ حق نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی حکم بیان کرے اور اگر انبی کے خلاف کرنیکی حالت میں کوئی بہید کی بات معلوم کرے (تو جان لینا چاہیے اگر یہ وقت امتحان کا وقت ہے جزا و سزا کا وقت نہیں ہے (اسکا وقت آخرت میں ہے) اسوقت تو کچھ معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے امتحان کے لئے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے خائف رہنا چاہیے اہل خلوص بڑے خطرہ میں ہیں اس کا خیال ہے (اس میدان کے) مردوں نے جانکی پروا نہیں کی اور جہان سے پار ہو گئے اور حق کے انوار اور اسرار تک پہونچ گئے۔

لہ جب محقق ہو جاتا ہے تو ولی ولی ہو جاتا ہے اور نبی نبی بن جاتا ہے اور ما بہ الامتیاز ان دونوں کے درمیان ایک بھید ہے اللہ اور بندے کے درمیان ہیں۔ اور ولی ہر چند ولی ہو جاتا ہے اور محقق بنجاتا ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی ہو جاوے اور ذرہ برابر نبی کی اتباع کے خلاف کر سکے اور اصل مقصود اس مقام پر توحید مطلق ہے خواہ نبی ہو اور خواہ ولی کہ وہ سر حق ہے اور سر دینے والا کا مقربین اوس سے خوش ہے اور ان کا مطلوب وہی ہے۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۵۱)

بداں خوش است ومطلوب ایشاں ہماں ست وھو الحق ذو القوة المتین
درآں توحید ہمہ روے است ہیچ پشت نہ ہمہ حق است ہیچ غیر نہ وجوہ یومئذ
ناضرة الی ربہا ناظرة خبر ازیں سر است بیت

ہرچہ بینی ذات پاک حق ببیں — ایں چنیں دیدن ترا نیکو بود

وآں توحید کہ مومنان عام دارند وخدائے را ایمان بغیب آوردہ اند
ومقید ثواب وعقاب آنجہاں گشتہ اند ایں را توحید مقید خوانند ونزدبان
توحید مطلق دانند بے ایں توحید آں توحید دست ندہد وہرگز بداں راہ نیابد
کہ لاتوحید بدون الایمان اینجا گفتہ اند کہ دریں راہ کہ رود ایمان رود
وایں بادیہ خونخوار کہ قطع کند ایمان قطع کند وبدیں دولت کہ رسد ایمان رسد بیت

ہرکہ در راہ محمدؐ رہ نیافت — تا ابد گردے ازیں درگہ نیافت

ف جو لوگ اس دہوکہ میں ہیں کہ کمالات باطنہ میں اسلام بھی شرط نہیں
اون پر کس قدر بلیغ رد ہے

(بقیہ صفحہ ۵۰) (ترجمہ آیت) اور وہی حق زور آور نہایت قوت والا اس توحید
کے مرتبہ میں ہر شی مشاہدہ میں ہیچ ہی ہے غیبت میں کوئی نہیں ہر شی حق ہی غیر حق کوئی نہیں (ترجمہ
اوس روز (قیامت میں) بارونق ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے (اس آیت میں
اس راز کی خبر دی ہے (ترجمہ بیت) جو کچھ دیکھو تم ذات پاک حق کا مشاہدہ کرو (اس سوا کہ) تمہارا اس قسم کا مشاہدہ
نہایت اچھا ہے (اور وہ توحید دوسری قسم) کہ جو عام مسلمانوں کو حاصل ہے اور خدا تعالے پر ایمان بالغیب لائے ہیں اور صرف
آخرت کا عذاب وثواب اون کی غرض ہے اس (قسم کی) توحید کو توحید مقید کہتے ہیں اور توحید مطلق کا زینہ اس کو جانتے
ہیں بدون اس توحید کے وہ توحید کسی طرح میسر نہیں آسکتی اور اوس کا راستہ نہیں ملسکتا اسلئے کہ توحید کا حصول بدون
ایمان کے ممکن نہیں ہے اسجگہ ہی ان حضرات نے کہا ہے کہ اس راہ (سلوک) میں کون چلتا ہے ایمان چلتا ہے اس خونخوار جنگل کو
کون قطع کرتا ہے ایمان قطع کرتا ہے اس دولت کو کون حاصل کرتا ہے ایمان حاصل کرتا ہے
(ترجمہ بیت) جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو نہ پایا قیامت تک اس درگاہ کی گرد میسر
نہیں آئے گی۔

مکتوب چہل و دوم۔ (قول ۷۸) متعلق بعض اہل اغلاط۔ از احکام شرع رفتہ اند و حلال و حرام را یکسو نہادہ اند و در ضلالت افتادہ اند فردا با کفار در جہنم بوند تا اگر توحید با صحت دین و با استقامت احکام شرع متین و عقائد دینی بودے در ہر مرتبہ کہ بودے بکشف یا بمقال بلسان یا بحال ہیچ زیان نہ کردی بلکہ مطلوب راہ بودے و مقصود درگاہ۔ ف مدلول ظاہر ہے۔

مکتوب چہل و پنجم۔ (قول ۷۹) بدانند کہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بالمصطفیٰ علیہ السلام نبیا حقست جمیع اہل اسلام برین مقرر اند و ہر کہ یکے ازین راہ منکر شود کافر است بالاجماع انچہ اختلاف اہل ملۃ اسلام در احکام اسلام کردہ اند بعضے از ایشاں را اہل ضلالۃ گویند و اہل سنت و جماعت ندانند و اہل حق ندانند چنانچہ فرقہ معتزلہ و روافضہ و خوارجہ و کرامیہ و غیر ذلک و آں اجتہاد ایشاں را باطل و مردود خوانند آں مسائل معین و مذکور اند در کتب کہ بدان نسبت ایشاں را اہل ضلال گویند چنانچہ انکار صفات و انکار مسئلہ رویت و آں

لہ بعض اہل اغلاط کے متعلق وہ لوگ شریعت کے احکام سے ہٹ گئے حلال و حرام کو چھوڑ دیا گمراہی میں پڑ گئے کل کے دن کفار کے ساتھ دوزخ میں ہونگے حتے کہ اگر توحید دین کی درستی اور احکام شرع کی استقامت اور دینی عقیدوں کے ساتھ ہوتی جس مرتبہ کی ہوتی کشف سے یا مقال سے زبان سے یا حال سو کچھ نقصان نہ کرتی بلکہ سلوک کی مطلوب ہوتی اور درگاہ کی مقصود۔

سے جاننا چاہیے کہ حدیث رضیت باللہ الخ حق ہے ترجمہ اس پر میں راضی ہوں کہ میرا رب اللہ ہے اور دین میرا اسلام ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تمام اہل اسلام اس کا اقرار کرتے ہیں جو کوئی اس کا انکار کرے بالاجماع کافر ہے اسلامی فرقوں نے احکام اسلام میں جو کچھ اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض کو گمراہ کہتے ہیں اور ان کو اہل سنت و جماعت نہیں جانتے اور اہل حق نہیں سمجھتے جیسے فرقہ معتزلہ و روافضہ اور خوارجہ اور کرامیہ وغیرہ اور ان کے اجتہادی مسئلوں کو باطل اور مردود کہتے ہیں وہ مسئلے کتابوں میں مذکور ہیں کہ جن کی وجہ سے اون کو گمراہ کہتے ہیں جیسے صفات کا انکار اور مسئلہ رویت کا انکار اور ان کا۔ (بقیہ بر صفحہ ۵۳)

معتزلہ است واصل در اعتزال انکار صفات وانکار رویۃ است اشعریہ ہر چند تکوین را حادث گوید و در بعضے مسائل دیگر خلاف جوید اہل حق است واہلسنت وجماعت کہ منکر صفات ومنکر رویت نیست ہر چند مطعون ست وصفائے مذہب سنت ندارد وچنانچہ انکار از فعل اختیاری وآں جبریہ است واثبات فعل اختیاری کہ خالق آں خدائرا ندانند وآں قدریہ است وعلی را بر جملہ اصحاب فضل دہند وآں روافضہ است ومسح بر موزہ جائز ندارد و بر پاپے مسح کنند وآں شیعہ است وقرآن را مخلوق گوید وآں معتزلہ وزیدیہ اند وغیر ذلک کہ اہل سنت و جماعت ایشاں را بہ نسبت آں مسائل اہل حق نہ دانند وبیرون از اہل سنت وجماعت بخوانند کہ دریں از حضرت علیہ السلام الے یومنا باجماع اہل حق بر خلاف آں اقوال جملہ اہل ضلال قرار گرفتہ است ہر کہ ازیں قاعدہ تجاوز کند و در قولے از اقوال ایشاں مائل شود از اہل ضلال باشد وقول وفعل او مردود ومطرود بود وطائفہ اہل ضلالت اباحتیاں اند ایشاں خود را موحد خوانند وترک شرائع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) منکر فرقہ معتزلہ ہی اور اصل اعتزال صفات اور رویت کا انکار ہی اگرچہ معتزلہ اور مسائل میں بھی اہل حق کی مخالف ہیں اشعریہ ہر چند صفت تکوین کو حادث کہتے ہیں اور بعض دوسرے مسائل میں انکا اختلاف ہے اہل حق ہیں اور اہل سنت والجماعۃ ہیں اسلیے کہ صفات کے اور رویت کے منکر نہیں ہیں اگرچہ قول بالحدوث اور اختلاف مسائل کیوجہ سے مطعون ہیں اور صاف طور سے مذہب اہل سنت کا نہیں رکھتے۔ اور جیسے بعض کا دہندہ کے افعل اختیاری کا انکار کرنا اور وہ لوگ فرقہ جبریہ ہیں اور جیسے بعض کا بندے کے لئے فعل اختیاری بھی ثابت کرنا کہ اوسکا پیدا کرنیوالا خدا تعالی کو نہیں جانتے اور وہ لوگ قدریہ ہیں اور جیسے حضرت علیؓ کو تمام صحابہؓ پر فضیلت دیتے ہیں اور وہ لوگ روافضہ ہیں اور بعض موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں سمجھتے اور پانوں پر مسح کرتے ہیں اور وہ لوگ شیعہ ہیں اور بعض قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اور وہ لوگ معتزلہ اور زیدیہ ہیں وغیرہ وغیرہ کہ اہل سنت و جماعت ان لوگونکو ان مسائل کی بنا پر اہل حق نہیں سمجھتے اور اہل سنت وجماعت سے خارج کہتے ہیں کیونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر اسوقت تک باجماع اہل حق ان گمراہ لوگونکے اقوال کے خلاف ثابت و برقرار ہے جو کوئی اس متفق علیہ قاعدہ سے تجاوز کریگا اور ان گمراہ لوگونکے کسی قول کیجانب مائل ہوگا وہ گمراہ ہوگا اور اوسکا قول اور فعل مردود اور غیر مقبول ہوگا۔ گمراہ لوگوں سے

ایک گروہ اباحتیان کا ہی یہ لوگ اپنے کو موحد کہتے ہیں اور ترک شریعت کو (باقی حاشیہ بر صفحہ ۵۴)

جائز دانند و ندانند کہ توحید مطلق توحید عارفان و سرّ ایشان مخصوص بایشان است و اباحۃ بلیہ عام است و گمراہی تمام عصمنا اللہ وجمیع المؤمنین من ھذہ البلیۃ و آنچہ از مشائخ اقوال و اشارات ظہور یافتہ است آں تعلق بمرتبہ ایشان دارد و بعضے از اہل ظاہر شطحیات گویند بداں معنی کہ خلاف ظاہر است چنانچہ لیس فی الدارین غیر اللہ و انا الحق و سبحانی رد آں جائز نیست کہ اقوال اہل حق واہل سنت و جماعت اند و قبول آں لازم نیست کہ معصوم نیند روا باشد کہ لغزیدہ باشند انبیاء معصوم اند اقوال ایشان را شطحیات نہ گویند مجمل و متشابہ خوانند ہر یکے از اولیا بر قدر علو درجہ خویش در متابعت سید المرسلین دمے و قدمے دارد کہ یکے بدیگرے نرسد و فہم آں او را نبود چنانکہ قرآن ناطق است وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبرا اگر آنجا انکار بود حرمان عظیم باشد

(بقیہ صفحہ ۵۳) جائز بتلاتے ہیں اور بیوقوفی سے انہیں جانتے کہ توحید مطلق اور عارفونکی توحید اور اسرار اونکے ہی ساتھہ مخصوص ہے (تارک شریعت کو کسطرح یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے) اور اباحت یعنی ترک شریعت کو جائز کہنا عام بلا ہے اور پوری گمراہی ہے اللہ تعالے ہم کو اور تمام مسلمانونکو اس بلا سے محفوظ رکھے اور مشائخ سے جو اقوال و ارشادات (غلبۂ حال میں) ظاہر ہوئے ہیں اون کا تعلق اُنہی کے مرتبہ کے ساتھہ ہے (دوسرونکے فہم سے بالا ہیں) اور بعض اہل ظاہر اون اقوال کو شطحیات کہتے ہیں اسلئے کہ ظاہر شریعت کے خلاف ہیں چنانچہ یہ قول لیس فی الدارین غیر اللہ اور انا الحق اور سبحانی (ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ) ان کا انکار اور رد جائز نہیں کیونکہ اہل حق اور اہل سنت و جماعت کے اقوال ہیں اور قبول کرنا بھی لازم نہیں اسلئے کہ وہ معصوم نہیں ہیں ممکن ہے کہ ان کو لغزش ہو گئی ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اون کے اقوال کو (جو کہ خلاف ظاہر ہیں) شطحیات نہیں کہتے بلکہ مجمل اور متشابہ کہتے ہیں۔ ہر ولی کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ایک عالی درجہ حاصل ہوتا ہے کہ دوسرا وہاں تک نہیں پہونچ سکتا اور اوس کو نہیں سمجھہ سکتا چنانچہ قرآن پاک میں (حضرت موسٰے علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں خضر علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے جس سے اس تحقیق کی تائید ہوتی ہے) ارشاد ہے (ترجمہ آیت) کیسے صبر کرو گے ایسے امور پر جنکی حقیقت سے تم واقف نہیں ہو۔ ایسے مشائخ پر انکار کرنے سے بڑی محرومی ہوتی ہے (باقی حاشیہ بر صفحہ ۵۵)

کہ منکر بجائے نرسد جز مخذول و مطرود نبود صاحب عوارف مے گوید من انکر هم ضل واعتدی و مصدق اگرچہ بدرجۂ ایشاں نرسیده است امید است کہ تصدیق را ور صحبت و خدمت ایشاں آردو او را بکمال مردان رساند و عارف سبحان گرداند۔ ف اہل بدعت و اہل اباحت پر کس قدر رد ہے اور شطحیات کے متعلق اور اون کی ساتھہ جو معاملہ رکہا جاوے اوسکا کیا اچھا فیصلہ ہے۔

از اخبار الاخیار للشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی رحمہ اللہ

تذکرہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اعظم خلفاء حضرت سلطان نظام الدین اولیاء

اقول ۵۰ نقل ست کہ روزے بعضے از مریدان شیخ نظام الدین اولیاء مجلسے داشتند و از دف زنان سرودے مے شنیدند شیخ نصیر الدین محمود در مجلس بود و برخاست تا برآید یاران تکلیف نشستن کردند گفت خلاف سنت است گفتند از سماع منکر شدی و از مشرب پیر برگشتی گفت حجت نمیشود دلیل از کتاب و حدیث مے باید بعضے از غرض گویاں ایں سخن بخدمت شیخ رسانیدند کہ شیخ محمود چنیں میگویند شیخ را صدق معاملۂ او معلوم بود فرمود راست میگوید

(بقیہ حاشیہ ۵۴) کیونکہ منکر کو کوئی مرتبہ نہیں حاصل ہوتا بجز رسوا اور ذلیل ہونیکے کچھہ نہیں ہوتا صاحب عوارف فرماتے ہیں جس نے انکار کیا گمراہ ہوا اور حد سے آگے نکل گیا" اور تصدیق کرنیوالا اگرچہ (ابہی تک) اِنکے درجہ تک نہیں پہونچا لیکن امید ہے کہ تصدیق کیوجہ سے انکی صحبت و خدمت میں حاضر ہوکر بزرگوں کے کمالات کو حاصل کرے اور اوسکو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔

۵۰ نقل ہے کہ ایک روز سلطان نظام الدین اولیاء کے بعض مرید کسی مجلس میں جمع تھے اور عورتوں کا دف سے گانا سنتے تھے شیخ نصیر الدین محمود مجلس میں تھے اُوٹھہ کھڑے ہوئے تاکہ باہر چلے جائیں یاران طریقت نے بیٹھنے پر زور ڈالا تو کہا کہ یہ سنت کے خلاف ہے لوگوں نے کہا کہ سماع کا انکار کرتے ہو اور پیر کے طریقہ کو چھوڑتے ہو کہا کہ پیر کا طریقہ دلیل اور حجت نہیں قرآن اور حدیث سے دلیل بیان کرنی چاہئیے بعض مخالفوں نے اس واقعہ کی خبر شیخ کو کردی کہ شیخ محمود ایسا کہہ رہے ہیں شیخ کو اون کا

میگوید حق آنست کہ او میگوید در سیر الاولیا مینویسد کہ در مجلس شیخ نظام الدین مزامیر نبودے و تصفیق نہ کردندے و اگر کسی از یاران چیزے بخدمت او میرسانید کہ مزامیر میشنود منع میکردو مے گفت خوب نمی کنند و در خیر المجالس میگوید عزیزے بخدمت شیخ نصیر الدین محمود در آمد آغاز کرد کہ کجا روا باشد کہ مزامیر در جمع باشد و دف و نای و رباب و صوفیان رقص کنند خواجہ فرمودند کہ مزامیر باجماع مباح نیست اگر یکے از طریقت بیفتد بارے در شریعت باشد اگر از شریعت ہم بیفتد کجا رود اول در سماع اختلاف است نزدیک علماء با چندین شرائط مباح اہل آں را اما مزامیر باجماع حرام است۔

ضمیمۂ قصۂ بالا از رسالہ فروع السماع للشیخ الممدوح۔

و حضرت[1] شیخ نصیر الدین محمود رحمہ در غایت تورع و احتیاط و مسلمانی و نگہداشت حدود ظاہر بودند ہمیشہ بدرس علوم دینی مشغول در گاہ گاہے کہ سماع میشنیدند قوالان ہم از جنس طالبعلمان و درویشان مے بودند کہ در خدمت ایشاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ (کتاب) سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ نظام الدینؒ کی مجلس میں مزامیر نہ ہوتے تھے اور تالی نہ بجاتے تھے اور اگر کوئی شخص احباب کیطرف سے انکی خدمت میں عرض کرتا کہ مزامیر سنتے ہیں تو انکو منع کرتے اور فرماتے کہ یہ کام اچھا نہیں۔ خیر المجالس میں لکھا ہے ایک عزیز شیخ نصیر الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ کہاں جائز ہے یہ بات کہ مزامیر۔ اور دف۔ اور بانسری۔ اور رباب۔ یہ سب مجمع میں جو ہوں اور صوفی لوگ رقص کریں۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ مزامیر بالاجماع جائز نہیں اگر کوئی طریقت سے نکل جائے تو اوسکا شریعت میں ٹھکانا ہوسکتا ہے اگر شریعت سے ہی گر جائے تو پھر کہاں جائے (پس مزامیر کے پاس بھی نہ جانا چاہئے کہ شریعت کے خلاف ہے) رہا سماع تو اس میں اختلاف ہے (بعض) علماء کے نزدیک اہل کیلئے کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے لیکن مزامیر بالاجماع حرام ہیں۔ [1] اور حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ غایت درجہ کا تقویٰ اور احتیاط اور دینداری اور ظاہری حدود کی رعایت رکھتے تھے۔ ہمیشہ علوم دینی کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ کبھی کبھی سماع سنتے تھے قوال بھی طالب علموں اور درویشوں میں سے ہوتے تھے جو کہ انکی خدمت میں (بقیہ بر صفحہ ۵۷)

کار می کردند چنیں شنیدہ میشود کہ یکبار در خانہ شیخ برہان الدین غریب مجلس
سماع بود و مزامیر نیز بود و شیخ نصیر الدین محمودؒ از مجلس برخاستہ و اعراض
نمودہ بمنزل خود آمدند کسی گفت کہ از طریقہ پیر برگشتی گفت حجت نمیشود و ایں
خبر بسلطان المشائخ رسانیدند فرمودند خوب کرد و حق بجانب اوست و منتسبان
سلسلہ مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ تعالےٰ سرہ غایت اجتناب و احتراز
از شنیدن مزامیر دارند و ایشاں میگویند کہ شیخ فرمودند کہ ہر کہ سماع مزامیر
کند از عقد بیعت و مریدیِ ما برآید واللہ اعلم بالصواب ف سماع مع المزامیر
کی جو مذمت فرمائی ہے ظاہر ہے۔

باب دوم جسمیں ان حضرات کے وہ افعال ہیں جن سے خود اونکا شدید الاتباع ہونا ثابت ہوتا ہے

از مختصر حالات خواجگان چشت رح

حالات حضرت خواجہ معین الدین رح۔ عمل (۱) وہاں کا (یعنی ہرات کا)
حاکم ایک شیعی محمد یادگار تہا کہ جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں
دیا کرتا تہا اور جو کوئی اوس کی قلمرو میں اپنی اولاد کا نام ابوبکر یا عثمان یا عمر

(بقیہ حاشیہ صفحہ) رہکر کام کرتے تھے ایسا سُنا گیا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ برہان الدین غریبؒ کے مکان
میں سماع کی مجلس منعقد تھی اور مزامیر بہی موجود تھے۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ مجلس سے اوٹھ کھڑے
ہوئے اور اپنے مکان پر آ گئے کسی نے کہا کہ آپ پیر کے طریقہ سے پہر گئے فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں
اس خبر کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لوگوں نے پہونچا دیا تو فرمانے لگے کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور
حق اونکی جانب ہے مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہٗ کے سلسلہ کے مرید مزامیر سننے سے
غایت درجہ پرہیز کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ جو مزامیر سُنے گا وہ ہماری بیعت
اور مریدی سے خارج ہو جاوے گا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مترجم

رکہتا فوراً قتل کروا دیتا۔ حضرت خواجہ اوسی کے باغ میں اوترے اور لب حوض مقام کیا وہ جب اپنے باغ میں سیر کے لئے آیا تو اون کو دیکھکر غضبناک ہوا اور چاہا کہ انہیں آزار دے کہ اس اثنار میں خواجہ کی نظر فیض اثر اوس پر جا پڑی فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا خواجہ نے جب اوس کی یہ کیفیت دیکھی حوض سے پانی لیکر اوسپر چہڑکا جب اوسے ہوش ہوا تو وہ اوسی وقت اپنے عقیدہ سے پھر گیا اور قدموں میں آپڑا پہر مع اپنے اراکین کے حضرت خواجہ کا مرید ہو اور بہت سا مال و متاع اور خزانے شیخ کے آگے لا رکہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ مال تیری ملک سے نہیں ہے بلکہ یہ مال اون کا ہے جن سے کہ بطریق ظلم لیا گیا ہے تجھے چاہئے کہ جن جن سے یہ لیا ہے اُنہیں کو پہونچا دے اوس نے ایسا ہی کیا اور اپنے لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ پہر پندرہ روز خدمت عالی میں رہکر اپنے کام کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت پایا پہر وہ ظاہری و باطنی دونوں خلافتیں حاصل کر کے ہرات ہی پر مامور کیا گیا۔ ف دیکھئے حقوق العباد کا کتنا اہتمام فرمایا جسکا آج مدعیان علم و عمل کو بھی اتنا اہتمام نہیں ہے

حالات خواجہ قطب الدین رح۔ عمل ۱۲ اصلاح الدین پسر کریم الدین ونصیر الدین غزلخواں نے یہ بیت شروع کر دی ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را[1] ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

اس بیت کے سنتے ہی آپ پر وہ حالت طاری ہوئی کہ دس گز زمین سے اُچھلنے لگے تین روز تک یہی حالت رہی سوائے نماز کے اور کسی وقت ہوش نہوا جب نماز پڑہ لیتے پہر وجد کرنے لگتے۔ ف دیکھئے نماز کا کتنا اہتمام تہا کہ ایسی حالت مغلوبیت میں بہی غفلت نہیں کی۔

حالات شیخ فرید الدین رح۔ عمل ۱۳: بی بی شریفہ جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی تہیں۔ اور کوئی اولاد نہ رکہتی تہیں مرتے دم تک خدا ہی کی یاد میں

---

[1] خنجر تسلیم و رضا کے قتل کئے ہوؤں کو ہر وقت ایک دوسری قسم کی جان غیب سے ملتی رہتی ہے ۱۲ مترجم

لگی رہیں بڑی ولیہ کاملہ تھیں چنانچہ آپکے والد یعنی حضرت شیخ فریدرح فرمایا کرتے تھے اگر خلافت وسجادہ عورت کے لئے جائز ہوتا تو بیشک بی بی شریفہ اس قابل تہیں کہ اُنہیں خلافت دیجاتی۔ ف دیکھیے شریعت کا کسقدر دقیق اتباع ہو کہ باوجود کسی صریح قولی نہی کے وارد نہ ہونے کے متبعین سنت کے توارث پر کس اہتمام سے عمل فرمایا۔

از انیس الارواح

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین رح آٹھویں مجلس۔عمل (۱۳) کھانا لایا گیا تو حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ کہانا دسترخوان پر لاؤ کیونکہ ہم اوسپر کہائیں گے اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوان (چوکی) پر کہانا نہیں کھایا یہ حدیث میں مصرح ہے لیکن خوان پر کہانا کہانے سے منع بھی نہیں فرمایا ہے لہذا اگر کوئی کہاوے تو رواہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور سب صحابہ واہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ دسترخوان ہی پر کہانا کہاتے تھے۔ف دیکھیے باوجودیکہ چوکی پر کہانا رکھکر کہانے کو جائز سمجھتے تھے اور یہ تو آپ کی رائے ہے مگر سنت کے خلاف ہونے کے سبب اوس کو پسند نہیں کیا کس درجہ اتباع سنت ہے۔

از فوائد السالکین

یعنی ملفوظات خواجہ قطب الدین کاکی رح جمع کردہ حضرت بابا فریدگنج شکر رح مجلس دوم۔عمل (۱۵) قصہ سماع قطب صاحب وقاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہما میں مذکور ہے اس بیت نے (یعنی کشتگانِ خنجر تسلیم را ❊ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست ❊) ہم دونوں کو پکڑ لیا تین رات دن برابر مدہوش ومتحیر رہے

پھر ہم دونوں اپنی جگہ پر آگئے اور یہی بیت پھر پڑھوائی پھر تین رات تک برابر متحیر رہے اور کچھہ خبر نہ ہوئی مگر نماز کے وقت ہوش آجاتا تھا بعد نماز پھر عالم سماع میں مشغول ہو جاتے پھر سات رات دن تک اور بھی عالم تحیر میں رہے ف دیکھئے ایسی سخت حالت میں نماز قضا نہیں کی اس سے زیادہ کیا اتباع شریعت ہوگا۔ یہ قصہ پہلے بھی آیا ہے مگر ماخذ کے تعدد سے مکرر لایا گیا جس سے تقویت ہوگئی۔

مجلس چہارم۔ عمل (۶) اتنے میں کہانا آگیا خواجہ اور سب درویش کہانا کہانے لگے کہ اتنے میں شیخ نظام الدین ابوالمؤید آئے اور سلام کیا خواجہ نے نہ اون کے سلام کا جواب دیا اور نہ اون پر التفات فرمایا ابوالمؤید پر یہ امر نہایت شاق گذرا غرضکہ جب کھانیسے فارغ ہوئے تو ابوالمؤید نے سوال کیا کہ جب آپ کھانا کھا رہے تھے میں آیا اور سلام کیا آپ نے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ بقاءہ نے فرمایا کہ ہم طاعت آلہی میں تھے سلام کا جواب کسطرح دیا جاتا۔ درویش لوگوں کا کہانا محض قوت عبادت کے لئے ہوتا ہے اور یہی اون کی نیت ہوتی ہے کہانا کہانا گویا اون کی عبادت ہے پس جب وہ عبادت وطاعت میں مشغول ہیں تو اون کو یہ روا نہیں کہ وہ سلام کا جواب دیں اور آنے والے کو یہی چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کہانے میں شریک ہو جب طعام سے فارغ ہو اُٹھے اور سلام کرے پھر اسی محل پر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی (کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز کے پیر تھے) اپنے یاروں کے ساتھہ کہانے میں مشغول تھے امام الحرمین استاد امام غزالی آئے اور سلام کیا کسی نے اون پر التفات نہ کیا جب کہانے سے فارغ ہوئے تو امام الحرمین کہنے لگے کہ میں آیا اور سلام کیا لیکن آپ لوگوں میں سے کسی نے سلام تک کا جواب نہ دیا یہ کیا نیک بات ہے شیخ ابوالقاسم نے کہا کہ رسم یہی ہے کہ جو جماعت میں آئے اور وہ جماعت کو کہانے میں مشغول پائے

تو آکر بیٹھ جائے جب وہ فارغ ہوں تو پھر اوٹھکر سلام کرے امام الحرمین کو یے کہ یہ بات کہاں سے نکالی عقل سے یا نقل سے اونہوں نے فرمایا عقل سے کیونکہ جب درویشوں کا کہانا محض قوت عبادت ہی کے لئے ہے اور یہی اون کی نیت ہے تو گویا وہ عین طاعت میں ہیں پس جب وہ طاعت میں ہوئے تو جواب کیونکر دیسکتے ہیں۔ف یہ وہی عمل ہے جس کی فقہا نے تصریح کی ہے کہ کہانے کی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے (درمختار) صرف دلیل میں فرق ہے فقہا کے نزدیک احتمال عجز عن الجواب بنا ہے اور شغل عبادت مستقل بنا ہے۔اور خواجہ صاحب نے اکل للتقوی فی الدین کو عبادت میں داخل کر کے اوس کو بنا قرار دیا اور اس کی بہی گنجایش ہے چنانچہ امام الحرمین نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔اس حکایت سے کسقدر دقیق اتباع احکام شرعیہ کا معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی کی رعایت کو مروت کی رعایت پر اور مخاطب کی وجاہت پر غالب رکہا۔

از راحۃ القلوب

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ جمع فرمودہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

مجلس نہم۔عمل (۷۵) پھر آپ نے اس محل پر فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز ہر شب تراویح میں دو ختم قرآنؓ کرتے چنانچہ ماہ رمضان میں ساٹھ ختم ہوتے۔ف ظاہر ہے جو بزرگ شریعت کے اعمال غیر موکدہ کا اسقدر اہتمام کریں گے وہ اعمال موکدہ کا کس قدر کرتے ہونگے

مجلس ہفتدہم۔عمل (۷۶) جس مذہب میں کہ ہم ہیں وہ امام اعظم ابو حنیفہؓ ہی کا مذہب ہے یہ مذہب صواب پر ہے اور خطا کا احتمال نہیں ہے

اور بعضوں نے کہا ہے کہ چاروں مذہب اہل سنت والجماعت ہیں۔ مجتہدین میں سے کسی کو بھی ہوائے نفس سے میل نہ تھا اور نہ بدعت کے پاس تھے وہ کیسے خدا کے بندے تھے کہ جنہوں نے سوائے متابعت خدا تعالےٰ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی کام نہیں کیا۔ ف مذہب حنفی پر ہونا ظاہر ہے اور مذہب حنفی میں کبھی ترک شریعت کی اجازت نہیں پس یہ حضرات یقیناً شریعت کے متبع تھے اور یہ ارشاد کہ خطا کا احتمال نہیں اس سے مراد مطلق احتمال نہیں بلکہ وہ احتمال جو تشکیک مشکک سے پیدا ہو جاوے۔ جیسا ایک مذہب کے متبع کو دوسرے مذہب کے متعلق ہوتا ہے اس توجیہ پر اس کو مابعد کے قول سے تعارض نہیں۔

از راحۃ المحبین

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیارح جمع فرمودہ حضرت امیر خسرو رح

دوسری مجلس۔ عمل ۱۰۹ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ایک روایت فرما کر فرمایا یہ روایت بعض مفسرین نے اس طرح بیان کی ہو آگے اللہ جانے کہ اصل حقیقت سے وہی خوب واقف ہے۔ ف اس سے ان حضرات کی نقل روایات میں نہایت احتیاط فرمانا ثابت ہوتا ہے کہ جہاں ماخذ پر وثوق نہ ہوتا تھا ظاہر فرما دیتے تھے اور جہاں ایسی احتیاط منقول نہ ہو وہاں شک نہ ہونے سے معذور تھے اور شک ہونے نہ ہونے کے اسباب اجتہادی ہیں۔

مجلس چہارم ۲۷ شعبان ۶۵۵ھ۔ عمل ۱۱۰ فرمان ہوا کہ سماع شروع ہو جب سماع شروع ہونے لگا تو شیخ الاسلام کھڑے ہو گئے اور رقص کرنے لگے چنانچہ سات رات دن برابر رقص میں رہے جب نماز کا وقت آتا

نماز پڑھتے پھر سماع میں مشغول ہو جاتے۔ ف اس سے بڑھ کر کیا اہتمام ہوگا اتباع شریعت کا کہ ایسی مغلوبیت کی حالت میں بھی نماز سے غفلت نہیں ہوئی مجلس نہم۔ ۵ رمضان ۶۵۵ھ۔ عمل (۱۱) پھر آپ نے فرمایا کہ بزرگان و خواجگان ماہ مبارک کی راتوں میں ہر شب تراویح میں ختم قرآن کیا کرتے تھے پھر آپ نے اسی محل پر فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز ہر شب تراویح میں دو ختم قرآن کرتے چنانچہ ماہ رمضان میں ساٹھ ختم ہوتے۔ ف عمل ۸ کی تقریر یہاں بھی ہے۔ اور اس ملفوظ میں دیگر بزرگان و خواجگان کا معمول بھی مذکور ہے اس لئے یہ عمل ۸ کا تکرار نہیں ہے نیز راوی کے تعدد سے بھی تکرار محض نہیں رہا۔

پانچویں مجلس ۷ رمضان ۶۸۹ھ۔ عمل (۱۲) اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ فرید الحق والدین قدس سرہ کی یہ عادت تھی کہ تراویح کے بعد ایک دوگانہ میں روزانہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور اوسی وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے بیس سال تک آپ کا یہی ورد رہا۔ ف یہاں بھی وہی تقریر ہے جو عمل ۸ کے تحت میں گذری۔

از فوائد الفواد

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رح جمع کردہ حضرت علاء سنجری رح

مجلس ۷ ذیقعدہ ۷۱۵ھ۔ عمل (۱۳) پھر آپ نے شیخ فرید الدین قدس سرہ کی حکایت فرمائی کہ انہیں سماع میں بڑا ذوق تھا ایکدفعہ انہیں سماع کا شوق ہوا قوال کوئی موجود نہ تھا آپنے مولانا بدر الدین اسحٰق سے فرمایا کہ وہ جو قاضی حمید الدین ناگوری رح نے مکتوب بھیجا ہے اوسے لاؤ انہوں نے بہت سے رقعے جمع کر رکھے تھے اور ایک خریطے میں رکھ چھوڑے تھے

بدر الدین اسحٰق نے جو خریطے میں ہاتھ ڈالا تو اوّل وہی مکتوب ہاتھ میں آیا پھر وہ شیخ کی خدمت میں لائے آپ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو انہوں نے بموجب ارشاد پڑھنا شروع کیا اس میں لکھا ہوا تھا کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشان ست واز سر و دیدہ خاکِ قدم ایشان[1] شیخ نے فقط اتنا ہی سُنا تھا کہ آپ پر ایک حال اور ذوق پیدا ہوا۔ ف دیکھئے ان حضرات کا سماع یہ تھا کہ نثر سے بھی وہی اثر لیتے تھے جو نظم سے لیتے تھے ان رسوم معروفہ منکرہ سے مبرا تھے۔

مجلس ۵ ار رمضان ۱۷۶۱ھ۔ عمل (۱۴) ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے فرمایا تھا کہ تم دھوپ میں نہ بیٹھا کرو کہ اس سے چہرہ کی طراوت جاتی رہتی ہے میرے دل میں یہ بات تھی کہ میں آپ سے دریافت کروں کہ یہ حدیث کیونکر ہے اتنے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے اس حدیث کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہاں مولانا علاؤ الدین اصولی رحہ سے کہ وہ میرے اوستاد تھے بدایوں میں میں نے سُنا تھا اور وہ بڑے بزرگ اور کامل آدمی تھے۔ ف معلوم ہوا کہ نقل احادیث میں احتیاط بلیغ فرماتے تھے اس احتیاط پر بھی اگر کچھ تسامح ہو جاتا اوس میں معذور رہتے۔

مجلس ۱۰ ار ذیقعدہ ۱۷۶۱ھ۔ عمل (۱۵) مولانا سراج الدین حافظ بدایونی حاضر تھے عرض کیا کہ من لیس لہ شیخ[2] فشیخہ الشیطان کیا یہ حدیث رسول اللہ ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ تو مشائخ کا قول ہے۔ پھر مولانا سراج الدین نے پوچھا۔ من لم یر مفلحا[3] لا یفلح ابدًا حدیث ہے فرمایا نہیں

---

[1] کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ درویشوں کا غلام ہے اور سر اور آنکھ سے ان کے قدم کی خاک
[2] جس کا کوئی پیر نہو تو شیطان اوس کا پیر ہے۔
[3] جس نے کسی کامیاب (یعنے خدا رسیدہ) کو نہیں دیکھا تو کبھی کامیاب نہو گا ۱۲ مترجم

یہ بھی مشائخ رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ف مثل عمل بالا۔

مجلس ۲۹ رجمادی الآخر سنہ ۱۳۱۸ھ عمل (۱۶) دولت دست بوسی حاصل ہوئی چونکہ رجب قریب تھا بندہ نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ایک نماز فرمائی ہے کہ وہ تین اور چار اور پانچ کو پڑھی جاتی ہے میرے جی میں یہ خطرہ گذر رہا ہے کہ جو دعائیں وغیرہ اور بزرگی اس نماز کی فرمائی ہے آیا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی گیئیں ہیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم کبار سے یا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے غرضکہ متعینہ سورتیں اور دعائیں کہاں سے ہیں اور اون کا کیا ثبوت ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ معنی الہام سے ہی ہیں ف کسی امر کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کس قدر احتیاط فرمائی اور کس قدر اعتدال سے کام لیا کہ نہ منقولات کا انکار کیا اور نہ اوس کو حد سے بڑھایا بلکہ حقیقت بیان کردی جس سے افراط وتفریط کی اصلاح ہوگئی اور جو حدیث نہ ثابت ہو اور نہ دلائل صحیحہ کے معارض ہو اور کسی بزرگ سے منقول ہو اوس میں بھی الہامی وکشفی ہونیکا احتمال ہوسکتا ہے جیسا علماء ظاہر احادیث منامیہ کو نقل کرتے ہیں اور اوس کو حدیث کہتے ہیں جیسے صاحب مشارق الانوار نے خواب میں بارہ ذیقعدہ سنہ ۶۱۱ھ میں فجر کے قریب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث اذا وضع العشاء واقیمت الصلوٰۃ کے متعلق تحقیق کیا کہ یا رسول اللہ ھذا الحدیث صحیح حضور نے ارشاد فرمایا نعم اور اسکو ایک درجہ کی حدیث قرار دیا گیا البتہ وہ منامی ہونے کی تصریح فرما دیتے ہیں اور صوفیہ اس تصریح کا التزام نہیں کرتے ممکن ہے کہ اصل راوی اس کا التزام کرتے ہوں پھر اہتمام نہ رہتا ہو۔

مجلس ۲۹ رجمادی الآخر سنہ ۱۳۱۸ھ عمل (۱۷) اس کے بعد مشائخ کے احوال کا ذکر ہونے لگا بندہ نے عرض کیا کہ میں نے ایک بات سنی ہے

کہ لوگ ایسا کہتے ہیں تو یہ کلمات خواجہ بایزید بسطامیؒ کے ہیں اور مجھے ان کلمات کی کوئی تاویل نہیں آتی اور نہ کسی طرح میرے دل کو قرار ہوتا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا کلمات ہیں بندہ نے عرض کیا کہ وہ کلمات یہ ہیں۔ محمد ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ آپ نے فرمایا نہیں یہ اون کا قول نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ انہوں نے کہا تھا سبحانی ما اعظم شانی پھر آخر عمر میں آپ مستغفر ہوئے اور کہا میں نے یہ بات ٹھیک نہ کہی تھی میں اوس وقت جہودی تھا اب زنار توڑتا ہوں اور سرنو مسلمان ہوتا ہوں اور کہتا ہوں۔ اشھد[1] ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وا شھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

ف شریعت اور ادب کو کیسا جمع فرمایا ہے اور نسبت کے اثبات ونفی میں کیسی احتیاط فرمائی ہے۔

مجلس ۲۷ ذی الحجہ ۱۸ ۱۳ھ۔ عمل ۱۸ پھر اس عزیز نے یہ سوال کیا کہ کیا قلب اور قالب اور روح تینوں کو معراج تھی اور اگر معراج تھی تو کیونکر تھی حضرت خواجہ نے یہ مصرع زبان مبارک سے فرمایا ع

تظن خیرا ولا تسأل عن الخبر۔

یعنی نیک گمان رکھنا چاہئے تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ اس پر ایمان رکھنا چاہئے اور تحقیق وتفتیش میں غلو نہ کرنا چاہئے۔

ف کس قدر عمیق اتباع سنت ہے جس چیز کو شریعت نے مبہم رکھا اوس میں کاوش کو پسند نہ فرماتے تھے۔

مجلس ۹ رمضان ۱۹ ۱۳ھ۔ عمل ۱۹ بندہ نے عرض کیا کہ وہ (یعنی شیخ سیف الدینؒ) سماع سنتے تھے فرمایا ہاں مگر اس طرح نہیں سنتے تھے کہ مجلس مرتب کریں اور برسم دعوت لوگوں کو بلائیں اور سماع

---

[1] دل سے گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ کوئی اوس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اوس کے بندے اور رسول ہیں ۱۲ مترجم

سنیں بلکہ اون کی کیفیت یہ تھی کہ وہ حکایت وسخن فرماتے جب کوئی وقت خوش دیکھتے تو فرماتے کوئی ہے کچھہ کہے اوس وقت قوال آتا کچھہ کہتا پس اون کا سماع اس طرح کا تھا۔ ف ان بزرگوں کے سماع کا طرز اس سے معلوم ہوا کہ رسوم متعارفہ کے پابند نہ تھے۔

مجلس ۷ رجمادی الاولی ۷۱۹ھ عمل (۲۰) دولت پابوسی حاصل ہوئی بندہ نے عرض کیا ایک شخص پانی پئے اور دوسرے دعا کے لئے ہاتھہ بڑہائیں تو یہ سنت ہے حضرت خواجہ نے تہوڑا تامل کیا حاضرین میں سے ایک نے چند لفظ پڑہے اور کہا یہ حدیث ہے حضرت خواجہ نے فرمایا یہ حدیث حدیث کی مشہور و معتبر کتابوں میں تو ہے نہیں اور انکار کر نہیں سکتے شاید ہو جو حدیث لوگ سنیں تو یہ نہ کہیں کہ حدیث نہیں ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ معتبر حدیث کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ف کس قدر حدود کی حفاظت ہے کہ حالت کذائیہ میں نہ ایسی حدیث کے حدیث ہونے کا جزم کیا جاوے اور نہ اوس کی نفی کا جزم کیا جاوے کہ دونوں حکم تخمینی ہیں۔

از روضہ اقطاب

باب پنجم۔ ذکر حضرت فضیل بن عیاض رح۔ عمل (۲۱) درلہ کتاب تذکرۃ الاولیا مینویسد کہ خواجہ فضیل در ابتدائے حال مہتر گروہ راہ زناں بود وہر چہ از راہ زنی حاصل مے نمود در ہر جائے ازاں مسجد عمارت مے فرمود روزے با یاران خود برائے غارت نزدیک کاروانے رسید یکے از کاروان خواندن ایں آیت آغاز گردانید۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ یعنی آیا

لہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ خواجہ فضیل رح ابتدائے حال میں رہزنوں کے سردار تھے جو کچھہ رہزنی سے ملتا ہر مقام پر اوس سے مسجد بنوادیتے تھے ایکدن اپنے لوگوں کے ساتھہ لوٹ مار کیلئے ایک قافلہ کے نزدیک گئے اہل قافلہ میں سے کسی نے یہ آیت پڑہنی شروع کردی (حاصل ترجمہ آیت) کیا وہ وقت نہیں آیا کہ یہ سوتے ہوئے دل تمہارے بیدار ہوں۔ (بقیہ بر صفحہ ۶۸)

وقت آں بیامدہ است کہ ایں دل خفتہ شما بیدار شود خواجہ را معنی ایں آیت درگرفت وہماں زمان از رہزنی تائب گردید درخت ومال از ہر کہ گرفتہ بود بدو رسانید پس ازاں بکوفہ رفت وبا امام ابوحنیفہ کوفی صحبت داشت واولیار بسیار را دریافت

ف آج کل کے اہل تقویٰ صرف توبہ کو کافی سمجھتے ہیں ان حضرات کی پابندی قابل ملاحظہ ہے کہ توبہ کے بعد اہل حقوق کو اون کے حقوق پہونچائے اور اون اموال کو تعمیر مساجد میں صرف کرنا یہ خود ایک دلیل ہے ان کے سلامت فطرت کی کیونکہ اگر ایسے اموال کے مستحقین تلاش سے نہ ملیں تو ایسے اموال کا مصرف ایسی ہی چیزیں ہیں ان کے قلب میں پہلے ہی سے یہ مصارف القا ہوئے باقی ایسی مساجد میں نماز بھی جائز ہے یا نہیں سو حکم یہ ہے کہ بعد ادائے ضمان اموال مغصوبہ ضامن کے ملک میں داخل ہوگئے پھر اون کو اموال مغصوبہ نہ کہا جاوے گا۔ اور اگر مالک نہ ملیں تو مساکین کو دینے سے بھی ضمان ادا ہوجائے گا۔

از انوار العارفین

تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح عمل (۲۲) آنگاہ[1] فرمود من وخواجہ اجل تجدید وضو میکردیم باشد کہ بسہو خلال انگشتان فراموش شد ہاتف آواز داد کہ اجل دعوی دوستی محمد صلے اللہ علیہ وسلم میکنی وازامت اوئی

(بقیہ ترجمہ ۶۷) خواجہ پر اس آیت کے مضمون کا اثر ہوا اور اسیوقت رہزنی وغارتگری سے توبہ کرلی اور مال وسامان جس کسی سے لیا تھا اوس کو واپس کردیا اوس کے بعد کوفہ میں چلے گئے اور امام ابوحنیفہ کوفی رح کی خدمت میں رہ پڑے اور بہت اولیار سے ملاقات کی ہے۔

[1] اوسوقت فرمایا کہ میں اور خواجہ اجلؒ نے تازہ وضو کیا ممکن ہے کہ سہو سے انگلیوں کا خلال رہ گیا ہو۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے اجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور اونکی امت میں سے ہو

وسنت او را ترک دہی بعد ازاں خواجہ اجل سوگند خورد کہ ازاں باز ایں آواز شنیدم تا حد موت ہیچ سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ترک نکردم۔ انگاہ فرمود ہر وقتی کہ خواجہ اجل شررے را بدیدے از حد خاطر خراب دیدے پرسیدم کہ ماجرا چیست فرمود کہ ازاں روز باز تا کہ از من خلال انگشتان فوت شدہ در حیرتم کہ فردائے قیامت چگونہ ایں روئے خود را بدان خواجہ کائنات خواہم نمود۔

ف دیکھئے ان حضرات نے خلال کا کہ ایک امر مستحب شرعی ہے کسقدر اہتمام فرمایا اور اس میں کوتاہی ہو جانے پر کسقدر لرزاں اور ترساں تھے یہ واقعہ باب اول ع۱۳ میں بھی آیا ہے وہاں بحیثیت قول کے اور یہاں بحیثیت عمل کے اس لئے تکرار محض نہیں ہے۔

ایضاً۔ عمل (۲۳) صاحب[1] اقتباس الانوار از سیر السالکین می آرد کہ حال حضرت خواجہ بزرگ گاہے جمال وگاہے جلال میبود چوں جمال استیلا نمودے چناں مستغرق بودے کہ ہیچ خبر ازیں عالم نداشتی چوں وقت نماز رسیدے حضرت خواجہ قطب و قاضی حمید الدین ناگوری پیش وی دست بستہ می ایستادندے و بآواز بلند الصلوۃ الصلوۃ میگفتندے خواجہ را ہیچ خبر نمیشد بار دوم در گوش وے الصلوۃ الصلوۃ میگفتندے ہیچ آگاہی نمیشد بعدہ دوش مبارک را میجنبانیدند انگاہ چشم باز میکرد میگفت از شرع محمدی

(بقیہ ترجمہ ص۶۸) اور اونکی سنت کو ترک کرتے ہو اسکے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی کہ جسوقت سے میں نے یہ آواز سنی ہے اوس وقت سے لیکر مرتے دم تک کوئی سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ترک نکرونگا اوسی مجلس میں فرمایا کہ جسوقت خواجہ اجل کوئی چنگاری دیکھتے تو دل بیحد خراب و پریشان ہو جاتا میں نے دریافت کیا کہ ماجرا کیا ہے فرمایا کہ جس روز سے انگلیوں کی خلال مجھہ سے رہگئی ہے اوسدن سے حیرت میں ہوں کہ کل قیامت کے دن اپنا منہہ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کسطرح دکھلاؤنگا۔

[1] صاحب اقتباس الانوار نے سیر السالکین سے نقل کیا ہے کہ حال حضرت خواجہ کا کبھی جمال اور کبھی جلال ہوتا تھا جسوقت جمال کا غلبہ ہوتا تھا ایسے مستغرق اور بے خبر ہو جاتے کہ اس عالم کا کچھہ ہوش نرہتا جب نماز کا وقت آتا حضرت خواجہ قطب اور قاضی حمید الدین ناگوری اونکے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے اور بآواز بلند (بقیہ بر ص۷۰)

چارہ نیست سبحان اللہ از کجا بکجا آوردند پس وضو میساخت و نماز میگذارد۔ ف دیکھیے
ایسی مغلوبیت کی حالت میں بھی احکام شرعیہ میں کوتاہی نہیں کی۔

ایضاً۔ عمل (۲۴) المقصودؒ خواجہ یک گاؤ خریدہ ذبح کردند وبہ راناساگر پختہ خوردند تا کفار ازیں واقعہ آگاہ شدہ بآتش غضب میسوختند ہمہ متفق شدہ مسلح گشتہ گرد خواجہ حلقہ نمودند و قصد کردند کہ آسیبی رسانند۔ ف شعائر عبادت کا تو کیوں نہ اہتمام فرماتے شعائر عادت کا بھی اہتمام فرماتے تھے اور غیظ کفار کی کچھ پروا نکرتے تھے اس وقت بعض جاہل گاؤکشی و گاؤ خوری کو خلاف تصوف سمجھتے ہیں۔

تذکرہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔ عمل (۲۵) اہم از وے (یعنی صاحب اخبار الاخیار) نقل ست کہ وقتے برائے شیخ خادم یکدانگ نمک وام کرد چوں بوقت افطار طعام پیش برد بنور باطن دریافت و فرمود دریں طعام بوئے تصرف می آید روا نباشد کہ ایں طعام بخورم ف شریعت کا کس قدر دقیق پاس فرمایا کہ بے ضرورت قرض لینے کو کس قدر ناپسند فرمایا۔

ایضاً۔ عمل (۲۶) اہم از وے (یعنی شیخ سلطان نظام الدین اولیاء) نقل ست کہ شب پنجم محرم زحمت بروے غالب شد نماز خفتن بجماعت بگذارد و بعد ازاں

(بقیہ ترجمہ صفحہ ۷۹) الصلوۃ الصلوۃ (نماز نماز) کہتے خواجہ کو کچھ خبر نہ ہوتی دوبارہ اون کے کان میں الصلوۃ الصلوۃ کہتے (پھر بھی) کچھ خبر نہ ہوتی اس کے بعد شانہ مبارک پکڑ کر ہلاتے اس وقت آنکھیں کھولکر فرماتے شرع محمدی سے چھٹکارا نہیں سبحان اللہ کہاں سے کہاں مجھکو لے آئے پس وضو کرتے اور نماز ادا کرتے۔

لہ الغرض خواجہ نے ایک گائے خرید کر ذبح کی اور گوشت پکاکر راناساگر کو کھلایا حتی کہ کفار کو اس واقعہ کی خبر ہوئی آتش غضب سے جل گئے سب نے متفق ہوکر تیاری کرکے خواجہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ارادہ کیا کہ کچھ تکلیف پہونچائیں ۲ے نیز صاحب اخبار الاخیار سے منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ کیلئے خادم ایک دام نمک قرض لایا جب افطار کیوقت کھانا پیش کیا شیخ نے نور باطن سے معلوم کرلیا اور فرمایا کہ اس کھانے میں بیجا تصرف کی بو آتی ہے مجھکو یہ کھانا کھانا جائز نہیں ۳ے نیز اون سے یعنی شیخ سلطان نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے

بقیہ بر صفحہ ۸۱

بیہوش گشت ساعتی شد کہ بہوش آمد پرسید کہ نماز خفتن گزاردہ ام گفتند آرے گفت یکبار دیگر گزاریم کہ داند چہ شود دوم کرت نماز گزارد باز بیہوش شد این بار بیہوشی بیشتر بود باز بہوش آمد و گفت کہ نماز خفتن گزاردہ ام گفتند دو بار بگزاردہ اید گفت یکبار دیگر گزاریم کہ داند چہ شود سوم کرت ہم گزارد بعد ازاں فرمود یاحی یاقیوم و جان بحق تسلیم کرد ف اس سے زیادہ کیا اہتمام ہوگا نماز کا۔

ایضاً ۔ عمل (۲۷)[1] مردے بخدمت شیخ بدر الدین قدس سرہ عرضداشت کرد کہ بجانب سلطان غیاث الدین بلبن سفارش نامہ برائے من در قلم آرید شیخ نوشت رفعت قضیتہ الی اللّٰہ ثم الیک فان اعطیتہ شیئا فالمعطی ھو اللّٰہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئا فالمانع ھو اللّٰہ وانت المعذور۔

ف سفارش میں بھی کس قدر دقیق رعایت شریعت کی فرمائی۔

تذکرہ شیخ علی احمد صابر رح عمل (۲۸)[2] صاحب اقتباس از سیر الاقطاب مے آرد در اوائل حال بوے قسمت لنگر دوازدہ[12] سال مقرر بود و خود صائم ماندہ

(بقیہ ترجمہ صفحہ) کہ محرم کی پانچویں شب کو اُنپر تکلیف کی شدت ہوئی عشار کی نماز جماعت سے پڑھی بعد اوسکے بیہوش ہوگئے ایک گھنٹہ کے بعد ہوش میں آئے دریافت کیا کہ مینے عشا کی نماز پڑھ لی ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ ایک بار اور پڑھ لوں کہ خدا جانے کیا ہو۔ دوسری بار نماز ادا کی پھر بیہوش ہوگئے اس مرتبہ بیہوشی زیادہ ہی پھر ہوش میں آئے اور فرمایا کہ نماز عشا کی ادا کی ہے مینے خادموں نے عرض کیا کہ آپ دو بار ادا کر چکے ہیں فرمایا کہ ایک دفعہ اور پڑھ لوں کہ خدا جانے کیا ہو تیسری مرتبہ نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا یاحیُّ یاقیُّومُ اور انتقال فرما گئے۔ [1] ایک شخص نے شیخ بدر الدین قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک خط سفارشی میرے لئے سلطان غیاث الدین کو تحریر فرما دیجیے شیخ نے لکھا کہ اس شخص کے معاملہ کو خدا تعالےٰ کے روبرو پیش کرتا ہوں پھر تمہارے سامنے پس اگر تم نے اسکو کچھہ عطا کیا تو عطا کرنیوالا (حقیقت میں) خدا تعالےٰ ہے اور (چونکہ بظاہر تم بھی ہو اس لئے) تم قابل شکریہ کے ہو اور اگر تم نے اسکو کچھہ نہ دیا تو (حقیقت میں) نہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسلئے تم معذور ہو۔ [2] صاحب اقتباس سیر الاقطاب سے نقل کرتے ہیں کہ ابتدائی حال میں (باقی برصفحہ)

بخورد حضرت گنج شکر بکشف دریافتہ پرسید کہ بابا علاؤ الدین شما قسمت میکنید وخود میخورید یا نہ گفت بندہ را بے اجازت پیر چہ مجال است کہ یکدانہ ازاں بخورد فرمود کہ شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر است از آنروز بخطاب صابر مخاطب گشت ف دیکھئے کس قدر دقیق رعایت کی ہے احکام شرعیہ کی کہ باوجود دلالۃً ماذون ہونے کے صراحۃً ماذون نہ ہونے کے سبب کھانے سے احتیاط فرمائی رہا یہ کہ پھر کھاں سے کھایا ممکن ہے کوئی کم وبیش اپنے حصہ میں سے بچا ہوا دے دیتا ہو۔

تذکرہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی عمل (۲۹ لہ) وقتی (سلطان) برائے وے طعام فرستاد در آوندہائے زرونقرہ وباعث ایں جز ایذا نبود یعنے اگر طعام من نخورد ہمیں را مادۂ ایذا سازم واگر بخورد گویم در کاسۂ زرین خوردی نامشروع کردی شیخ یخنی از کاسہ زرین برآوردہ بردست نہاد پس بر زبان بنہاد وبخورد وبداندیش خائب وخاسر ماند۔ ف ایسی حالت میں کہ مشابہ اکراہ کے تھی احکام شرعیہ کی کسقدر حفاظت فرمائی۔

(بقیہ حاشیہ صلہ) فقراء کو لنگر تقسیم کرنے کی خدمت بارہ سال تک اون کے سپرد رہی اور خود روزہ دار رہکر کچھہ نکھایا حضرت گنج شکر کو اسکا کشف ہوا دریافت فرمایا کہ بابا علاؤ الدین تم کھانا تقسیم کرتے ہو اور خود بھی کھاتے ہو یا نہیں عرض کیا کہ بندہ کی کیا مجال ہے کہ بدون پیر کی اجازت کے ایک دانہ اوس میں سے کھائے حضرت نے فرمایا کہ علی احمد صابر ہے اوس روز سے اونکا لقب صابر ہوگیا۔

لہ ایک دفعہ بادشاہ نے اون کے پاس کھانا سونے اور چاندی کے برتنوں میں بھیجا اور سبب اس کا بجز ایذا دینے کے اور کچھہ نہ تھا کہ اگر میرا کھانا نہ کھایا تو اسکو بھی تکلیف پہونچانے کا بہانہ بنادونگا اور اگر کھالیا تو مجکو یہ کہنے کا موقعہ ملیگا کہ زرین پیالے میں کھایا شریعت کے خلاف کیا شیخ نے یخنی کو زرین پیالے سے نکالکر ہاتھہ پر رکھا پھر ہاتھہ پر سے اوٹھاکر زبان پر رکھا اور کھالیا اوس بداندیش کی اس طرح کھانے سے امراد پوری نہوئی ۱۲ مترجم

تذکرہ حضرت شیخ عبدالقدوسؒ۔ عمل (۳۰)[۱] باوجود کثرت جذبات
وتوفیر غلبات در اتباع سنت سنیہ بغایت متقن بود و در التزام عزائم امور دینیہ
سخت متمکن۔ ف اتباع سنت کا کس قدر غلبہ تھا کہ ایسے قوی حالات پر بھی
اوسیکو غالب رکھتے تھے۔

ایضاً۔ عمل (۳۱)[۲] از زبان درفشان حضرت ایشاں قدس سرہ شنودم
کہ درآں ایام کہ فرزندان شیخ در دہلی گرم تحصیل علوم بودند اگر ایشاں را اشتیاق
دیدار پدر بزرگوار غلبہ کردی بخدمتش نوشتندے کہ اگر امر عالی ورود یابد بتقبیل
آستانہ مستعد گردیم شیخ گفتے آمدن ایشانان نزد ما موجب تسویف و
تعطیل تحصیل علوم است مارا نزد ایشاں باید شد و با اینہمہ کبر سن و ناتوانی
خود بدہلی آمدی۔ ف علم دین کی کسدرجہ ضرورت آپ کی نظر میں تھی اس سے
ظاہر ہے۔

ایضاً۔ عمل (۳۲)[۳] وہم حضرت ایشاں قدس اللہ سرہ العزیز بدیں
تقریب فرمود یکبار شیخ بدہلی آمدہ بود شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری کہ
از اولاد سید جلال الدین بخاری بود صاحب علم و حال تفسیرے نوشتہ بود

۱؎ باوجود جذبات کی کثرت اور غلبہ احوال کے اتباع سنت میں غایت درجہ مضبوط تھے اور دین کی
عزیمتوں پر التزام کرنے میں بہت ثابت قدم۔ ۲؎ آنحضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سُنا
کہ جس زمانہ میں شیخ کے بچے دہلی میں پڑھتے تھے جب کبھی اون کو والد بزرگوار کی زیارت کا شوق
اور امنگ ہوتی اون کی خدمت میں عریضہ لکھتے کہ اگر امر عالی اور اجازت ہو تو حاضری کی تیاری
کریں شیخ رح فرماتے کہ ان بچوں کے آنے سے اون کی تعلیم کا حرج ہوگا اس لئے ہم کو ہی
اون کے پاس چلا جانا چاہئے اور باوجود اس کبر سنی اور ناتوانی کے خود دہلی تشریف لیجاتے۔
۳؎ اور نیز آنحضرت قدس اللہ سرہ العزیز نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار شیخ دہلی میں آئے ہوئے
تھے شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری جو کہ سید جلال الدین بخاری کی اولاد میں سے تھے عالم اور
صاحب حال تھے اُنھوں نے اپنی لکھی ہوئی تفسیر کو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۴)

نزد شیخ فرستاد شیخ بکشاد آیۃ تطہیر اہل بیت سرور کائنات علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التحیات برآمد کہ شیخ عبدالوہاب در ہمیں مقام نوشتہ بود اولاد نبی ہمہ مامون الخاتمہ اند و عاقبت شان علی الیقین بالخیر شیخ عبدالقدوس بکنار آں نوشت کہ ہذا خلاف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ و کتاب را باز فرستاد بریں سخن روزہا میان علمائے آں بلاد مذاکرات بوقوع پیوست بالآخر مقرر آں شد کہ شیخ عبدالقدوس گفت قدس اللہ سرہ انتہیٰ ف عقائد میں بھی بدعت سے کسقدر بُعد تھا۔

ایضاً۔ عمل (۱۳۳) نیز صاحب زبدۃ المقامات مینویسد در اکثر مکاتیبش از انکسار و افتقار و خوف خاتمہ کار سخن کردہ جا بجا مینویسد حضرت ایشاں قدس اللہ سرہ العالی از جناب او نقل کردند کہ با وجود غلبات احوال در رعایت عزائم امور دینیہ آں پایہ داشت کہ وقتی امام مسجد او پیدا نبود و برادر زادہ او شیخ عبدالنبی فرا پیش آمد و امامت نمود میان الذین انعمت از و وقفہ ظاہر گردید شیخ نماز را باز گردانید و بخشم تمام گفت احداث را منع نمایند کہ امامت نکنند و نماز مردم را

(بقیہ ترجمہ ص۸۳) شیخ کے پاس بھیجا شیخ نے اوسکو کھولا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کی طہارت کے متعلق جو آیت ہے وہ نظر پڑی اوس مقام پر شیخ عبدالوہاب نے لکھا تھا کہ نبی کی تمام اولاد خاتمہ سے بیخوف ہے اور اون کا خاتمہ یقیناً بالخیر اور اچھا ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقدوس رح نے اوس کے حاشیہ پر لکھا کہ یہ مضمون مذہب اہل سنت والجماعۃ کے خلاف ہے اور کتاب کو واپس کر دیا وہاں اُس مسئلہ کے اندر بہت دنوں تک علماء میں گفتگو ہوتی رہی بالآخر جو کچھ شیخ عبدالقدوس رح نے فرمایا تھا اوسکو سب نے برقرار رکھا۔

لہ نیز صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ اون کے اکثر مکتوبات میں انکسار و افتقار و خوف خاتمہ کار کے متعلق تحریر کر کے جا بجا لکھتے ہیں کہ آنحضرت قدس اللہ سرہ العالی نے آنجناب کا حال نقل فرمایا ہے کہ باوجود غلبۂ احوال کے دینی احکام کے عزیمتوں کی رعایت اسقدر مہتم بالشان تھی کہ ایک دفعہ امام مسجد وقت پر نہ آئے اور اون کے بھتیجے شیخ عبدالنبی آگے بڑھے اور امامت کی الذین انعمت کے درمیان میں کچھ اُنسے وقفہ ہو گیا شیخ رح نے دوبارہ نماز پڑھی اور بہت غصہ سے فرمایا کہ نوعمروں کو منع کرنا چاہیے کہ امامت نکریں اور

فاسد نسازند ندانستہ اند کہ موصول با صلہ حکم یک کلمہ دارد کہ قطع آں درست نیست و وقفہ میان آں روا نہ انتہیٰ ف کس قدر دقیق احتیاط فرمائی ہے جس سے احکام و اعمال شرعیہ کا بیحد اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

ایضاً ـ عمل (۳۴) منقول ست کہ در مرض موت ہیچ تفاوت در عبادت ظاہر نشد با آنکہ محویت بر کمال بود در شبی بمقدار ہفتاد کرات تجدید وضو کرد و تحیۃ الوضو ادا کرد و در آخر کار وضو اشارت فرمود و تحریمہ دوگانہ بست و رکوع و سجود باشارت کرد ہماں ساعت جاں بحق تسلیم کرد۔ ف احکام شرعیہ کا اتنا اہتمام بدون اس کے ہو نہیں سکتا کہ کسیکے رگ و پے میں شریعت کی اہمیت رچی ہوئی ہو۔

ایضاً ـ عمل (۳۵) و ہم وے گوید پدر بزرگ من از اولیاء بودند تلاوت قرآن وظیفہ داشتند و مسائل شرعی ہمیشہ مطالعہ میکردند و نماز اشراق و چاشت و فی الزوال و تہجد فوت نکردندے و وقت وضو سخن دنیا نمیگفتند تا تمامی نماز فرض و سنت و نوافل ادا می نمودند۔ ف جو کچھ اس عبارت کا مفہوم ہے ظاہر ہے۔

(بقیہ ترجمہ ص۷۴) فاسد نکریں کیا اتنی بات بھی نہیں جانتے کہ موصول صلہ سے مل کر بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوتا ہے کہ اوس کے درمیان میں قطع کرنا درست نہیں ہے اور وقفہ اوس کے درمیان میں جائز نہیں۔

لہ منقول ہے کہ مرض الموت کی حالت میں عبادت کے اندر کسی قسم کا تفاوت نہ پیدا ہوا باوجود اس کے کہ محویت کامل طور پر تھی ایک رات ستر بار تازہ وضو کرکے نماز تحیت الوضو پڑھی اخیر میں وضو کے لئے اشارہ کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کیا اوسی حالت میں انتقال فرمایا۔

۳۵ اور نیز وہ فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اولیاء میں سے تھے تلاوت قرآن کا معمول رکھتے تھے اور مسائل شرعیہ کا ہمیشہ مطالعہ کرتے تھے اور اشراق و چاشت و فی الزوال اور تہجد کی نمازیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں نہ کرتے تھے تاوقتیکہ فرض اور سنت اور نفل نماز سب نہ پڑھ لیں ۱۲ مترجم۔

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رح عمل (٣٦)

در اخبار الاخیار[1] نقل است از شیخ احمد عبد الحق اردولوی رح کہ مرید شیخ
جلال الدین پانی پتی ست مریدی از مریدان شیخ مہمانی کرد شیخ احمد را نیز
طلبید دراں مجلس بعضے از محظورات شرع نیز حاضر بودسے اینجاں را معائنہ کرد فی الحال
تبری کرد ہمدر آنساعت طاقیہ کہ از شیخ جلال یافتہ بود باز گردانیدہ داد و
وسر بہ بادیہ نہاد و راہ گم کرد و در انجا درختی بود بالای آں درخت برآمد دو کس
را دید کہ جانب وے مے آیند از درخت فرود آمد و بجانب آں دو کس رفت و
پرسید کہ راہ کدام است ایشاں گفتند کہ راہ بر در شیخ جلال الدین گم کردی
گفت ہمچنیں است گفتند ہمچنیں است دانست کہ ایشاں رسولان حق اند باز گشت
واز اعتراض کہ کردہ بود توبہ کرد و از سر انابت آورد ف اپنے نزدیک جس امر
کو خلاف شرع دیکھا اوس سے اسقدر متاثر ہوئے کہ بیعت فسخ کردی
اور بیعت کی نشانی واپس کردی مگر چونکہ واقع میں یا تو وہ امور خلاف شرع
نہ تھے یا شیخ کو کچھ عذر ہو گا اس لئے غیب سے پھر اوس طرف ان کو متوجہ
کیا گیا مگر اس سے اون کا مذاق تو معلوم ہو گیا اور حضرت شیخ جلال رح کا بھی یہی
مذاق تھا ورنہ غایت ناراضی سے اون کی دوبارہ درخواست کو قبول نفرماتے

---

[1] کتاب اخبار الاخیار میں شیخ احمد عبد الحق (اردولوی رح) جو کہ شیخ جلال الدین پانی پتی کے
مرید ہیں اُن سے نقل کیا ہے کہ شیخ کے مریدوں میں سے کسی مرید نے دعوت کی شیخ احمد کو
بھی مدعو کیا اس مجلس میں بعض امور خلاف شرع تھے اُنہوں نے جو اون امور کو دیکھا فوراً بیعت فسخ کردی
اور اُسیوقت طاقیہ (خاص ٹوپی) جو شیخ جلال سے ملی تھی واپس کردی اور جنگل کی طرف چلدئے اور
راستہ بھول گئے اس جگہ ایک درخت تھا اوسپر چڑھ گئے دو شخصوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو درخت
سے اوترے اور اون دونوں کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ راستہ کونسا ہے اُنہوں نے کہا کہ راستہ شیخ جلال الدین
کے دروازے پر تمنے گم کردیا کہا کیا ایسا ہی ہے اُنہوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے یہ سنکر سمجھے کہ یہ دونوں حق تعالےٰ کے بھیجے
ہوئے ہیں اور اعتراض سے توبہ کی اور تجدید بیعت کی ١٢ مترجم

اور اس قصہ کی اور مسئلہ کی مزید تحقیق باب سوم واقعہ (عـ۵) میں مذکور ہوگی۔

از اقتباس الانوار مؤلفہ مولانا شیخ محمد اکرم رح

تذکرہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رح عمل (۳۷)

در[1] اخبار الاخیار می نویسد کہ مردے بخدمت حضرت گنج شکر عرضداشت کرد کہ بجانب سلطان غیاث الدین بلبن سپارش نامہ برائے من در قلم آرید آنحضرت نوشت۔ رفعتُ قضیتہ الی اللہ ثم الیک فان اعطیتہ شیئًا فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئًا فالمانع ھو اللہ وانت المعذور۔

ف ۱: اس سفارش میں کس قدر دقیق رعایت حدود شرعیہ کی کی ہے نہ طالب کی مصلحت کو مہمل چھوڑا نہ مخاطب پر کسی قسم کی گرانی جائز رکھی جب تک شریعت کی عظمت و اہمیت کسی کے قلب میں نہو ایسی رعایت تک ذہن بھی نہیں پہونچتا

ف ۲: ایسا ہی واقعہ عمل ۲۷ میں شیخ بدرالدین رح کی طرف منسوب ہو کر گذرا واللہ اعلم پس نام میں تو تصحیف نہیں ہوگئی

فائدہ استطرادیہ حضرت شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ تعالےٰ کا فاروقی ہونا اور فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہونا اہل سیر میں متفق علیہ ہے لیکن بعض نے وسائط نسب میں حضرت ابراہیم ادہم رح کو ذکر کیا ہے محققین کے نزدیک غلط ہے۔ اس تغلیط میں صاحب اقتباس بھی شریک ہیں اونکا یہ بھی قول ہے بر ثبوت پیوستہ کہ از اسحٰق پسر حضرت ابراہیم ادہم عقبے نماندہ بلکہ لاولد رفتہ اھ۔

تذکرہ حضرت شیخ شمس الدین ترک رح عمل (۳۸)

وہم[2] درو ے (یعنی در سیر الاقطاب) می نویسد کہ وقتے موئے شوارب شیخ شرف پانی پتی

---

[1] اس کا ترجمہ عمل (۱۳۲) میں دیکھ لیا جاوے کیونکہ بجنسہ وہی عبارت ہے۔ مترجم

[2] اور نیز اس میں (یعنی سیرۃ الاقطاب میں) لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ شرف الدین پانی پتی (بقیہ بر صـ ۷۸)

قدس سرہ بغایت دراز شدہ بود وہیچ کس را مجال آں نہ بود کہ بوے ام
بقص آنہا کند قاضی ضیاء الدین سنامی قدس سرہ کہ جوش شریعت در سر
داشت مقراض برگرفت ومحاسن شریفش در دست گرفتہ قص شوارب کرد
گویند کہ بعد ازاں شیخ ہمیشہ محاسن خود را بوسیدے و گفتے کہ ایں
درراہ شریعت محمدی گرفتہ شدہ است ف باوجود مجذوب ہونے کے شریعت
کی کس قدر محبت وعظمت اون کے قلب میں تھی۔

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رح عمل (۳۹) تا مدتے

ایں قسم مجاہدات میکشید واحوالات عجیب بروے وارد میشد روزے در عالم
سکر بر زبانش گذشت کہ واللہ محمد حجاب آمد ورنہ ذات پاک حق را حجاب نبود
وبعضے الفاظ شطحیات دیگر ہم بر زبان راند چوں بعالم صحو آمد خادمان گفتند کہ
امروز بر زبان مبارک چنیں مخالف شرع رفتہ است فرمود نعوذ باللہ منہا مرتکب
گناہ کبیرہ شدم کفارتش مے باید داد ہوائے سرما بود نصف شب برلب آب
دریائے سندھ مے رفت وبرف را اشکستہ تا گلو بہ آب در مے آمد

(بقیہ ترجمہ صفحہ ۷۷) لبوں کے بال بہت بڑھ گئے تھے کسیکی ہمت نہ ہوئی کہ اون کو کاٹے کو کہیں
قاضی ضیاء الدین سنامی قدس سرہ چونکہ شریعت کا جوش دل میں رکھتے تھے قینچی لی اور اون کی
ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ کر مونچھیں کاٹ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد شیخ ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو
بوسہ دیتے اور فرماتے کہ یہ شریعت محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے (اس لئے بوسہ کی قابل ہو گئی)
لہ ایک مدت تک اس قسم کے مجاہدے اور چلے کھینچتے رہے اور عجیب عجیب حالتیں اونپر وارد ہوتی رہیں
ایک بار سکر کے عالم میں اونکی زبان سے نکلا کہ خدا کی قسم محمد حجاب ہو گئے ورنہ ذات پاک حق کے لئے
کوئی شئے حجاب نہ ہوتی اور بعض الفاظ شطحیات کے اور زبان سے نکلے جب صحو کے عالم میں آئے تو
خادموں نے عرض کیا کہ زبان مبارک سے شریعت کے خلاف ایسی ایسی باتیں نکلی ہیں فرمایا کہ خدا کی
پناہ گناہ کبیرہ کا میں تو مرتکب ہو گیا اس کا کفارہ دینا چاہئے۔ جاڑوں کی (ٹھنڈی) ہوا تھی
آدھی رات میں دریائے سندھ کے کنارے پر تشریف لیجاتے تھے اور برف کو توڑ کر جو کہ پانی پر جما ہوا تھا (بقیہ ص ۷۹)

و در یک پا ایستادہ پائے دویم رابر ران نہادہ ایں ذکر را میگفت کہ دین محمد قائم دائم وازشدت سرما تمام بدن جا بجا ترقیدہ خون رواں میگشت وقت صبح باز غسل کردہ نماز فجر ادا می نمود تا مدت ششماہ دریں مجاہدہ بود تا آنکہ حق تعالیٰ تسکین بخشید باوجود آنکہ خلاف اصطلاح صوفیہ اہل صفا از زبان مبارکش نہ برآمدہ بود چراکہ نزدیک ایں طائفہ سہ مرتبہ مقرر اند احدیت و وحدت و واحدیت احدیت یعنی مرتبہ ذات وحدت یعنی تعین اول مرتبہ صفات و حقیقت محمدی و واحدیت یعنی عالم کون پس مرتبہ وحدۃ برزخ و حجابست مابین احدیت و واحدیت کہ فیض از ذات احدیت میگیرد و بعالم واحدیت میرساند پس وحدت کہ حقیقت محمدی است اگر مابین حایل و برزخ نشد اہل کون ذات احدیت را بے پردہ مشاہدہ مے نمود لہٰذا ازیں معنی بلسان ترجمان الٰہی آنحضرت گذشتہ بود کہ واللہ محمد حجاب آمد والا ذات پاک حق را حجاب نبودے لیکن بجہت حفظ شریعت آں قدر مبالغہ نمود کہ اہل عالم ازیں مقدمہ خبردار نیستند مبادا در ضلالت

(بقیہ ترجمہ صفحہ) گلے تک پانی کے اندر جاتے تھے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر دوسرا گوران پر رکھکر یہ ذکر کرتے تھے کہ دین محمد قایم دائم (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین قایم اور دائمی ہے) اور جاڑے کی شدت سے تمام بدن پھٹکر خون بہتا تھا صبح کے وقت پھر غسل کرکے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ چھہ ماہ تک اس مجاہدہ میں رہے حتی کہ حق تعالیٰ نے (دل کو) تسکین بخشی۔ باوجود اسکے کہ صوفیۂ اہل صفا کے اصطلاح کے خلاف اونکی زبان مبارک سے وہ کلمہ نہ نکلا تھا اس لئے کہ اس گروہ کے نزدیک تین مرتبہ مقرر ہیں۔ احدیت و وحدت و واحدیت۔ احدیت سے مراد مرتبہ ذات ہے وحدت سے مراد تعین اول ہے یعنی مرتبہ صفات و حقیقت محمدی اور واحدیت سے مراد عالم کون ہی (حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ جو موجودات ہیں اونکو عالم کون کہتے ہیں) پس درمیان احدیت اور واحدیت کے مرتبہ وحدت برزخ اور حجاب ہے کہ ذات احدیت سے فیض حاصل کرتا ہی اور عالم واحدیت (عالم کون) کو پہونچاتا ہی پس مرتبہ وحدت کہ (اصطلاح میں) حقیقت محمدی ہی اگر درمیان میں حائل اور برزخ نہوتا تو اہل عالم کون ذات احدیت کو بے پردہ مشاہدہ کرتے اس معنی کے اعتبار سے آنحضرت کی زبان فیض ترجمان پر جاری ہوا (بقیہ بر صفحہ)

اُفتند و اولیار کمل را چنیں حفظ و بردباری لازم است ازینجا است کہ اولیار را محفوظ و انبیار را معصوم مے نامند۔ ف دیکہئے باوجود غلبہ حال کے جو کہ عذر شرعی ہے اور پہر امکان تاویل کے جیسا کہ اس واقعہ کے ساتہہ ہی مذکور ہے پہر بھی شریعت کی کس قدر حفاظت فرمائی اور اپنی غلطی کا اعتراف فرمایا اور نفس کو کیسا کس قدر سختی فرمائی۔

ایضاً تذکرہ حضرت موصوف۔ عمل (۱۸۲) از اوّل[1] عمر تا آخر حیات استقامت داشت روزے در ایام مرض از خادمے ادویہ طلبید خادم حقہ ترکیب آوردہ وے قدس سرہ ازاں پارہ کشید و خواست کہ نوش فرماید آں معجون در حقہ گذاشت و از چہارپائی فرود آمد و بکار برد چراکہ بر چہارپائی خوردن شرعاً ممنوع است ازینجا معلوم باید کرد کہ آنحضرت را چہ قدر اہتمام در اتباع شرع بود کہ ایں قدر ادویہ را ہم سوائے امر شریعت نخورد۔ ف یہ جداگانہ امر قابل تحقیق ہے کہ چارپائی پر کہانا کیسا ہے مگر دیکہنا یہ ہے کہ حضرت کی یہی تحقیق تھی اوس کی کس قدر رعایت فرمائی کہ دوا کہانے کو عرف میں کہانا نہیں کہا جاتا مگر وہ بھی

(بقیہ صفحہ ۸۹) کہ خدا کی قسم محمد (یعنی مرتبہ صفات) حجاب ہے ورنہ حق تعالی کی ذات پاک کے لئے کوئی شی حجاب نہوتی لیکن شریعت کی حفاظت اور رعایت کے لئے (اس قول کے کفارہ میں) اسقدر مبالغہ فرمایا کیونکہ لوگ اسکی حقیقت سے واقف ہیں نہیں مبادا گمراہی میں پڑ جاویں اولیار کاملین پر اس طرح (شریعت کی) حفاظت اور مشقت لازم ہے اور اسجگہ سے (یعنی چونکہ یہ حضرات شریعت کی بغایت درجہ حفاظت کرتے ہیں) اولیار کو محفوظ اور انبیار کو معصوم کہتے ہیں۔

[1] ابتدائی عمر سے آخر زندگی تک استقامت پر رہے ایک روز ایام مرض میں خادم سے دوائیں طلب کیں خادم نے معجون کا ڈبہ حاضر کیا آپنے اوس میں سے کچھہ تہوڑی سی نکالی اور چاہا کہ نوش فرماویں (اچانک) آپنے اوس معجون کو ڈبہ میں ڈالا اور چارپائی سے نیچے تشریف لے آئے اور (پہر اس دوا کو) استعمال کیا اسلئے کہ چارپائی پر کہانا شرعاً ممنوع ہے اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت رح کو شریعت کی اتباع کا اہتمام کسقدر تہا کہ معمولی سی دواؤں کو بھی شریعت کے خلاف استعمال نہ کیا ۱۲ مترجم

چارپائی پر نہیں کھائی (تتمہ) اس کے بعد اس تحقیق کی اصل بھی مل گئی فی احیاء العلوم[1] آداب الاکل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بطعام وضعہ علی الارض وقال العراقی فی تخریجہ رواہ احمد فی کتاب الزھد من روایۃ الحسن مرسلا ورواہ البزار من حدیث ابی ھریرۃ نحوہ وفیہ مجاعۃ وثقۃ احمد و ضعفہ الدارقطنی

تذکرہ حضرت شیخ نظام تھانیسری رح عمل (۱۸۱) حضرت ایشاں

بحسب فرمان پیر در خلوت در آمدہ و در وے بخشت و گل مسدود ساختہ بکردن شغل سہ پایہ لیلاً و نہاراً مشغول گشت و رفتہ رفتہ در یکدم سہ صد و بروایتے چہار صد بار رسانید و در وقت اختیار کردن خلوت از حضرت شیخ جلال پرسید کہ چوں چنیں خلوت اختیار کنم جماعت از من فوت خواہد شد آنحضرت بوے فرمود باید کہ در وقت ادائے ہر فرض تکبیر گفتہ بنماز اشتغال نمائی جماعت میسر خواہد آمد چوں حضرت ایشاں بوقت ادائے فرض تکبیر گفتہ بنماز مشغول می گشت ملائکہ بصور انسانیہ متمثل گشتہ بوے اقتدا می کردند چنانچہ بوقت سلام حضرت ایشاں ہر آنان را معائنہ می کرد و بعد ازاں از نظر وے غایب میشدند۔ ف دیکھئے جماعت کا کسقدر اہتمام تھا کہ باوجود اسقدر اشتیاق مجاہدہ کی جماعت کے فوت کو گوارا نہیں فرمایا اور شیخ نے جو صورت جماعت کی ارشاد فرمائی یہ انکی تسلی کیلئے تھی ورنہ اصل جواب یہ تھا کہ بعض اعذار سے جماعت معاف ہو جاتی ہے اون

---

[1] احیاء العلوم آداب الاکل میں (یہ روایت ہے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب کھانا آپکے سامنے لایا جاتا تو آپ اوسکو زمین پر (دستر خوان بچھا کر) رکھتے [2] یہ حضرت پیر کے حکم سے تنہائی میں تشریف لاکر اور اوسکا دروازہ اینٹ گارے سے بند کر کے پایہ کے شغل کرنے میں رات دن مشغول ہوئے اور رفتہ رفتہ ایک سانس میں تین سو اور ایک روایت میں چار سو بار تک پہونچا دیا اور خلوت اختیار کرتے وقت حضرت شیخ جلال سے پوچھا کہ میں جب ایسی خلوت اختیار کروں گا میری جماعت فوت ہوا کریگی آنحضرت نے اون سے فرمایا کہ (اس کے لئے) تمکو یہ چاہیئے کہ ہر (نماز) فرض کے ادا کرنیکے وقت تکبیر کہکر نماز کو شروع کرو جماعت میسر ہوگی یہ حضرت فرض پڑہنے کے وقت تکبیر کہکر نماز میں مشغول ہو جاتے فرشتے انسان کی صورت میں ہوکر انکی اقتدا کرتے چنانچہ سلام کے وقت یہ حضرت اون کو دیکھتے اور اسکے بعد وہ ان کی نظر سے غائب ہو جاتے

اعذار میں سے خوف علی مال بھی ہے (کذا فی الدر المختار) ویقاس علیہ الخوف علی الدین بل ھو اولی اور اس سے بھی سہل یہ ہے کہ دروازہ تیغا کرنیکے بعد خروج سے عجز ہوگیا اور غیر قادر پر جماعت لازم نہیں۔

از لطائف قدوسی مولفہ مولٰنا رکن الدین رح

درحالات شیخ عبد القدوس رح۔ لطیفہ ۲۸۔ عمل (۴۲) حضرت قطبی در متابعت سید الکونین در شرع محمدی علی اللہ علیہ وسلم چناں راسخ بودند کہ ذرہ تجاوز از شرع در احکام ظاہر و باطن روا نمی داشتند نہ برخود و نہ بر غیر خود اگر از کسے چیزے بتجاوز شرعی معلوم مے شدی بیزاری و تبری میگرفتند و نزدیک خود آمدن نمی دادند۔

لطیفہ ۵۹۔ عمل (۴۳) حضرت قطبی در وقت پیری و آخر عمر نماز صد رکعت شب برات و نماز تراویح ماہ مبارک رمضان و جملہ وظائف یومیہ و لیلیہ بقیام تمام می کردند ہیچ گاہ ناغہ نہ کردند و عمل بر عزیمت میداشتند و رخصت را قدرے و قیمتے نے نہادند علی الخصوص در روزے کہ غلبہ باران بودے و یا سرما بودے و یا بادی بودے زیادت شدۃ بر نفس خود مے نہادند و از معتاد عمل وضو و نماز و عبادت زیادت می کردند الغرض در استقامت دین حضرت قطبی حیرت عقل بود

لہ در مختار میں ایسا مذکور ہے اور اسپر قیاس کیا جائیگا خوف علی الدین کو بلکہ وہ (عذر میں خوف علی مال سے) اولیٰ ہو ۲ حضرت قطب الوقت حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی متابعت میں اسقدر مضبوط اور راسخ تھے کہ ایک ذرہ برابر شرع سے تجاوز کرنیکو ظاہری یا باطنی احکام میں جائز نہ سمجھتے تھے نہ اپنے لئے اور نہ دوسرے کیلئے اور اگر کسی سے کوئی امر خلاف شرع معلوم ہوتا تو آپ اوس سے بیزاری و تبری اختیار فرماتے اور اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ ۳ حضرت قطب الوقت بڑھاپے اور اخیر عمر میں سو رکعت نماز شب برات کی اور نماز تراویح ماہ مبارک رمضان کی اور تمام وظیفے رات دن کے ان سبکو پابندی سے پورا کرتے تھے کبھی ناغہ نہیں فرمایا اور عمل عزیمت پر کرتے تھے اور رخصت کی کوئی قدر اور قیمت اونکے نزدیک نہ تھی بالخصوص جسدن بارش کی کثرت ہوتی یا جاڑا شدت سے ہوتا یا ہوا تیز چلتی اپنے نفس پر سختی فرماتے اور وضو اور نماز اور دوسری عبادات کا عمل زیادہ کرتے (بقیہ بر صفحہ ۸۳)

کہ کار و بار حضرت ایشاں خارج از طاقت بشری بود چناں کہ گفت۔ بیت

می ندانم کایں چہ مرداں بودہ اند　　کز عمل یکدم نئے آسودہ اندہ

لطیفہ ۳۷۔ عمل (۱۴۴) تمام[1] مجلس در حیرت شدہ بعد دہ بجہت وضو نماز عصر مستعد شدند در عین حالت عشق و مستی احتیاط در ادائے شرائع و آداب وضو کردند ہمہ را حیرت زیادت شد گفتند کہ سبحان اللہ باوجود چنیں عالم مستی چندیں استحکام شریعت تاغایت ایں نوع معاملہ دیدہ و شنیدہ نشدہ است

رفع شبہ اعمال مذکورہ رسالہ کے عدد کی کمی سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ ذکر کی کمی وقوع کی کمی کو مستلزم نہیں واقع میں توسب سے بڑا عدد اسی عمل کا ہے کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کا صدر ہر وقت ہوتا تھا اور اس لئے اوسکا احصار بھی عادۃً قریب بہ محال تھا۔ اونمیں سے صرف اون اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جن میں کسی خاص جدید فائدہ پر دلالت تھی ورنہ وہاں تو ہر عمل کامل عادت تھی جو معتاد ہونے کے سبب محل التفات بھی نہ ہوتا تہا۔

باب سوم

جس میں بعض اقوال یا افعال موہمہ کی توجیہ ہے

ف یہ توجیہ دو قسم کی ہیں ایک کلی اور وہ بعض واقعات میں تو یہ ہے کہ ان حضرات پر اکثر باطنی حالات کا غلبہ رہتا تھا اور اس غلبہ کے لوازم اور خواص میں سے ہے کہ بعض امور نظریہ بلکہ بدیہیہ بلکہ حسیہ کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ اور بعض واقعات میں یہ ہے

(بقیہ صفحہ ۸۳) الغرض حضرت کی استقامت دین میں عقل کو حیرت تہی کیونکہ معاملہ آنحضرت کا خارج از طاقت بشری تہا چنانچہ کسی نے کہا ہے (ترجمہ بیت) معلوم کہ یہ کیسے مرد تھے کہ ہر وقت عمل میں مشغول رہتے تھے

[1] تمام مجلس متحیر تھی اوسکے بعد نماز عصر کی وضو کے لئے مستعد ہوئے عشق اور مستی کی عین حالت میں اعمال کی ادائیگی اور آداب وضو میں احتیاط فرمائی۔ اس سے تمام لوگوں کو اور زیادہ حیرت ہوئی سب نے کہا کہ سبحان اللہ باوجود اس عالم مستی کے شریعت پر اس طرح کا غایت درجہ استحکام نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔

کہ بعض احکام دقیق ہوتے ہیں بدون مزاولت علوم ادن کا استحضار وقت پر نہیں ہوتا اور یہ حضرات مزاولت کے لئے فارغ نہ تھے اور بعض واقعات میں یہ ہے کہ کسی روایت غیر ثابتہ کو ثابت سمجھکر یا اپنے بزرگوں کو مجتہد سمجھکر عمل کر لیتے تھے اور وہ اس زعم میں معذور تھے اور بعض واقعات میں یہ ہے کہ جو اقوال یا افعال بنار اعتراض ہیں اون کا اون بزرگوں سے ثبوت ہی نہیں اور بعض واقعات میں یہ ہے کہ معترض اوس واقعہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھا اور بعض واقعات میں یہ ہے کہ اونکا صدور بلاشعور یا بلا اختیار ہو گیا اسیکو غلبۂ حال سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسکے لئے ایسا اشتداد یا امتداد ضروری نہیں کہ وہ سبکو محسوس ہو اسکی نظیر میں اپنا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جمعہ کا دن تہا قیلولہ کا وقت نہیں ملا تہا شب کو بھی کچھہ بدخوابی رہی تہی اسلئے آنکھوں میں نیند بہری تہی اوسوقت مجمع بھی کثیر تھا اور وہی وقت ڈاک لکھنے کا بھی تہا میں باتیں بھی کر رہا تہا اور خطوط بھی لکھہ رہا تہا بات کرنے میں تو نیند کا غلبہ نہ ہوتا تہا لیکن خطوط لکھنے میں بعض اوقات اتنا اثر ہوتا تھا کہ کچھہ کا کچھہ لکھہ جاتا تہا مگر قلم برابر چل رہا تھا اور بیچ بیچ میں باتیں کرتا جاتا تہا اوس میں کوئی لغزش نہ ہوتی تہی جس سے اوس غلبہ کا کسیکو ادراک نہ ہوتا تھا پھر لکھکر خود ہی افاقہ ہوتا تہا اور اوس لکھے ہوئے کو دیکھہ کر اوسکی تصحیح کرتا تھا بڑی دیر تک یہی حالت رہی پس جبکہ نیند کے خفیف اثر سے یہ حالت ہو جاتی ہے کہ شعور و اختیار مختل ہو جاتا ہے اور بوجہ عدم اشتداد و عدم امتداد دوسروں کو اوسکا احساس نہیں ہوتا تو حالات باطنی تو اس سے بھی اشد و اغمض ہیں وہاں ایسا ہو جانا کیا بعید ہے مگر صحو و اطلاع کے بعد وہ حضرات اوسکا کافی تدارک فرما دیتے ہیں اور اس پر یہ شبہ نکیا جاوے کہ کاملین پر غلبہ حال نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ بکثرت نہیں ہوتا اور احیانًا ہو جانے سے حضرات انبیاء و ملئکہ علیہم السلام بھی خالی نہیں بدر کے روز حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم نعبد بعد الیوم[۱] فرمانا اور غرق کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے مونہہ میں کیچڑ ٹھونسنا

۱۔ اے اللہ اگر آپ نے اس جماعت کو ہلاک فرما دیا تو اس دن کے بعد آپ کی عبادت نہ ہوگی۔

اگر غلبہ حال نہیں تو کیا ہے بس اتنا فرق ہے کہ معصوم سے اوس حالت میں ظاہراً بھی خلاف شرع کا صدور نہیں ہو سکتا اور غیر معصوم سے ہو سکتا ہے مگر وہ معذور ہوتا ہے اور توجیہ جزئی وہ ہے جو ہر واقعہ میں جدا جدا ہے اس باب میں اوسی کی تفصیل ہے (اشکال ۱) ان میں بکثرت اہل سماع ہوئے ہیں جسکو علماء شرع منع کرتے ہیں

حل اشکال- خود علماء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے چنانچہ اہل علم پر ظاہر ہے سو حضرات چشتیہ نے بھی علماء ہی کا ایک قول لے لیا ہے اور اوس میں خاص قیود لگادی ہیں جس سے اوس میں کسی قسم کا مفسدہ نہیں رہا پھر باوجود اس کے کسی نے اس کو جزو طریق نہیں کہا اور طالبوں کو اسکا حکم نہیں دیا جس طرح ذکر و شغل کا حکم دیتے تھے البتہ بعض ضرورتوں یا مصلحتوں سے خود سنا ہے اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مختصر ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین رح کے نقل کردیے جائیں جو باب ۲۷ درر نظامی جمع کردہ مولانا علی بن محمود جاندار احد الخلفاء میں مذکور ہیں جس سے محققین اہل سماع کا مذاق واضح ہو جائے گا (۱) فرمایا سماع کی چار قسمیں ہیں- حلال- حرام- مکروہ- مباح (یعنی خلاف اولی) اگر صاحب وجد کا میل خاطر حقیقت کی طرف زیادہ ہو تب حلال (مباح) ہے اور اگر مجاز کی طرف زیادہ ہے تو مکروہ ہے اور اگر بالکل حقیقت ہی کی طرف ہے تب حلال ہے اور اگر بالکل مجاز ہی کا دھیان ہے تب حرام ہے (۲) فرمایا کہ سماع کے واسطے تین باتیں درکار ہیں زمان- مکان- اخوان (الی قولہ) سماع کے واسطے کئی باتیں درکار ہیں جب یہ موجود ہوں اوس وقت سماع سنئے (مسمع- مستمع- مسموع- آلہ سماع) مسمع یعنی گانے والا پورا مرد ہو لڑکا یا عورت نہ ہو- مستمع سننے والا یاد حق میں مشغول ہو مسموع یعنی گانا فحش اور کسی کی ہجو نہ ہو- آلہ سماع یعنی مزامیر وغیرہ نہ ہو- تب یہ سماع سننا مباح ہے (۳) حضرت کے ایک مرید نے عرض کیا کہ مولانا رکن الدین ایسی مجلس میں شریک ہوتے ہیں جہاں مزامیر بھی ہوتا ہے حضرت کو یہ بات ناپسند ہوئی جب مولانا حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا عرض کیا اوس مجلس میں بندہ کا کوئی دوست نہ تھا جو میری تائید کرتا اور گمان غالب تھا کہ میرے منع کرنے سے وہ لوگ باز نہ رہیں گے حضرت نے فرمایا تم منع کرو

وہ لوگ باز آجائیں فبہا ورنہ تم وہاں سے اوٹھ کھڑے ہو۔

تتمہ مبحث سماع۔ یہانتک کی تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ مزامیر تو مطلقاً ممنوع اور سماع محض اگر بلا شرائط ہو تو وہ بھی مطلقاً ممنوع اور اگر بشرائط ہو تو مختلف فیہ جس میں بعض صوفیہ نے اباحت کا قول لے لیا اب یہ سوال باقی رہا کہ مذہب حنفی میں تو وہ بھی ناجائز ہی صوفیہ حنفیہ نے اپنے مذہب کے خلاف کیوں کیا ایک جواب تو یہ ہی کہ محقق اتنے اختلاف سے حنفیت سے نہیں نکلتا دوسرا جواب وہ ہی جسکو اقتباس الانوار میں حضرت قطب صاحب کے تذکرہ میں سیر الاقطاب سے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رح کی طرف منسوب کیا ہے اور گو خود صاحب اقتباس نے اس نسبت پر وجدانی جرح کی ہی لیکن قطع نظر نسبت کے خود وہ تقریر مستقلاً بھی قواعد کے مطابق ہی اسلئے اون ہی الفاظ میں نقل کرتا ہوں قاضی (حمید الدین[1]) حاضر بود گفت منم حمید الدین کہ سماع بشنوم و مباح میگویم بروایت علمار کہ مریضم و درد دل دارم و سماع داروے آں درد ست و امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رض تداوی مریض بہ خمر نزد انعدام علاج بدواے دیگر و اتفاق حکما بر صحت آں مریض باین دواے مخصوص مباح داشتہ است بریں تقدیر دواے مرض من کہ لا دوا ست استماع سرود باشد پس شنیدن وے بر ما مباح بود بر شما حرام اھ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اباحت کا حکم ایسی اضطرار کی حالت میں ہے جس حالت میں حرام دوا حلال ہو جاوے کیا اسوقت ایسا اضطرار کسی میں مشاہد ہے مزید بصیرت کے لئے باب اوّل کا قول ۳۲ و ۴۱ و ۵۵ بھی ملاحظہ فرما لیا جاوے۔ (اشکال ۲ بعض اکابر کے کلام میں ترک عقبیٰ کی ضرورت پائی جاتی ہے اور شریعت حکم دیتی ہی اختیار عقبیٰ کا۔

---

[1] قاضی (حمید الدین) موجود تھے اُنہوں نے کہا کہ میں ہوں حمید الدین کہ سماع سنتا ہوں اور مباح کہتا ہوں بوجہ علمار کی روایت کے اس لئے کہ میں درد دل کا مریض ہوں اور سماع اسکی دوا ہی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے شراب سے علاج کرنیکی ایسے وقت اجازت دیدی ہی جبکہ ازالہ مرض کے لئے اور کوئی دوا ہی نہو اور حکیموں کا اتفاق اسپر ہو گیا ہو کہ صحت بدون شراب کے ناممکن ہے اس تقدیر پر میرے مرض کی دوا جو کہ لا علاج ہے سرود کا سننا ہی لہذا اوس کا سننا ہمارے لئے مباح ہے اور تم پر حرام ہے۔

حل اشکال مراد اس ترک سے یہ ہے کہ اوس کو رضائے حق کے درجہ میں مقصود بالذات نہ سمجھے سو یہ مضمون خود قرآن مجید کے موافق ہے سورہ توبہ میں نعیم جنت کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر ای من الجنۃ[1] پس اسی فرق کو صوفیہ نے ظاہر کیا ہے البتہ ہر جگہ کلام میں قیود نہ ہونے سے اس کا وہم ہوسکتا ہے سو بعض اوقات غایت شہرت کے سبب قیود ترک کر دیئے جاتے ہیں اور اس سے کوئی کلام خالی نہیں۔

از مختصر حالات خواجگان چشت

(واقعہ ۳۳) جب کئی سال اس طرح گذر گئے تو خواجہ بزرگ نے آپ کو بلا بھیجا اور اپنے روبرو بلا کر کلاہ اور دستار اپنے ہاتھ سے عطا فرمائی اور عصائے شیخ عثمان ہارونی اور مصحف اور مصلی اور خرقہ بھی مرحمت فرمایا اور کہا کہ یہ امانت مجھکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہونچی تھی سو میں نے تم کو دیدی ہیں حق ادا کر چکا تم بھی ٹھیک حق ادا کرنا کہ قیامت کو شہنشاہ نبوت کے روبرو شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے[2]۔

اشکال ان چیزوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امانت کس سند سے کہا۔

حل اشکال اقرب یہ ہے کہ اشیاء کا عطا کرنا شہادت تھی صلاح کی اور وصیت تھی اصلاح کی۔ جس طرح اب علماء طلبہ کی دستار بندی اسی مصلحت سے کرتے ہیں اور اس شہادت اور اس وصیت کے کچھ حقوق ہیں اور حقوق دین سب امانتیں ہیں اللہ و رسول کی اور اون حقوق کے ادا نکرنے کا متبوعین کی خجلت کا سبب بن جانا خود حدیث لاتسودوا وجھی یوما القیمۃ سے ثابت ہے اور محتمل باحتمال بعید ہے کہ امانت سے یہ مراد

[1] اور اللہ کی خوشنودی بڑی ہے (یعنی جنت سے بھی) [2] تم لوگ مجھے شرمندہ نہ کرنا قیامت کے دن۔

ہو کہ یہ اشیاء حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلسل آرہی ہیں پھر یا تو اونکے پاس سند کافی ہوگی یا کسی راوی پر حسن ظن کے سبب وثوق کرکے اس کو روایت کر دیا ہو اور یہی عذر ہے صوفیہ کی طرف سے بعض روایات کے نقل میں اون کے تسامح کرنے کا۔ اور یہی احتمال ہے کہ اس انتساب کا مستند کشف والہام ہو جیسا باب دوم عمل ۱۶ کے تحت میں بعض اعمال کے انتساب میں یہی احتمال مع اوسکی نظیر منقول فی کلام العلماء کے گذر چکا ہے

فائدہ استطرادیہ

بعض مقامات پر بعض تبرکات حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب بلا سند پائے جاتے ہیں جیسے موئے مبارک یا جبہ مبارک واقعہ بالا کی جو توجیہ اخیر میں کی گئی ہے یعنی استناد الی الکشف والالہام الذی من افرادہ الذوق الصحیح والفراسۃ التی سببہا النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من نور اللہ العلام ایسی ہی توجیہ ان میں بھی محتمل ہے بشرطیکہ تکذیب کی کچھ امارات قویہ نہ ہوں۔

تفریع علے الفائدۃ المذکورۃ

ہمارے قریب قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر میں ازمنہ متطاولہ سے ایک ملبوس حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کے نام سے مشہور ہے جو چند سال سے نواب صاحب رامپور کی رغبت پر وہاں منتقل ہو گیا مگر ہر سال ربیع الاول میں خدام جبہ عام زیارت کرانے کے لئے جلال آباد لے آتے ہیں اور چند روز کے بعد واپس چلے جاتے ہیں بمناسبت مقام وبضرورت تحقیق احکام اوس کے متعلق چند سطریں لکھکر بنار القبہ علے نبار الجبہ سے موسوم کرکے کتاب ہذا کا جز بناتا ہوں وہی ہذہ

بناء القبۃ علیٰ بناء الجبہ

(کہ جزو لیست از رسالۃ السنۃ الجلیہ)

ایں زمان جان دامنم بر تافتہ است بوئے پیراہان یوسف یافتہ است

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عاشقان ملت نبویہ و مشتاقان حضرت مصطفویہ علی صاحبہا الف الف سلام وتحیہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ کسی ذات کا عشق لزومًا مقتضی ہے اوس ذات کے متعلقات و ملابسات کی محبت کو اور تعلق و ملابسۃ کے تفاوت سے اوس محبت کے تفاوت کو نیز ثبوت ملابست کے تفاوت درجات سے تفاوت محبت کو پس اس اصل پر عشاق محمدی کو ملابسات میں سب سے زیادہ محبت کا تعلق حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام سے ہوگا پھر اپنے اپنے درجہ میں حضرات صحابہ وحضرات اہل بیت و ذریت اور آپکے نائبین و وارثین یعنی علماء و اولیاء سے حتے کہ اپنے درجہ میں آپ کے ملبوس تک سے محبت ہوگی ولنعم ما قیل ؎

درمنزلیکہ جاناں روزے رسیدہ باشد باخاک آستانش داریم مرحبائے

اور اس تعلق یا اوس کے تفاوت کے نہ جاننے سے احیانًا اس میں افراط و تفریط ہو جاتی ہے کبھی اعتقادی کبھی عملی۔ مثلاً افراط اعتقادی یہ کہ ثبوت مظنون یا مشکوک کو قطعی سمجھ لیا جاوے اور تفریط اعتقادی یہ کہ ثبوت محتمل کے ہوتے ہوئے نفی کا جزم کرلیا جاوے کہ ان دونوں اعتقادوں میں صریح مخالفت ہے نص لا تقف ما لیس لک بہ علم[1] کی البتہ جہاں امارات تکذیب کے موجود ہوں وہاں اون امارات کے درجہ تک نفی کا اعتقاد لازم ہے۔ اور افراط عملی یہ کہ ملابس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاوے جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو اور تفریط عملی یہ کہ درجہ ثبوت کی بھی رعایت نہ کی جاوے۔ اس تمہید کے بعد مقصود مقام یہ ہے کہ منجملہ اشیاء محتملۃ الملابسۃ کے ہمارے قصبہ کے قریب مقام جلال آباد میں ایک

[1] جس بات کی تجھکو تحقیق نہو اوسپر عملدرآمد مت کیا کر ۱۲ مترجم

جبہ ہے جو عام طور سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہی اور اب بالاستقلال ریاست رامپور میں مقیم ہے اور سال میں ایکبار یعنی ربیع الاول میں جلال آباد اور اوس کی نواح میں مشتاقین کی زیارت کی غرض سے لایا جاتا ہی چونکہ اوس کے متعلق اکثر ثبوتاً ونفیاً سوال بھی ہوتا ہے اور معاملہ بھی اوس کے ساتھہ اعتناءً واستغناءً مختلف کیا جاتا ہے اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اوسکے متعلق ضروری تحقیق لکھدی جاوے تاکہ علماً وعملاً افراط وتفریط سے بچنا ممکن ہو لیکن اس تحقیق کے بعض شعب یعنی ثبوت کے کافی مواد میسر نہونے سے توقف ہو جاتا تہا مگر جب اوس سے یاس ہو گیا تو خیال ہوا کہ آئندہ اس میں اور اشکال بڑہ جاوے گا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ جتنا اس وقت اوس کے متعلق ذہن میں حاضر ہے اوسیکو جمع کر دیا جاوے کہ اصل غرض یعنی تحرز عن الافراط والتفریط کے لئے یہ بھی کافی ہے چنانچہ یہ مختصر مجموعہ حاضر کرتا ہوں اور نام اسکا بنار القبہ علی بنار الجبہ تجویز کرتا ہوں (یعنی جبہ معہودہ کی خبر اور واقعہ پر روایات ثبوتیہ واحکامیہ کی مستحکم وحسین تعمیر) اور یہ چند اجزار پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ اسکو حفاظت حدود شریعت ومحبت کا ذریعہ بناوے آمین۔

جزو اول اس میں بیان ہے اسکا کہ آثار مقبولین کے برکت کی چیزیں ہیں اور اون سے برکت کا حاصل کرنا بطریق مشروع جائز ہے اما[1] قال اللہ تعالیٰ۔ وقال لہم نبیہم ان آیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ہرون تحملہ الملٰئکۃ الآیۃ فی الجلالین۔ فکانوا یستفتحون بہ علی عدوہم ویقدمونہ فی القتال ویسکنون الیہ (قال تعالیٰ) فیہ سکینۃ طمانیۃ لقلوبکم من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ہرون ای ترکاہ وھو نعلا موسیٰ وعصاہ وعمامۃ ہرون الخ۔

---

[1] فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اور کہا اون سے اون کے نبی نے کہ اوسکی یعنی طالوت کی بادشاہت کی علامت تابوت کا آنا ہی تمہارے پاس کہ جس میں اطمینان کا سامان تمہارے رب کی جانب سے اور موسیٰ وہارون کے ترکہ میں سے بقیہ ہوگا اوسکو فرشتے اوٹہائے ہوئے ہونگے جلالین میں ہے کہ وہ لوگ بذریعہ اوس تابوت کے اپنے دشمنوں پر فتح ونصرت کی دعا کیا کرتے تھے اور جنگ میں سب سے آگے اوسکو رکہتے تھے اور اوسکے سبب مطمئن رہتے تھے (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اسمیں (یعنی تابوت میں) تمہارے دلوں کے لئے تمہارے رب کی طرف سے سکون اور طمانیت کا سامان ہے اور آل موسیٰ وآل ہارون کے ترکہ میں کا بقیہ ہے یعنی اون دونوں کا ترکہ ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی نعلین مبارک اور عصا اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ مبارک تہا۔ ۱۲ مترجم

۱۶۲؎ عن عثمان بن عبد اللہ بن وہب قال فارسلنی اھلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شئ بعث الیھا مخضبۃ فاخرجت من شعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فخضخضتہ لہ فشرب منہ رواہ البخاری۔ ۱۶۳؎ عن اسماء بنت ابی بکر انھا اخرجت الی جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی نستشفی بھا رواہ مسلم۔ ۱۶۴؎ وعن ام عطیۃ فی قصۃ غسل زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکفینھا انھا قالت فالقی حقوہ فقال اشعرنھا ایاہ رواہ السنۃ قال الشیخ ھذا الحدیث اصل فی التبرکۃ بآثار الصالحین والباسہم۔

لہ عثمان بن عبد اللہ بن وہب سے روایت ہے فرمایا اُنہوں نے کہ پس مجکو بہیجا میرے گہر والوں نے ایک پیالہ پانی کے ساتہہ حضرت ام سلمہ رض کی خدمت میں اور بات یہ تہی کہ جب کسیکو نظر لگتی یا اور کوئی بیماری تو اون کی خدمت میں ایک لگن بہیجا جاتا تہا پس وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نکالتیں جسکو اونہوں نے چاندی کی نلکی میں رکہہ چہوڑا تہا پس وہ موئے مبارک کو پانی میں ڈالکر ہلاتیں پہر وہ پانی پی لیتا ۱۲۔ سہ اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ اونہوں نے میرے لئے ایک جبہ سادہ کسروانیہ نکالا جسکی گریبان کی پٹی ریشم کی تہی اور اوس کے دو نو چاکونکو ریشم کی گوٹ لگی ہوئی میں نے دیکھی اور انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رض کے پاس تہا جب اون کی وفات ہوئی تو میں نے اوس کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کو زیب تن فرمایا کرتے تھے پس ہم اس کو بیماروں کے لئے دہوتے ہیں اس کے واسطہ سے شفا چاہتے ہیں ۱۲ سے اور ام عطیہ سے زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تکفین کے معاملہ میں روایت ہے کہ اونہوں نے کہا پس حضور نے اپنا تہ بند پہینکا اور فرمایا کہ سب سے پہلے اس کو ان پر لپیٹ دو شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے صالحین کے آثار ولباس سے برکت حاصل کرنے میں۔ مترجم ۱۲۔

عہ منسوب بنقد بیر رائیت کما فی النووی ۱۲ مترجم عہ بعض جگہ اسکو پان کی پٹی اور صرف پان بھی کہتے ہیں ۱۲ مترجم

(۵) قال[۱] القاضی عیاض وحکی عن عبد الرحمن السلمی عن احمد بن فضلو[۲] الزاهد وکان من الغزاة الرماة انه قال مامسست القوس بیدی الا علی طهارة منذ بلغنی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ القوس بیده (۶) قال[۲] القاضی انه رأی ابن عمرؓ واضعًا یده علی مقعد النبی صلی الله علیه وسلم ثم وضعها علی جبهته وفی الباب روایات أخری ذکر بعضها فی الحصة الثانیة من وعظ الحبور (۷) وفی[۳] نیل الشفاء عن بعض الرسائل الاستبراک[۱] بمثال النعل الشریف اور یہ سب معاملہ باب محبت وادب سے ہے مگر اوس میں شرط یہ ہے کہ بوجہ مشروع ہو جس میں احکام کا ادب ضائع نہو۔

جزو دوم اس میں شرح ہے اوس مضمون کی جو جزو اول کے اخیر میں مذکور ہے یعنی اوس میں شرط یہ ہے کہ بوجہ مشروع ہو جس میں احکام کا ادب ضائع نہو۔ اوس شرط کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آثار وتبرکات کے ساتھ کوئی معاملہ خلاف شرع نہ کیا جاوے یعنی (۱) اون کی عید نہ منائی جاوے جس میں میلوں کی طرح مجمع ہوتا ہے تاریخ کی تعیین ہوتی ہے دعوت ہوتی ہے دور دور سے آدمی آتے ہیں عورتوں کا اجتماع بھی ہوتا ہے بلکہ نماز وروزہ سے زیادہ اوس کا اہتمام ہوتا ہے حدیث لاتتخذوا قبری عیدا[۴] میں اس کا ابطال ہے کیونکہ قبر کی عید سے صاحب قبر کی عید مقصود ہوتی ہے جب ذات بابرکات کی عید جائز نہیں تو ملابسات کی

---

[۱] روایت ہے احمد بن فضلو یہ از اہد سے اور یہ مجاہدین تیر اندازوں میں سے تھے کہا اونہوں نے کہ نہیں ہاتھہ لگایا میں نے کمان کو مگر باوضو جب سے مجھکو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں کمان پکڑی ہے [۲] کہا قاضی نے کہ ابن عمرؓ نے اپنا ہاتھہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نشست گاہ پر رکھا پھر اسکو اپنی پیشانی پر رکھا اور اس باب میں اور بھی روایتیں ہیں جن میں سے بعض وعظ الحبور کے دوسرے حصہ میں مذکور ہیں۔ [۳] اور نیل الشفاء میں بعض رسائل سے نعل شریف کے نقش سے برکت حاصل کرنیکو نقل کیا ہے [۴] میری قبر پر عید نہ منانا ۱۲ مترجم۔

عید تو کس طرح جائز ہوگی وتفصیل[1] المسئلہ مذکور فی وعظ السرور وتحت الواقعۃ ۵۸ فی الباب الثالث من رسالۃ السنۃ الجلیۃ - (۲) لکھی ہوئی چیزیں قبر میں نہ رکھی جاویں جیسے شجرہ یا عہد نامہ کہ میت کی پیپ لہو کے تلوث سے اون کا احترام باطل ہوتا ہے (۳) ان تبرکات کی نذر نہ مانی جاوے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوسکتی بحر الرائق میں اس کی حرمت کی تصریح ہے کما نقلہ الشامی قبیل باب الاعتکاف تحت قول الدر المختار باطل وحرام (۴) اوسکے لئے کچھ وقف نہ کیا جاوے کیونکہ وقف میں شرط یہ ہے کہ مصرف قربت ہو اور یہ مصارف متعارفہ خود بدعت ہیں البتہ اگر اس نیت سے وقف کیا جائے کہ جو فقرا و مساکین اوس کی زیارت کو آویں اون پر صرف کیا جائے اور جو لوگ اوس کے متولی و خادم ہوں وہ بھی بقدر حاجت اوس میں سے لے لیا کریں تو یہ وقف صحیح ہے۔ (۵) نہ تعظیم میں غلو کیا جاوے جس سے شرک و بدعت کی نوبت پہونچ جاوے نہ کسی قسم کی اہانت کی جاوے کہ منسوب کی اہانت میں عرفاً ایہام منسوب الیہ کی اہانت کا ہوتا ہے جس سے بچنا واجب ہے ہر حال میں اعتدال ملحوظ رہے علماً بھی عملاً بھی - اس اعتدال کی کیفیت بتلانے کے لئے بطور نمونہ دو تحریریں نقل کرتا ہوں ایک امداد الفتاوے جلد سوم مسائل شتے سے حضرت مولانا گنگوہی رح کی بجواب سوال تقبیل ومسح بالعینین نقشہ حرمین شریفین ونقشہ روضہ مطہرہ دوسری النور محرم ۱۳۴۲ھ سے اپنی بجواب سوال بعض معاملات غلو تمثال نعل شریف

تحریر اول - بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقشہا ثابت نیست واگر از غایت شوق سرزد شود ملامت و عتاب ہم بر جا نباشد (دستخط حضرت رح)

تحریر دوم - اس مسئلہ میں دو مقام پر کلام ہے ایک یہ کہ فی نفسہ قطع نظر عوارض سے اس تمثال کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کا یعنی سر پر رکھنا آنکھوں

[1] اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے وعظ السرور میں اور ۵۸ میں رسالہ السنۃ الجلیہ کے باب سوم میں ۱۲ (۵) ان نقشوں کو بوسہ دینا اور آنکھوں میں ملنا شرعاً ثابت نہیں اور اگر غایت شوق سے کوئی ایسا کرے تو ملامت اور نکیر بھی مناسب نہیں ۱۲ امتر جم۔

دینا اوس کے توسل سے دعا کرنا کیا حکم ہے دوسرے یہ کہ عوام کے مفاسد حالیہ یا مآلیہ محتملہ باحتمال غالب کے اعتبار سے کیا حکم ہے سو امر اول میں تفصیل یہ ہے کہ اگر دین اور عبادت سمجھکر ایسا کیا جاوے تب تو بدعت ہے کیونکہ اس کی دلیل وارد نہیں اور اگر ادب اور شوق طبعی سے کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ایسے امور طبعیہ کے جواز کے لئے دلیل جزئی کی ضرورت نہیں خلاف دلیل نہونا کافی ہے جیسے حضرت عثمانؓ کا ارشاد ولا مسست ذکری بیمینی منذ بایعت بھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ ابن ماجہ فی باب کراھۃ مس الذکر بالیمین ظاہر ہے کہ اس بناء پر ایہ رعایت حکم شرعی نہیں ورنہ ثوب نجس کا دلک یا عصر بھی یمین سے جائز نہوتا کیونکہ اس بنا پر اگر یہ حکم ہوتا تو اشتراک علت سے حکم متعدی ہوتا بخلاف نہی عن مس الذکر بالیمین فی الاستنجاء کہ وہ امر تعبدی ہے اوس میں تعدیہ نہیں ہوتا اور جیسے قاضی عیاض نے عبدالرحمن سلمی سے احمد بن فضلویہ غازی کا قول نقل کیا ہے ما مسست القوس بیدی الا علی طھارۃ منذ بلغنی ان رسول اللہ علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ (من فتاوی العلامۃ عبدالحی ص ۳۲۳) اور امر دوم کی تحقیق یہ ہے کہ جہاں احتمال مفاسد کا غالب ہو وہاں روکا جائے گا اور واقعی اسوقت عوام کی حالت پر نظر کر کے احتیاط ہی مناسب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری جانب میں بھی اصلاح ضروری ہے مثلاً اس تمثال کے ساتھ قصداً اہانت کا معاملہ کرنا اھ ملخصاً (للابہام کما ذکر قبیل التحریر الاول ولا یقاس علیہ الضرائح المعروفۃ المنکسۃ لان تصویر القبر فی نفسہ خلاف عمل الامۃ بل النہی عنہ منقول عند الشیعۃ ایضاً فھی حجۃ علیھم کما فی رسالۃ النجم نمبر ۳ ج ۳ ص ۱۲ من الدور الجدید عن کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر عن علی امیر المؤمنین من جدد قبرا او مثل مثالاً (ای للقبر دل علیہ اقترانہ بہ) فقد

۱؎ بوجہ ابہام مذکور کے اور اسپر ان کپہوں کی قبروں کو جنکو بعض مقام میں تربت بھی کہتے ہیں قیاس نہ کیا جائے کیونکہ قبر کی تصویر فی نفسہ عمل امت کے خلاف ہے بلکہ شیعوں کی کتاب میں اوس سے نہی منقول ہے پس یہ نہی اونپر حجت ہے دور جدید کے رسالہ النجم نمبر ۳
۳ جلد ۳ ص ۱۲ میں کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر سے حضرت علی امیر المومنین کا قول نقل کیا ہے ۳
۳۔ فرماتے ہیں جس نے تجدید کی قبر کی یا اوسکی تصویر بنائی تو وہ اسلام سے باہر ہوگیا ۱۲ مترجم۔

خرج من الاسلام) اور قریب ہی کی عبارت میں چھ سات سطر پہلے جو کہا گیا ہے کہ جہاں احتمال مفاسد کا غالب ہو وہاں روکا جائے گا الخ یہ احتمال خواہ عوام کے فعل میں ہو یا خواص کے فعل میں یعنی اگر کسی مقتدا کے توسع سے عوام کے غلو و تجاوز عن الحدود کا خطرہ ہو وہاں خواص یعنی مقتداؤں کو بھی خواہ وہ دین کے اعتبار سے مقتدا ہوں خواہ اثر دنیوی کے سبب عوام اون کے قول و فعل کا اقتدا کرتے ہوں اوس توسع سے رکنا ضروری ہے جس کی وجہ وہی ہے جو جزو اول کے اخیر میں اور جزو دوم کے اول میں مذکور ہے کہ احکام کا ادب ضائع نہ ہو اھ کیونکہ احکام کی حفاظت و حمایت تبرکات کی زیارت و رعایت سے زیادہ ضروری ہے اور عوام کے دین کی حفاظت یہ بھی حکم شرعی ہے دیکھئے سید العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنیؒ باوجود اس کے کہ اونہوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر والدہ کی خدمت کے سبب کہ وہ حکم شرعی تھا کیونکہ وہ محتاج تھیں اور دوسرا کوئی خادم نہ تھا عمر بھر آتش فراق میں جلتے رہے اور حضورؐ کی زیارت نہ کی کما فی الجلد الاول من جامع کرامات اولیاء للشیخ یوسف النبہانی ۲۲ وغیرہ ادرک زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یرہ لشغلہ ببرہ بامہ اور عشق صادق کا حق کہ تقدیم رضائے محبوب ہے اپنی رضا پر ادا کر کے دکھلا دیا کما قیل ؎

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق　　　ترک کار خود گرفتم تا برآید کام دوست

جب احکام زیارت ذات پر مقدم ہیں تو زیارت تبرکات پر تو کیوں مقدم نہ ہوں گے فقہا نے تو مفسدہ عوام کے ایہام پر خواص کے لئے ترک مستحبات تک کا فتوی دیا ہے فلیتیقظ و تحفظ و تدبر و تبصر۔

جزو سوم۔ اس میں یہ تحقیق ہے کہ جس جبہ کا خطبہ میں ذکر ہے جو جلال آباد میں تھا اس کے ثبوت کا کیا درجہ ہے اس کے متعلق اول چند حکایات نقل کرتا ہوں پھر مقصود کے ساتھ اون کی دلالت کا تعلق ذکر کروں گا۔

حکایت اول (بلا بیان ماخذ) منقول از تاریخ جلال آباد مسمے باسم تاریخی

واقعات جلال خانی۔ تالیف محمد علی خاں مرحوم رئیس جلال آباد معروف رانوٹی والے نے ۱۳۰۳ھ بن محمد روشن خاں بن حیدر خاں جلال خیل بالفاظہ روایت ہے کہ جبہ شریف حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا اور بعد شہادت خواجہ صاحب موصوف ایک عرصہ تک توشہ خانہ دودمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں محفوظ بحفاظت رہا بعد وفات حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے سنہ ۴۱۱ھ میں بعہد سلطان محمود غزنوی غازی پادشاہ ملک خراسان شہر طوس میں آکر تا ۹۲۳ھ اوسی جگہ مقیم رہا بعد ازاں بعہد سلطان ابراہیم لودی پادشاہ دہلی ملک خراسان سے ہندوستان آیا اور وقت تشریف آوری پیراہن پاک موصوف علمائے دین سکنائے ہند میں بہ تصدیق اصلیت اس جبہ شریف کے بحث ومباحثہ ہوا حالت مباحثہ میں ایکروز بحالت خواب مولانا شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کو حضرت خاتون پاک فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی اور حضرت خاتون پاک نے نشان اپنی سلائی کا گرد جائے مہر نبوت کے شیخ علیہ الرحمۃ کو بتلا کر فرمایا کہ بالتصدیق (یعنی بالتحقیق) اے برخوردار یہ میرے ہاتھ کی سلائی ہے تم ہرگز اس جبہ کے متعلق کلام مت کرو یہ جبہ شریف خاص ذات پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے پس حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ نے جو خواب سے بیدار ہو کر زیارت اس جبہ شریف کی تو بدستور حسب فرمان جناب خاتون پاک گرد جائے مہر نبوت اس جبہ شریف کے نشان سلائی حضرت خاتون پاک کا سیا ہوا دیکھا اور بصدق دل تصدیق جبہ شریف کی کر کے تمام عمر شیخ موصوف قربان جبہ مبارک موصوف رہے بعد ازاں سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ نے تصدیق اس جبہ شریف کی فرما کر بہت قریے بخرچ نان کاری مثل موضع براس و خوجگی پور وغیرہ ضلع کرنال علاقہ پانی پت شریف سے خدام جبہ شریف کو عطا فرمائے اور ایک عرصہ تک یہ جبہ شریف بہ تحویل سادات براس مقام براس میں مقیم رہا بعد ازاں سید دیوان علی اکبر اس جبہ شریف کو سادات

براس سے چھپا کر مع فرزندان خوجگی پور میں پنہاں ہوئے اور ادہر بحالت خواب در گاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس جبہ شریف کے لئے جلال آباد لانیکی محمد دلاور علیخاں صاحب رئیس پٹی دویم جلال آباد کو بشارت ہوئی اور جس روز خانصاحب موصوف اس جبہ شریف کو جلال آباد لائے تو اوسی روز عابد خاں وجہان خاں موسیٰ زئی افغان نے بمقام جلال آباد خواب میں دیکھا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر تشریف لاکر ہمارے مکانوں کو برائے سکونت خود پسند فرمایا ہے اور جب اس خواب سے بیدار ہو کر برائے نماز فجر بیرون مکان آئے تو عین اپنے مکان کے سامنے صندوق جبہ شریف کو بہمراہی محمد دلاور علیخاں صاحب موصوف قیام پذیر ہوئے دیکھا دریافت کیا تو جبہ شریف آں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس بفور اُن ہر دو برادران نے اپنا مکان حوالہ خدام جبہ مبارک کو کیا اور خانصاحب محمد دلاور علیخاں صاحب موصوف نے معقول جاگیر بخرچ نان کاری خدام مقرر فرما کر اس جبہ شریف کے قیام سے جلال آباد کو عزت بخشی بعد ازاں بحالت خرابی خوانین جلال آباد اس جبہ شریف کو جلال آباد سے نواب ضابطہ خاں غوث گڈھ لے گیا چند عرصہ گذرا تھا کہ غوث گڈھ تباہ ہوا اور پھر یہ جبہ شریف واپس جلال آباد تشریف لاکر اُسی مکان میں رونق افروز ہوا۔ اھ میں کہتا ہوں کہ اس حکایت کے شروع میں جو حضرت اویس رضی کو جبہ کا عطا ہونا مذکور ہے اگرچہ عام زبانوں پر مشہور ہے اور تذکرۃ الاولیا شیخ فرید عطار کے باب دوم میں مسطور ہے مگر سیر و تاریخ و اسمار الرجال کی کتابوں میں باوجود تتبع تام نہ پائے جانیکے سبب اصول روایت کی بنار پر یہ قول غیر منصور ہی اگرچہ اسکا قائل قبل تحقیق بوجہ حسن ظن بالراوی کے معذور ہے لیکن بعد تحقیق اس نقل سے احتیاط کرنیوالا ماجور ہے اور نقل پر جرأت کرنیوالا احتمالاً مازور ہے۔ واللہ اعلم (تتمہ) ثم عثرت علے عبارۃ منقولۃ من رسالۃ المصنوع فی الحدیث الموضوع لعلے القاری رح فی مکتوب رسلہ الی المولوی ضیلو احمد مفتی مظاہر العلوم فی سہارنفور وھے ھذہ وکذا ما اشتھر بینہم من ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اوصے عمر رض وعلیا رض بخرقۃ لاویس رح وانہما سلماھا الیہ وانہا

وصلت الیہم معراویس وھم حرفلا اصل لہ ایضاً صٓ اس عبارت نے عدم ثبوت کا بالکل فیصلہ ہی کر دیا
حکایت دوم اسکے متعلق حکیم عبدالحمید خاں زمیندار برسہ کا دوران تحقیق میں میرے نام ذیل کا رقعہ آیا۔
جناب قبلہ مولانا صاحب دامت برکاتہم بعد تسلیم دست بستہ التماس ہے کہ اس حقیر کو جناب اوستاد مولوی حافظ حکیم معین الدین صاحب مرحوم نانوتوی سے معلوم ہوا کہ انکے والد جناب حاجی حافظ حکیم مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب قبلہ و کعبہ نے اسکی پوری جستجو کی وہ اسکی بیحد قدر فرماتے تھے۔ و نیز (کاتب رقعہ کو اپنے) جناب والد صاحب سے معلوم ہوا کہ جسوقت یہ جبہ شریف موضع براس سے جلال آباد تشریف لائے تو ہمارے دادا صاحب عابد خاں صاحب معہ النسی گئی نے بوجہ دیکھنے خواب کے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مکان کو پسند فرمایا اپنا مکان خالی کر دیا اوس روز سے جبہ مبارک اوسی مکان میں قیام پذیر ہیں اور وہ مکان خاص (جلال آباد میں) ہم برسہ والوں کا ہے زیادہ والسلام احقر عبدالحمید خاں ساکن برسہ ضلع سہارنپور شاگرد حکیم مولوی معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی اھ مختصراً۔

حکایت سوم۔ احقر جب کانپور کا قیام چھوڑ کر وطن آیا تقریباً یہ زمانہ ۱۳۱۵ھ کا ہے اوس وقت خدام جبہ مع جبہ یہاں آئے اور جا بجا زیارت ہونے لگی میں نے احتیاطاً حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ علیہ سے بذریعہ عریضہ زیارت کی نسبت مشورۃً استفسار کیا جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ اگر منکرات سے خالی زیارت میسر ہو ہرگز دریغ نکریں الفظ ہرگز کو احتیاطاً مظنون کہتا ہوں بقیہ متیقن ہے) اس تحریر کے بعد میرے پاس حافظ محمد یعقوب صاحب نواسہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا ایک خط آیا اوس میں لکھا تھا کہ کاتب الحروف نے والدہ صاحبہ معظمہ سے حضرت گنگوہی کا ارشاد پوچھا فرمایا۔ فرماتے تھے کہاں رکھی ہے جو تھی وہ قسطنطنیہ میں چلی گئی اھ اور ان دونوں ارشادوں میں تعارض نہیں کیونکہ کسی احتمال کا وجداناً قریب ہونا اور ظاہراً بعید ہونا دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔

حکایت چہارم ایک بار خدام جبہ نے ایک عظیم الشان اسلامی جلسہ میں ترغیب

زیارت کے متعلق اشتہار شائع کرنے کے لئے ایک مسودہ لکھنے کی مجھے فرمائش کی تھی
اشاعت کی نوبت نہیں آئی لیکن مضمون کا مقصود مقام سے تعلق ہے اس لئے
اوس کا ملخص نقل کرتا ہوں وہو ہذا ؎

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف

عاشقان آثار نبویہ و مشتاقان تبرکات مصطفویہ کی خدمت میں بشارت ہے
کہ اتفاقات حسنہ سے آپ حضرات کی خوش بختی سے اس موقع پر ایک عجیب
تبرک عظیم یعنی ملبوس خاص مشہور بہ جبہ شریفہ جناب رسول کریم علیہ الف الف تحیۃ
وتسلیم وارد ہوا ہے اور گو اکثر جگہ اس نام کے تبرکات کی شہرت ہے مگر اسکو
اون پر ایک خاص وجہ سے کہ اہل فطرۃ سلیمہ کے نزدیک وہ اس کے صحیح ہونیکی
علامات سے بھی ہے یہ امتیاز ہے کہ ایام قدیمہ سے اس نواح کے علمار محققین
ومشائخ معتبرین جن کو حق تعالے نے تقوے و تحقیق میں خاص امتیاز عطا فرمایا
ہے بلا نکیر ادب و احترام و شوق و رغبت کے ساتھ اس کی زیارت کرتے آئے
ہیں اھ - ف اکثر جگہ سے وہ مقامات مراد ہیں جہاں ان تبرکات کی سند نہیں
کیونکہ بعض مقامات میں سند ہونا بھی سنا گیا ہے سو اوس کا امتیاز علمی اسکے
امتیاز ذوقی سے یقیناً بڑھا ہوا ہے اس لئے اکثر کی قید لگادی -

حکایت پنجم میں نے حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی قدس سرہٗ
کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد محمود صاحب سے حضرت مولانا کی شرکت زیارت
جبہ شریف کے متعلق دریافت کیا اونہوں نے بیان کیا کہ حضرت مولانا خدام جبہ
شریف کو مہینہ مہینہ مہمان رکھتے تھے اور زیارت بھی جبہ شریف کی کرتے تھے اور
نظمیں وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہ دیتے تھے کہ نامحرم عورتیں سنتی ہیں اور یہ بھی
بیان کیا کہ چند عمائد نے اس کی اصل دریافت کی تو یہ فرمایا کہ اس جبہ شریف
کی سند کی تو تحقیق نہیں ہوئی لیکن چونکہ اس میں حضور اقدس صلے اللہ
علیہ وسلم کا نام مبارک آگیا اس لئے ہم کو اس کی عظمت کرنا چاہیئے اھ میں

کہتا ہوں کہ مولانا کے جواب میں قواعد سے ایک مقدمہ اور منضم ہوگا یعنی اسمیں کوئی محذور شرعی یا امارات تکذیب بھی نہیں۔

حکایت ششم (فی[1] انوار العارفین) حاجی مولوی محمد قاسم صاحب بارا تم نقل فرمودند کہ شخصے گفت کہ جبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ در جلال آباد ست حاجی امداد اللہ صاحب را پوشیدہ بخواب دیدم تعبیر آں پر ظاہر ست کہ ایشاں بلباس شریعت و آداب طریقت آراستہ و پیراستہ اند الخ اس سے کچھ آگے یہ عبارت لکھی ہے تا اینجا نظر مولوی صاحب موصوف بر عبارت و بیان افتادہ است آن حکایات سے مستفاد ہوا کہ اس کی کوئی باقاعدہ سند تو نہیں لیکن حکایت اول سے ایک درجہ کی شہرت ظاہر ہے پھر محققین کا اس کے ساتھ حسن ظن رہا چنانچہ حکایت چہارم میں اجمالاً اسی طرف اشارہ ہے اور حکایت دوم و سوم و پنجم و ششم سے مفصلاً علی سبیل اللف والنشر المرتب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب رح اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رح اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا مذاق مشترک معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اوس کی تکذیب نہیں فرماتے پس[2] ان مجموعی آثار سے اس کا انتساب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسا ہی ہے جیسے کسی ایسے سید کا جس کی سیادت مختلف فیہ ہو اور محض اوس کی روایت پر جسکو اوسنے اپنے بزرگوں سے اور اونہوں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کیا جاتا ہو جبکہ کوئی امارت تکذیب کی نہ ہو اس حالت میں اوس کو ظناً سید کہنا بھی

[1] (انوار العارفین میں ہے) حاجی مولوی محمد قاسم صاحب نے راقم سے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ جو جبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال آباد میں ہے میں نے حاجی امداد اللہ صاحب رح کو خواب میں پہنے ہوئے دیکھا ہے، تعبیر اسکی بہت ظاہر ہے کہ یہ لباس شریعت و آداب طریقت سے آراستہ و پیراستہ ہیں (ترجمہ اگلی عبارت کا) اس جگہ تک مولوی صاحب موصوف اس عبارت کو دیکھ چکے ہیں۔ مترجم

[2] یہ عبارت جلی اسلئے لکھی گئی کہ یہ گویا رسالہ کی روح ہے ۱۲

جائز ہے اوس کا ادب واحترام کرنا یا احکام زکوۃ وغیرہ میں احتیاط کرنا بھی مناسب ہے کیونکہ رعایت ادب میں کوئی محذور شرعی نہیں مگر نہ جزم جائز ہے اور نہ نافی پر ملامت جائز ہے جبکہ وہ نفی بھی کسی قرینہ مجتہد فیہ سے ہو گستاخی سے نہو۔ حاصل اس دستور العمل کا یہ ہوا کہ احتمال کے ساتھہ حقیقت کا سا معاملہ کرنا جبکہ وہ احتمال ناشی عن دلیل ہو اگرچہ دلیل ضعیف ہی ہو اور اوس میں کوئی محذور شرعی نہ ہو اقرب الی الاحتیاط ہے۔

اس دستور العمل کی تائید اس حدیث صحیح سے ہوتی ہے۔ عن[1] عائشۃ ان عتبۃ بن ابی وقاص عهد الی اخیہ سعد ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ الیک فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال ابن اخی عهد الی فیہ فقال عبد بن زمعۃ اخی وابن ولیدۃ ابی الی قولہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھولک یا عبد بن زمعۃ الولد[2] للفراش وللعاھر الحجر ثم قال لسودۃ (بنت زمعۃ) احتجبی منہ الحدیث (للستۃ الا الترمذی) دیکھیے اس لڑکے کا نسب عتبہ سے شرعاً ثابت نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلیل شرعی قایم ہے جس سے یہ احتمال جو کہ ناشی محض مشابہت صورت سے ہوا جیسا روایات میں وارد ہے نہایت درجہ ضعیف کالعدم ہو گیا لیکن

---

[1] حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا مجھسے ہے پس تم اسکو اپنے قبضہ میں لے لینا پس جبکہ مکہ فتح ہوا سعد نے اوس کو لے لیا (باہمی اختلاف ہوا) تو سعد نے کہا کہ مرے بھائی کا لڑکا ہے اسکی بارمیں اوسنے مجھکو وصیت کی تھی (یہ سنکر) عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ مرا بھائی ہی اور مرے والد کی باندی کا لڑکا ہی روایت یہانتک ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لڑکا اے عبد بن زمعۃ تمکو ملیگا کیونکہ اولاد صاحب فراش کی ہوتی ہی اور زانی محروم رہتا ہی پھر سودہ بنت زمعۃ سی جو ازواج مطہرات میں سے ہیں فرمایا[2]

[2] کہ اس لڑکے سے پردہ کرنا ہا ۱۲ مترجم

چونکہ حکم احتجاب میں اس احتمال کی رعایت میں کوئی محذور نہ تہا بلکہ احتیاط تھی اس لئے آپ نے اوس احتمال کے ساتہہ حقیقت کا سا معاملہ فرمایا اسی طرح یہاں احتمال صحت انتساب کے ساتہہ جو کہ ناشی ہے قرائن مستفادہ من الحکایات السابقہ سے جن میں واضح قرینہ تسامح کابر اعن کابر ہے گو اون قرائن میں قوت نہ ہو باب احترام میں حقیقت کا سا معاملہ کرنے میں کوئی محذور شرعی نہیں بلکہ احتیاط ہے کیونکہ غیر محترم کا احترام کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کوئی مانع شرعی نہ ہو اس لئے یہاں بھی احترام ہی کو ترجیح دی جاوے گی خصوص جبکہ اہل فراست ناظرین بنور اللہ کا بھی اس طرف رجحان ہو اور اون کا قلب اوس کو رد نہ کرتا ہو اور ایسے احتمال کے ساتہہ حقیقت کا سا معاملہ کرنے میں کسی محذور شرعی کے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ ایسا معاملہ خود احکام کے ساتہہ کرنا جائز نہیں نہ احکام کے دلائل میں مثلاً حدیث محتمل سے مثل حدیث ثابت کے احکام ثابت کرنے لگیں اور نہ احکام کے آثار میں مثلاً احتجاب مذکور قصۂ زمعہ کی نظیر میں میراث بھی جاری کردیں یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں محذور شرعی ہے۔

جزو چہارم اس میں بعض احکام فقہیہ متعلق تبرکات کے مذکور ہیں کچھہ تو اجزار بالا کے اثنار میں مذکور ہو چکے ہیں مثلاً ۱ اعتقاد و عمل میں افراط و تفریط نکرنا جیسے تعظیم مفرط یا اہانت جس میں منسوب الیہ کی اہانت کا ایہام ہو یا بلا دلیل انتساب کے اثبات کا یا اوس کی نفی کا جزم کرنا ۲ اون کا میلہ نہ لگانا جسکو عرف میں عرس کہتے ہیں اس عمل کی منفصل تحقیق رسالہ السنۃ الجلیہ کے باب ثالث واقعہ ۵۸ میں مذکور ہے۔ ۳ اون کی نذر نہ ماننا۔ ۴ اون کے مصارف غیر مشروعہ کے لئے وقف نکرنا ۵ اون کی زیارت کے وقت نظمیں نہ پڑہنا بعضے اب مذکور ہوتے ہیں ۶ اگر وہ تبرکات اجزار انسانیہ ہیں جیسے بال و ناخن وغیرہ خواہ انبیار کے یا غیر انبیار کے تو وہ کسی کی ملک نہیں بحکم وقف ہیں اور اون کے محافظ و نگران بحکم متولی نصبًا و عزلًا و تصرفًا و منعًا للغیر عن التصرف

بغیر اذنہم ع۸ اور اگر وہ اموال ہیں تو اگر وہ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ہیں اُن کا بھی یہی
حکم ہے جو ابھی مذکور ہوا ع۸ اور اگر کسیکو اونہوں نے عطا فرما دیا تھا تو موہوب لہ کا ترکہ
ہے اوس میں میراث جاری ہوگی ع۹ اور اگر وہ تبرکات اموال ہیں اور اصل ہی سے
غیر انبیاء کے ہیں تو اون میں علی الاطلاق میراث جاری ہوگی خواہ خود اون کا ترکہ ہو
خواہ موہوب لہ کا ع۱۰ جن صورتوں میں میراث جاری ہوگی در صورت شرکت
ورثہ کے بلا تقسیم کسی ایک کو اوس میں تصرف کرنا جائز نہیں جیسے اس وقت متعارف
ہے کہ اہل سجادہ اوس پر قابض ہو جاتے ہیں ع۱۱ اور جس صورت میں ایک کا قبضہ
و تصرف جائز نہیں اون کی زیارت بھی جائز نہیں کیونکہ وہ انتفاع ہے بلا اذن مالکوں
کے اور ظاہر ہے کہ اکثر صورتوں میں اذن معتبر کا حاصل کرنا سخت متعذر ہے کوئی
غائب اور دور ہے کوئی نابالغ ہے کوئی اس قبضہ پر دل سے ناخوش ہے ع۱۲ البتہ
اگر ایسی چیز کا وقف کرنا جائز ہو اور کسی نے ملک صحیح حاصل کرکے وقف کردیا
ہو تو یہ اشکالات رفع ہو جاوینگے مگر اس وقف کی صحت میں مجکو شرح صدر نہیں
ہے کیونکہ وقف منقولات میں تعامل شرط ہے اور اس میں تعامل نہیں البتہ
اگر کسی خاص طبقہ کا تعامل بھی معتبر ہو اور اہل طریق میں اس کا تعامل ہو جاوے
تو گنجائش ہے اس تعامل کی تحقیق اہل طریق سے اور ایسے تعامل کی صحت اہل علم سے
کرلی جاوے ع۱۳ جن صورتوں میں میراث جاری ہوتی ہو اور اوس مورث کا
کوئی شرعی وارث نہ رہے تو وہ بیت المال کا حق ہے اور مصرف اوسکا درمختار کی روایت پر
(مع اختلاف البعض) مسلمانوں کے منافع عامہ ہیں جن میں پل اور مسافر خانے اور مساجد
وغیرہ بھی داخل ہیں اگر زیارت کو ان منافع میں داخل کرنے میں کسیکو شرح صدر ہو جاوے
تو یہ ایک گنجائش کی صورت ہے اس صورت میں بھی وہ ملحق بالوقف احکام میں ہو جاویگا
فلیحقق ع۱۴ اور جن تبرکات نبویہ کی سند موجود ہو متواتر ہو یا خبر واحد اونکا اعتقاد
درجہ ثبوت میں اور احترام بھی واجب ہے اور اوس میں اخلال معصیت ہے البتہ کسیکو
سند ہی میں کلام ہو اوسکا حکم مثل حدیث مجروح کے ہوگا علماً و عملاً ع۱۵ اگر کوئی تبرک

غایت کہنگی سے عام تجار کے نزدیک متقوم نہ رہا ہو تو آیا اوسکو اموال سے خارج کرکے ملحق بالوقف
کیا جاوے گا یا معتقدین کے نزدیک متقوم قرار دیکر مال میں داخل کرکے اموال کا حکم دیا
دیا جائیگا قابل تحقیق ہے (۱۶) تبرکات کی زیارت پر معاوضہ لینا جائز نہیں یہی حکم ہے
چندہ متعارفہ کا جس میں حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے البتہ بلا شرط و بلا عرف و بلا جبر
و بلا ذلت مضایقہ نہیں (۱۷) اگر کسی تبرک کو خون سائل وغیرہ لگا ہو جیسے کسی شہید کا
ملبوس تو بدون دہوئے زیارت کرنا خصوص اوسکو متبرک سمجھکر انتفاع بالنجس ہونیکی
وجہ سے ناجائز ہے کما فی رد المحتار فصل اللبس عن الذخیرۃ لا یجوز لبسہ بلا ضرورۃ
وھذا القید یجمع بین ھذا القول وبین ما فی الدر المختار شروط الصلوٰۃ لہ
لبس ثوب نجس اھ اور اگر یادگار مقصود ہے تو صابون وغیرہ سے نہ دہوئیں خالی
پانی سے پاک کر دینے سے داغ زائل نہیں ہوتا یادگار بھی باقی رہے گی البتہ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب رطوبات کو بہت سے علماء نے طاہر کہا ہے اوسکا
دہونا واجب نہیں (ولیحقق ھل سائر الانبیاء علیہم السلام مشارکون لہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام فی ذلک) (۱۸) غیر مالک کو تبرکات کا بیچنا جائز نہیں (۱۹) تبرکات
پر عطر وغیرہ ملنا مضایقہ نہیں البتہ پہول چڑہانا چونکہ شعار اہل بدعت کا ہو گیا ہے
اچھا نہیں (۲۰) تبرکات میں اگر نعلین یا خفین یا جوربین ہوں جو پاؤں کے
ملبوسات ہیں اون کا قرآن مجید یا کتاب کے ساتھ رکہنا عرفاً خلاف ادب ہونے
کے سبب نہ چاہیئے اسی طرح دوسری اشیاء کو قرآن و کتاب کے اوپر نہ رکہا جاوے
(۲۱) اگر کسی مقتدا یا ذی اثر کی شرکت زیارت سے عوام کسی غلطی میں پڑ جاویں تو وہ
اس شرکت علانیہ سے احتراز کرے ف اگرچہ جلال آباد کے متعلق حضرت
اویس قرنی کی روایت کا بزعم خود کوئی قائل ہو تو اوس میں عہ شو عہ ۱۳ کا التزام کرنا ہوگا ولیکن

ھذا اختتام الرسالہ وکان لمنتصف ربیع الاول ۱۳۵۱ھ موخراً عن ختم رسالۃ السنۃ
السنۃ الجلیۃ بشہر وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد صاحب السیف والتاج + وصاحب الشفاعۃ والمعراج + وصاحب
الازار والرداء + وصاحب المغفر واللواء وعلی آلہ واصحابہ اجمعین - تمت رسالۃ بناء القبۃ بعون اللہ تعالی الی الصلوٰۃ

عہ فی ذکر ھذہ الاوصاف اشارۃ الی بعض ما یصلح للتبرک بہ ۱۲

(واقعہ ۱۴) صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ اوائل مجاہدہ میں حضرت خواجہؒ نے شیخ فریدؒ کو طے کے روزہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ تین دن کے بعد افطار کرنا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ **اشکال**۔ یہ صوم وصال تھا جسکو فقہا نے مکروہ لکہا ہے **حل اشکال** خود فقہا میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے چنانچہ نووی نے نقل کیا ہے قال القاضی عیاض۔ اختلف العلماء فی احادیث الوصال فقیل النہی عنہ رحمۃ وتخفیف فمن قدر فلا حرج وقد واصل جماعۃ من السلف الایام الی قولہ[1] احتج الجمہور بعموم النہی الخ پہر کراہۃ کے قول میں بھی در مختار میں تنزیہی ہونے کی تصریح ہے تو ایسے امر مختلف فیہ کو خلاف شرع نہیں کہہ سکتے۔

(واقعہ ۱۵) اوس گاؤں کے متصل ایک کنواں ہے کہ جس میں شیخ نے اُلٹے لٹک کر چلہ کشی کی ہے۔ **اشکال** ایسی مشقت بدعت ہے حدیثوں میں اس سے کم مشقت پر نکیر آیا ہے۔ **حل اشکال** تحقیق یہ ہے کہ بدعت اوسوقت ہے جب اس مشقت کو قربت مقصودہ سمجھے یا بلا ضرورت ہو جیسے صحابہ کو بعض مشاق کی ضرورت نہ تھی یا بوجہ عدم تحمل اوس سے صحت بدنیہ کو کوئی ضرر پہونچے احادیث نہی کا یہی محمل ہے اور اگر معالجہ کے طور پر کرے اور اوس کا تحمل بہی کر سکے تو کوئی وجہ نہی کی نہیں خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک طول قیام سے ورم کر جاتے تھے پہٹ جاتے تھے اور پوچہنے پر آپ نے اسکو اپنے خصائص میں سے نہیں فرمایا افلا اکون عبدا شکورا[2] اسے جواب دے کر عموم شکر میں داخل فرما دیا جس سے اذن کلی ثابت ہو گیا یہ تو نفس مشقت کا جواب ہے باقی اولٹا لٹکنا سو فی نفسہ یہ ایک فعل مباح ہے اور فعل مباح اگر کسی مباح مصلحت سے ہو مباح ہے جیسے کسی غریق کو اولٹا لٹکا دینا جس سے پیٹ کا پانی نکل جائے

[1] قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ علماء نے صوم وصال کی حدیثوں میں اختلاف کیا ہے پس بعض نے کہا ہے کہ اسکی ممانعت شفقت اور تخفیف کی بناء پر ہے پس جو شخص قدرت رکہتا ہو اس کے لئے کچھ حرج نہیں اور سلف کی ایک جماعت نے کئی کئی دن کا صوم وصال رکہا ہے الخ اور جمہور نے عموم نہی سے ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

[2] کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں مترجم۔

بالاجماع مباح ہے حضرت ابولبابہ انصاری رضؓ کا ایک غلطی پر اپنے کو ستون سے باندہ دینا اور چھہ روز تک بندہا رہنا صرف نماز کے وقت اون کی بی بی کا اونکو کھول دینا پھر بعد نزول توبہ کے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا اون کو کھولنا جو جلالین میں اور بیہقی وغیرہ سے کمالین میں منقول ہے اس اباحت کا مؤید ہے اور یہ اولٹا لٹکنا ممتد نہ تھا عشار کے بعد سے تہجد کے قبل تک تھا بعض خدام سے اس لٹکنے میں اور نکلنے میں مدد لیتے تھے اب کوئی اشکال نہیں رہا اسکا تتمہ راحت القلوب مجلس چہارم واقعہ ۳۲ کے تحت میں بھی مذکور ہوگا۔

از انیس الارواح

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین رحؒ

(واقعہ ۷۶) حضرت خواجہ معین الدین رح فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضری ہوئی اور اس فقیر نے پابوسی کے لئے زمین پر سر رکھا الخ

اشکال۔ زمین پر سر رکھنا ظاہرًا سجدہ ہے اور مخلوق کے آگے سجدہ کرنا گو تحیت ہی کا ہو حرام ہے۔ **حل اشکال** ممکن ہے کہ مجاز ہو نیازمندی سے جیسا حضرت سعدی رح کے اس شعر میں ہے ؎

زمیں بوس قدر تو جبریلؑ کرد ۔۔۔ خدا[1] بیت ثنا گفت و تبجیل کرد

یقینی بات ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کبھی آپ کے روبرو زمین بوسی نہیں کی اور اس کا قرینہ خود انیس الارواح کی چوتھی مجلس میں خواجہ عثمان رح کا ارشاد ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے اوٹھکر زمین بوسی کی الخ اور ظاہر ہے کہ اوس وقت ہرگز اس کا معمول نہ تھا پس یہاں مجاز ہونا یقینی ہے اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کے قصہ میں بھی سمجھہ لیا جاوے۔ دوسرے اگر سجدہ کو حقیقی ہی معنے پر محمول ہو تب بھی اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ بزرگ مسجود

[1] خدا تعالیٰ نے آپکی ثنا فرمائی اور عزت افزائی کی اور جبریلؑ نے زمین بوسی تعظیم کی۔ مترجم۔

ہوں ممکن ہے مسجود حق تعالےٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہوں جیسے سجدہ الی الکعبہ میں مسجود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت سجدہ جیسا بعض مفسرین نے سجدہ ملئکہ لآدم میں یہی کہا ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود نہ تھے صرف جہت سجدہ تھے اور انہوں نے لام کو بمعنے الی لیا ہے اور حضرت حسان رضؓ کے قول سے استشہاد کیا ہے الیس اول من صلے لقبلتکم[1] اور اسی پر محمول ہے بعض عشاق کا قول ؎

قسم بقبلۂ روئے تو یارسول اللہ روا ست سجدہ بسوئے تو یارسول اللہ[2]

آپ کے روئے مبارک کو قبلہ کہنا اور بسوئے تو کہنا اس میں نص ہے لفظ ترا نہیں کہا۔ ایسا ہی جواب دیا ہے تصور شیخ کے معاملہ میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے جس کو انوار العارفین میں مکتوبات جلد ثانی مکتوب سی ام سے نقل کیا ہے ضروری عبارت اوس کی یہ ہے کہ ورزش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است[3] کہ در صلوات آں را مسجود خود میدانند و می بینند و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمیگردد الی قولہ رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند اھ باقی یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اجتہادی ہے اس میں اختلاف کی گنجایش ہے چنانچہ نیل الاوطار باب التکبیر للسجود میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ کے نزدیک سجدہ تلاوت میں وضو شرط نہیں اور ابوعبدالرحمٰن کے نزدیک استقبال

---

[1] کیا وہ ایسے نہیں کہ انہوں نے کہ سب سے پہلے تمہارے قبلہ کیطرف نماز پڑھی ۱۲ [2] یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپکے روئے مبارک کے قبلہ کی قسم ہو کہ سجدہ کرنا آپکی طرف جائز ہو ۱۲ [3] نسبت رابطہ کی ورزش کے متعلق لکھا تھا کہ اسقدر اوسکا غلبہ ہو گیا ہو کہ نمازوں میں وہ مسجود معلوم ہوتا ہو اور نظر آتا ہو اور اگر بالفرض اوسکی نفی کیجاوے تو نفی نہیں ہوتا الی قولہ رابطہ کی کیوں نفی کرتے ہیں کیونکہ وہ مسجود الیہ ہو نہ کہ مسجود لہ اور اگر باوجود مسجود الیہ ہونیکے نفی کر[4]

[4] ضرورت ہو تو محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ یہ چیزیں بھی مسجود الیہ ہیں) ۱۲ مترجم

قبلہ بھی شرط نہیں اھ اور ایک شبہ اس میں ایہام کا ہوسکتا ہے کہ دوسرے دیکھنے والے غلطی میں پڑ سکتے ہیں اور نیت کا علم اونکو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ تواضع سے اپنے مقتدا ہونے کی طرف التفات نہیں ہوا اور اس جواب میں اور اسی طرح اس کی اوس فرع میں جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی ہے گو یہ خدشہ ہے کہ کسی سمت کا جہت سجدہ بنانا خود امر تعبدی ہے قیاسی نہیں اس لئے غیر کعبہ کو اس باب میں کعبہ پر قیاس نہیں کر سکتے اور نہ اس کی نظیر سلف میں کسی سے منقول ہے تو گویا غیر سمت کعبہ کو جہت سجدہ بنانے کی ممانعت پر امت کا اجماع ہے اور محاریب کی نفی اس سے لازم نہیں آتی کیونکہ وہ ساجد کی نیت میں جہت سجدہ نہیں بلکہ جہت سجدہ کے طریق میں واقع ہوگئے ہیں اور یہ وقوع فی الطریق محاریب کے جہت سجدہ ہونیکو مستلزم نہیں مگر اولاً اجماع میں کلام ہی ابوعبدالرحمن کا قول مذکور قادح اجماع ہو ثانیاً بعد تسلیم اجماع یہ خدشہ خود دقیق ہے اسلئے اگر کسیکی نظر اس تک نہ پہونچے اوسکو خطاء اجتہادی میں داخل کرکے موجب معصیت نہ کہا جاویگا مگر یہ جواب باوجود اس خدشہ کے جو ایک درجہ میں اون حضرات سے دفع ہی کر دیا گیا ہے اوس جواب سے اچھا ہے جو بعض نے اختیار کیا ہے یعنی سجدہ تحیت کی حرمت میں کلام کیا ہے وہ کلام یہ ہے کہ شرائع من قبلنا میں سجدہ تحیت کا جائز ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کو ملئکہ نے سجدہ تحیۃ کیا یوسف علیہ السلام کو اون کے ابوین اور اخوان نے کیا اور ہماری شریعت میں اوس کا نسخ ثابت نہیں کیونکہ جو حدیث نہی کی اس باب میں آئی ہے وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد معارض خبر قطعی کی نہیں ہوسکتی اس لئے حسب قاعدہ حجیت شرائع من قبلنا وہ ہمارے لئے بھی جائز ہوگا سو یہ جواب چند وجوہ سے مخدوش ہے اوّل سجدہ ملئکہ یا اہل بیت یوسف علیہ السلام جو قرآن میں مذکور ہے یہی ثابت نہیں کہ وہ

سجدہ تھا یا انحنا دوسرے اگر سجدہ ہی تھا تو آدم علیہ السلام یا یوسف علیہ السلام مسجود تھے یا جہت سجدہ تیسرے یہ بھی مسلم نہیں کہ وہ حدیث خبر واحد ہے اوس کی اسانید میں اتنا تعدد ہے کہ اوس پر تواتر کا حکم کیا جا سکتا ہے فان الحدیث رواہ ابو داؤد والطبرانی والحاکم والبیھقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ھریرۃ والدارمی والحاکم عن بریدۃ و احمد عن معاذ والطبرانی عن سراقۃ بن مالک وصھیب وعقبۃ بن مالک وغیلان بن مسلم ورواہ ابن ابی شیبۃ عن عائشۃ والبیھقی ایضًا عن ابی ھریرۃ کذا فی جمع الجوامع للسیوطی (ھکذا وجدتہ فی قرطاس عتیق بخطی لم یحضرنی الآن من این کنت اخذتہ فلیراجع) چوتھے اگر وہ سجدہ تحیت ہی تھا اور مسجود جہت سجدہ نہ تھے اور وہ خبر خبر واحد ہی ہے تب بھی جب اوس کی حرمت پر اجماع ہوگیا تو حکم قطعی ہوگیا اور گو اجماع خود ناسخ نہیں ہوتا مگر دلیل قطعی ہوتی ہے کسی ناسخ کے وجود کی گو وہ ناسخ ہمکو معلوم نہ ہو یا معلوم ہو اور ظنی ہو اہل علم کو یہ سب مقدمات معلوم ہیں اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ سجدہ تحیت تو حسب فتوے فقہا حرام ہی ہے لیکن یہ حضرات بھی مجتہد تھے گو مجتہد مطلق نہ ہوں مگر ایک دو مسئلہ میں اجتہاد کے امتناع کی بھی کوئی دلیل نہیں پس ممکن ہے کہ اون کے نزدیک سجدہ منصوصہ سجدہ متعارفہ ہو اور وہ حدیث خبر واحد ہو یا معلل علت کے ساتھ ہو کہ جب اندیشہ افضاء الی الشرک کا ہو اور یہاں علت منتفی ہو کیونکہ فاعلین اہل فہم تھے اسلئے نکیر نہ کیا ہو اور یہ جواب تجویز سجدہ تحیت کا اس لئے بھی پسندیدہ نہیں کہ خود انیس الارواح چوتھی مجلس میں حضرت خواجہ صاحب سے حدیث

؎ اسلئے کہ اس حدیث کو قیس بن سعد سے روایت کیا ابو داؤد اور طبرانی و حاکم و بیہقی نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ترمذی نے اور حاکم و دارمی نے بریدہ رض سے اور احمد نے معاذ رض سے اور طبرانی نے سراقہ بن مالک و صہیب و عقبہ بن مالک و غیلان بن مسلم سے اور عائشہ رض سے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور نیز بیہقی نے ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ۱۲

؎ کذا فی جمع الجوامع للسیوطی ۱۲ مترجم۔

منقول ہے کہ اگر سوائے خدا کے دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا عورتوں کو کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں اور ظاہر ہے کہ یہ سجدہ تحیت ہی ہوتا تو حضرت خواجہ صاحب بھی اوس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں ف بعد تحریر ان سطور کے اس باب میں بعض ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین رحمہ اللہ تعالےٰ کے نظر سے گذرے مزید بصیرت کیلئے وہ بھی نقل کرتا ہوں۔

(۱) از فوائد الفواد جلد چہارم مجلس ۷ رجب ۷۱۹ھ اس کے بعد اس بات کا ذکر چھڑ گیا کہ مریدین حضرت خواجہ کی خدمت میں آتے ہیں اور سر زمین پر رکھتے ہیں حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا میں تو یہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو منع کردوں چونکہ میرے شیخ کے سامنے لوگوں نے اس طرح کیا ہے اس لئے میں نے منع نہیں کیا۔

(۲) از فوائد الفواد جلد چہارم مجلس ۲۸ جمادی الاولی ۷۱۶ھ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس خلق آتی ہے اور زمین بوسی کرتی ہے چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین و شیخ قطب الدین قدس اللہ روحہا العزیز منع نہیں کرتے تھے میں بھی منع نہیں کرتا۔ (الی قولہ خطاباً لبعض المشاغبین) سنو جس فرض کی فرضیت اوٹھادی جاتی ہے تو اوس کا درجہ استحبابی باقی رہا کرتا ہے جیسا ایام بیض اور عاشورا کے روزے (الی قولہ) سجدہ پہلی امتوں پر مستحب تھا جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو وہ استحباب جاتا رہا اباحت باقی رہی اب اگر مستحب نہیں ہے تو مباح ہے اور امر مباح پر نفی و منع کہیں آیا نہیں۔

(۳) از درر نظامی باب ۱۵ جمع کردہ مولانا علی بن جاندار احد الخلفاء اوس میں مضمون بالا پر اتنی زیادت ہے فرمایا میرے سامنے لوگ سر زمین پر رکھتے ہیں میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا مگر چونکہ میرے مشائخ کے سامنے ایسا ہی

کرتے چلے آتے ہیں لہذا منع بھی نہیں کرسکتا کیونکہ منع کرنے سے یا تجہیل مشائخ لازم آتی ہے یا اون کی تفسیق لازم آتی ہے اھ گو اس استدلال میں یہ کلام ہے کہ یہ اوس وقت ہو سکتا ہے جب نہی وارد نہ ہو اور یہاں نہی موجود ہے جو شاید مشائخ کے نزدیک معلل ہو علت کے ساتھہ جیسا عنقریب گذرا ہے نیز یہ بھی کلام ہے کہ اگر منع کے ساتھہ اون کے فعل کو ماول کہا جاوے تو تجہیل و تفسیق بھی لازم نہیں آتی مگر تاہم ان ملفوظات سے یہ امور مستفاد ہوتے ہیں۔ اول حضرت اس سجدہ کو سجدہ تحیت فرماتے ہیں اور گو میرے جواب سے اس کو اس لئے تنافی نہیں کہ شاید یہ تقریر علے سبیل التنزل ہو کہ اگر سجدۂ تحیت بھی مان لیا جاوے تو پھر یہ جواب ہے لیکن اسکا تنزل پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے (دوم) حضرت اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور منع فرمانا بھی چاہتے تھے مگر منع کرنے کو اون مشائخ کے ساتھہ صورۃً مزاحمت سمجھکر خلاف ادب سمجھتے تھے۔ سوم غلبہ ادب کے سبب اس استدلال کے جواب کی طرف اون حضرات کا ذہن عالی ملتفت نہیں ہوا اب اس پر یہ تفریع لازم ہوگی کہ اگر کسیکی یہ حالت نہ ہو یعنی ایسا مغلوب الحال بھی نہ ہو اور اس استدلال کا جواب بھی اوس کو معلوم ہو گیا ہو جیسا میں نے درمیان درمیان ظاہر کر دیا ہے تو وہ شخص معذور نہ ہوگا خصوص جبکہ حامل اسکا ترفع و جاہ ہو تب تو دین کا سالم رہنا نہایت مشکل ہے واللہ یعلم ماتبدون وما تکتمون ؏

(اشکال ۳۸) حضرات صوفیہ کے کلام میں کثرت سے روایات بے اصل پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی روایات کا نقل کرنا خلاف شریعت ہے

حل اشکال۔ یہ حضرات اس میں اس لئے معذور ہیں کہ انکو تحقیق احادیث کے لئے فراغ میسر نہیں ہوا جس راوی پر اوس کی ظاہری علمی و عملی

؏ اور اللہ تعالےٰ جانتے ہیں جس امر کو تم لوگ اظہار کرتے ہو اور جس بات کو پوشیدہ رکھتے ہو ۱۲ مترجم

حالت سے حسن ظن ہوا اوس سے روایت نقل کردی اور اس سے علمار ظاہر بھی خالی نہیں ایک کی روایت کو دوسرا بے اصل یا موضوع بتلاتا ہے اور دونوں معذور ہیں اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے اور اس میں کچھ چشتیہ ہی کی خصوصیت نہیں سب صوفیہ بلکہ فقہا و مفسرین کے کلام میں بھی ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں غنیہ اور احیاء العلوم اور بیضاوی و ہدایہ ملاحظہ ہوں مکتوبات مجددیہ میں ذکر بطریقہ حبس دم کو حضرت صدیق رضؓ سے منقول فرمایا ہے (کذا فی انوار العارفین ذکر تصور الشیخ) مگر یہ تساہل اصل مقصود کو مضر نہیں کیونکہ اوس مقصود پر دوسرے دلائل صحیحہ قایم ہیں اس مخدوش دلیل پر اوسکا مدار نہیں پھر اس مقصود میں تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ مقصود اگر صرف فن میں مقصود ہے دین میں مقصود نہیں تو اس دلیل صحیح کا دلیل سمعی حدیث وغیرہ ہونا ضرور نہیں دوسری دلیل بھی اوس کے لئے کافی ہے بشرطیکہ وہ شرعًا باطل نہ ہو جیسے حبس دم کہ مقصود فی الدین نہیں تو گو یہ حدیث وغیرہ سے ثابت نہیں مگر قواعد طبیہ سے ثابت ہے اور اون قواعد پر شریعت نے نکیر نہیں کیا اور اگر وہ مقصود دین میں بھی مقصود ہے تو اوس دلیل صحیح کا سمعی ہونا ہی ضروری ہے جیسے اعمال ماموربہا یا منہی عنہا کی مطلوبیت و متروکیت کہ ان کے متعلق اگر کوئی خاص روایت ثابت ہی نہ ہو مگر دوسری صحیح روایات تو بکثرت ثابت ہیں اور اس نمبر کی کچھ بحث باب دوم ۱۶ میں گذری ہے۔

ایضاً از انیس الارواح

اشکال ۸ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحؒ کا ملفوظ نقل کیا گیا ہے جس میں ہر ماہ کے چاندگہن کے خواص حوادث و واقعات کی تفصیل ہے اور یہ مشابہ ہے احکام نجوم کے۔ حل اشکال۔ اس سے اعتقاد تاثیر لازم نہیں آتا جو کہ شرعًا مذموم ہے ممکن ہے اس اقتران کا عادۃ اللہ ہونا

مقصود ہو جو فی نفسہ مذموم نہیں اس سے وہ اشکال تو جاتا رہا البتہ دو سوال باقی ہیں ایک یہ کہ اس اقتران کی کیا دلیل اس کا جواب تو وہی ہے جو اوپر کے اشکال کا مذکور ہوا ہے یعنی حسن ظن بالراوی و عدم فراغ للتحقیق دوسرا سوال یہ ہے کہ عوام تو اس اقتران عادی اور تاثیر میں فرق نہیں سمجھتے پس یہ حکم اون کے مفسدہ کا سبب ہو جاوے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حسن ظن بالعوام کے سبب اس کا احتمال نہیں ہوا اسلئے معذور ہیں۔

(اشکال ۹) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا قول ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام چوتھے آسمان سے نزول فرماویں گے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ہیں جواب یہ ہے کہ یہ بنا بر شہرت و حسن ظن بالرواۃ کے فرمادیا اور شہرت یا تو بے بنیاد ہے یا اوس کی یہ توجیہ ہے کہ آسمان سے مراد فلک یعنی مطلق کرہ ہے ہم سے اوپر کرہ ہوا کا ہے اوسکو اوپر کرہ آگ کا تو اس طرح دوسرا آسمان چوتھا کرہ ہے قالہ بحر العلوم۔

(اشکال ۱۰) چوتھی مجلس میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا ملفوظ ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن ادہم خانہ کعبہ تک پہونچے تو اوس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا اور آواز آئی کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے اور اون کے گرد طواف کر رہا ہے اور یہ ضعیفہ رابعہ بصریہ تھیں اھ سو اگر ایسا ہوتا تو تمام تاریخوں میں متواتر ہو جاتا کیا ایسا خلاف واقع قصہ نقل کرنا خلاف شریعت نہیں ہے حل اشکال کعبہ سے مراد عمارت نہیں ہے بلکہ تجلیات خاص ہیں اور زیارت و طواف سے مراد اون تجلیات کا خصوصیۃ کے ساتھ کسی طرف متوجہ ہونا سو اس میں کیا اشکال ہے۔

(اشکال ۱۱) چوتھی مجلس میں حضرت خواجہ عثمان رح کا ملفوظ ہے کہ چونکہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ملک حق ہو گئے تو حق خود ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا اھ کیا اللہ تعالیٰ کسی کی ملک ہو سکتے ہیں۔ حل اشکال۔ ملک مجاز ہے خصوصیت سے مشاکلۃً لفظ ملک سے تعبیر کیا گیا

اوراسی مشاکلت سے تاویل کی ہے مولانا جامی رح نے فصوص میں شیخ اکبر رح کے قول کی یعبدنی واعبدہ یعنی یطیعنی (بمعنی یجیبنی)

(اشکال ۱۲) ساتویں مجلس میں بعض نوافل کے متعلق حضرت خواجہ عثمان رح کا ملفوظ ہے کہ بعد ہر فریضہ کے یہ نماز ادا کی جاتی ہے اھ سو بعض فرائض کے بعد تو نوافل پڑھنا ناجائز ہے۔ حل اشکال ہر نماز سے مراد وہ ہر نماز ہے جس کے بعد نوافل جائز ہیں اور اگر ہر نماز ہی مراد ہو تو بعد سے مراد بعد منصل نہیں مثلاً فجر کے بعد اوس وقت پڑھے جب آفتاب بلند ہو جاوے اور عصر کے بعد جب کہ آفتاب غروب ہو جاوے۔

(اشکال ۱۳) ساتویں مجلس میں ہے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو قبل شروع کرنے کے ہزار ہزار بار تکبیر کہتے اور پھر بیٹھ جاتے اور پھر اوٹھتے یہانتک کہ جب تک حضوری حاصل نہ ہوتی نماز شروع نہ کرتے اھ اس میں اشکال یہ ہے کہ ان تکبیرات کہنے کے وقت اگر نیت شروع کی نہوتی تھی تب تو اخیر تکبیر سے بھی نماز شروع نہ ہوگی اور اگر نیت ہوتی تھی تو اول ہی تکبیر سے نماز شروع ہو جاتی تھی (صرح بہ فی الدر المختار) تو اوس کو قطع کرنا کیسے جائز تھا۔ جواب یہ ہے کہ تکبیر ختم کرنے کے قبل حضوری نہ دیکھتے تو شروع کرنے کی نیت بدل دیتے تھے تو نیت کل تحریمہ کے ساتھ مقرون نہیں ہوئی تو شروع صحیح نہیں ہوا اسلئے قطع جائز ہوا اور اخیر تکبیر میں ختم سے پہلے حضوری دیکھتے تو نیت کو نہ بدلتے اس لئے شروع صحیح ہو جاتا۔

ساتویں مجلس (واقعہ ۱۴) پھر فرمایا کہ ایک روز حضرت خواجہ جنید بغدادی اور حضرت خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہما باہر شہر بغداد سے واسطے تفریح کے تشریف لے گئے جب نماز عصر کا وقت آیا تو ان دونوں بزرگوں نے تازہ وضو کیا اور تہیہ نماز کا کیا تھا کہ ایک شخص جنگل سے آیا اوس کے سر پر

ایک گٹھا لکڑیوں کا تھا اوس کو رکھ کے اوس نے بھی وضو کیا اور نماز پر کھڑا ہوا ان دونوں بزرگوں نے فراست سے معلوم کیا کہ یہ شخص واصلین کاملین سے ہے لہذا سب نے بالاتفاق اون کو امام بنایا ہر چند انہوں نے عذر کیا مگر پذیرا نہ کیا۔ الغرض وہ بزرگوار نماز پڑھانے لگے اور رکوع اور سجود میں اتنا توقف کرتے تھے کہ سب کو خوف ہوا کہ وقت نماز عصر کا فوت ہو جاوے گا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سب نے اون بزرگوار سے زیادہ درازی رکوع و سجود کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب میں تسبیح کہتا ہوں تو جب تک جواب اوس کا لبیک عبدی نہیں آجاتا اوس وقت تک دوسری تسبیح نہیں کہتا ہوں اس وجہ سے مجھکو رکوع اور سجود میں دیر ہو جاتی ہے اون بزرگوار کے یہ فرمانے سے سب کو ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اپنی نماز کی حالت پر تاسف ہوا۔

اشکال:۔ دو تسبیح کے درمیان سکوت طویل خلاف سنت ہے جس کو خواجہ صاحب نے بلا نکیر نقل کیا۔ **حل** اگر عذر سے ہو جائز ہے جیسے کسیکو کھانسی ہونے لگے یا سانس رک جاوے یا زبان ماؤف ہو جاوے اون بزرگ کو غلبہ حال کا عذر تھا جو غلبہ سعال سے قوی تر عذر ہے۔

(**واقعہ ۱۵**) اس جگہ فرمایا کہ اے درویش ایک بزرگ بغداد شریف میں تھے صاحب کشف و کرامت مگر وہ نماز نہیں پڑھتے تھے جب اون سے کہا گیا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے فرمایا کہ تم کو اس سے کچھ کام نہیں مگر میں جبتک جمال یار نہیں دیکھ لیتا اوس وقت تک مجھکو چین و قرار نہیں آتا۔ **اشکال**۔ اس قصہ کو جو خلاف شرع ہے نقل کرکے نکیر نہ فرمانا یہ موافقت ہے خلاف شرع امر میں۔ **حل** یہ بزرگ خواجہ صاحب کی رائے میں دوام مشاہدہ سے مغلوب الحال تھے اس لئے غیر مکلف تھے۔

آٹھویں مجلس:۔ (**واقعہ ۱۶**) پھر فرمایا کہ یہ (یعنی احمد معشوق) نماز نہیں پڑھتے

تھے چنانچہ لوگوں نے اون سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑہتے فرمایا کہ
نماز تو پڑہوں مگر سورۂ فاتحہ نماز میں نہیں پڑہوں گا لوگوں نے کہا یہ کیا
نماز ہے جو سورۂ فاتحہ نہ پڑہی جاوے الغرض جب لوگوں نے
بہت کہا تو فرمایا کہ اچھا سورۂ فاتحہ پڑہوں گا مگر اوس میں ایاک
نعبد وایاک نستعین نہ پڑہوں گا پھر لوگوں نے کہا نہیں وہ پڑہیے لوگوں کے
بہت کہنے سننے سے نماز میں کہڑے ہوئے اور سورۂ فاتحہ پڑہنی شروع
کی جب ایاک نعبد وایاک نستعین پر پہونچے تو اون کے کل اعضاء کے ہر بُن
مو سے خون جاری ہوا اوس وقت حاضرین کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ مجھکو
نماز جائز نہ تھی مگر لوگوں نے کہہ کے مجھہ سے نماز پڑہوائی۔ اشکال مثل تقریر
اشکال بالا حل تکلیف شرعی کے لئے قدرت شرط ہے اور یہ قادر
نہ تھے چنانچہ اس حالت میں عجز ظاہر ہے کہ اس میں ہلاکت یقینی تھی اگر کسی
عبادت میں ہلاکت کا یقین ہو اوس کی اجازت نہیں فقہاء نے تصریح
فرمائی ہے کہ اگر روزہ میں جوع وعطش شدید کے سبب خوف ہلاک یا
خوف زوال عقل ہو روزہ ساقط ہو جاتا ہے اور نماز میں تصریح فرمائی ہے
کہ جب سر سے بھی ایماء کرنے سے عاجز ہو جاوے تو نماز ساقط ہو جاویگی
پھر یوم ولیلہ تک تو قضاء واجب ہے اور یوم ولیلہ سے زائد میں قضاء بھی ساقط
ہے باقی یہ کہ عجز صرف اس آیت سے تہا وہی ساقط ہو جاتی بقیہ نماز
کیسے ساقط ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ہر جزو کا یہی اثر ہو اور
تخصیص ذکری بطور تمثیل کے ہو باقی یہ کہ اوس وقت دوسرے اجزاء کا
اثر کیوں نہیں ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حدوث اثر ابتداہی سے
ہو گیا ہو مگر ظہور اتنی دیر میں ہوا اگر یہ آیت نہ بھی پڑہتے تب بھی اتنی دیر میں
ظہور ہو تا۔

(واقعہ ۱۷) قصہ سری سقطی چونکہ عصر کی نماز کا وقت تھا خواجہ نے

پانی نہیں پیا۔ **اشکال** وقت عصر کو کہانے پینے سے مانع سمجھنا بدعت ہے
حل باعتقاد منع بدعت ہے لیکن اگر اعتقاد جواز کے ساتھہ مشغولی ذکر کے سبب
ترک کی عادت اختیار کرے تو بدعت ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ
نماز کی تیاری اوس کے تاخیر کا سبب ہوا ہو۔

گیارہویں **مجلس** ۔ (واقعہ ۱۸) جو کوئی چالیس گائے مارے تو ایک
خون کبیرہ اوس کے نامہ میں لکہا جاوے گا اور جو کوئی شخص کوئی جانور نفس
کی خواہش سے مارے گا اوس شخص نے خانہ کعبہ کے ویران کرنے میں مدد
کی ہے مگر جس جگہ اور جس طور اور جس محل میں مارنا روا ہے اوسکے واسطے کوئی
قباحت نہیں۔ **اشکال** اس سے گاؤکشی بلکہ جانورکشی کی مذمت معلوم
ہوتی ہے **حل** اخیر کا جملہ خود رفع اشکال کے لئے کافی ہے معلوم ہوا کہ قتل
بغیر حق مراد ہے سو اس کی ممانعت خود حدیث میں ہے۔ کما[1] فی المشکوٰۃ ان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من قتل عصفورا فما فوقہا بغیر حقہا
سأل اللہ عن قتلہ قیل یا رسول اللہ وما حقہا قال ان یذبحہا فیاکلہا ولا یقطع راسہا
فیرمے بہا اھ اور ایک بڑی دلیل اس تقئید کی خود حضرت خواجہ صاحب اجمیری کا
فعل ہے جو اقتباس الانوار تذکرہ خواجہ صاحب میں اس طرح مذکور ہے[2] چوں
حضرت خواجہ درآنجا سکونت کرد ہر روز خادمان یک گاؤ خریدہ می آوردند وذبح
میکردند ومیخوردند تا کفار ازیں واقعہ آگاہ گشتند و بہ آتش غضب سوختند
و جمع گشتہ سلاح و چوب سنگ وفلاخن برداشتہ روانہ شدند الخ

[1] جیسا کہ مشکوٰۃ میں روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چڑیا یا اوس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اوس سے اس قتل پر مواخذہ کرینگے حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا حق ہے ان جانوروں کا فرمایا کہ انکو ذبح کر کے کہا لیا جاوے نہ یہ کہ سر کاٹ کر پھینک دیا جاوے۔ [2] جس وقت حضرت خواجہ صاحب نے اس جگہ سکونت اختیار کی خدام ہر روز ایک گائے خرید کر لاتے تھے اور ذبح کرتے تھے اور کہا جاتے تھے حتی کہ کفار اس واقعہ سے آگاہ ہو کر اور آتش غضب میں سوختہ ہو کر اور سب جمع ہو کر لکڑی پتھر گوپھن لیکر روانہ ہوئے ۱۲ مترجم

تیرہویں مجلس۔ (واقعہ ۱۹) ارشاد فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسیکی نمازیں قضاء ہوگئی ہوں اور اوس کو یہ معلوم نہیں کہ کتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں سو اوس کو چاہئے کہ دوشنبہ کی رات کو پچاس رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور سورۂ اخلاص ایکبار پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ایک سو بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر درود شریف بھیجے خدا تعالےٰ اون سب نمازوں کا کفارہ ادا کر دے گا اگرچہ سو برس کی کیوں نہوں۔ اشکال اس میں دو سوال ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث کہاں ہے اس کا جواب اشکال ۷ کے حل میں گذر چکا ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب اس کے معتقد تھے کہ نفل پڑھنے سے فرض نماز کی قضاء ساقط ہو جاتی ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے حل یہ لزوم مسلم نہیں ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ باوجود باقاعدہ قضاء پڑھ لینے کے قضا کا جو گناہ ہوا تھا وہ معاف ہو جاتا ہے چنانچہ لفظ کفارہ اس طرف مشیر ہے۔

سولہویں مجلس۔ (واقعہ ۲۰) پھر فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ محمد مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک بار خانہ کعبہ میں بایاں پیر پہلے رکھا تو آواز آئی کہ بیل اس طرح خانہ خدا میں داخل ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کا لقب ثوری ہوگیا اھ۔ اشکال یہ تو بالکل تاریخ اور لغت کے خلاف ہے۔ حل اول تو تاریخ اور لغت کا نہ جاننا کوئی نقص نہیں دوسرے اس سے تاریخ اور لغت کا انکار لازم نہیں ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ الہامی خطاب بطور لطیفہ کے ہوا ہو اور صاحب واقعہ نے اس مسرت میں اس کو شہرت دی ہو تو اس تلقیب میں اس خطاب کو اتنا دخل ہو جیسے حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ وان رغم انف ابی ذر سے

لذت لیتے تھے۔

از دلیل العارفین

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین رح جمع فرمودہ حضرت خواجہ قطب الدین کاکی رح

مجلس اوّل۔ (واقعہ ۲۱) فرمایا کہ عارف اوس کو کہتے ہیں کہ تمام عالم کے احوال جانتا ہو اور اپنی عقل سے سو ہزار رموز بیان کرے اور تمام دقائق محبت کا جواب دیسکے۔ اشکال تمام عالم کا احوال جاننا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی ثابت نہیں چہ جائے اولیاء۔ حل احوال سے مراد احوال دنیویہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حالات قلبیہ کی معرفت میں ایسی مہارت ہو کہ ہر حالت کی تشخیص کرکے اوس کا معالجہ کرسکے چنانچہ اسی ملفوظ میں رموز کا بیان اور دقائق محبت کا جواب دے سکنا اس کا قرینہ ہے اور احیاناً کسی حالت کے متعلق شرح صدر نہ ہونا اس عموم عرفی کے منافی نہیں

مجلس چہارم (واقعہ ۲۲) ارشاد فرمایا کہ اصل میں کھل کھلا کر ہنسنا گناہ کبیرہ ہے اہل سلوک کے نزدیک مسکرانا بھی کھل کھلا کر ہنسنے میں داخل ہے اشکال یہ دونوں مسئلے صحیح نہیں۔ حل مراد وہ ہنسنا ہے جو غفلت سے ہو اور کبیرہ سے مراد معنے اصطلاحی نہیں بلکہ جو عمل اپنے کم درجہ کے عمل سے بڑا ہو اگرچہ صغیرہ اصطلاحی بھی نہ ہو۔

مجلس چہارم۔ (واقعہ ۲۳) فرمایا کہ خواہش نفس سے قصداً و جان بوجھکر قبرستان میں کھانا کھانا کبیرہ ہے اور کھانے والا ملعون و منافق ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے امام ابوالخیر یحییٰ زندوسی رح کے روضے میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من اکل فی المقابر طعاماً او شراباً فھو ملعون و منافق۔ (ترجمہ) یعنی جس

شخص نے قبرستان میں کھانا کھایا یا پانی پیا وہ ملعون اور منافق ہے
اشکال وحل اشکال۔ مثل بالا اور اس ملفوظ میں ملعون ومنافق
اپنے معنے مشہور پر نہیں بلکہ جو شخص اوس رحمت خاصہ سے بعید ہو
جو اہل ذکر کے لئے ہے اور جو شخص ایمان کے اوس درجہ فاضلہ سے
بعید ہو جو اہل ذکر کو حاصل ہے۔
مجلس ششم (واقعہ ۲۴) اول کوہ قاف کے کچھ عجائبات کا ذکر ہی
جس میں بعض حاضرین کو شک ہوا تھا اور قوت تصرف سے اون کو مشاہدہ
کرا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین رح کا قول منقول
ہے کہ فقیر کو قوت باطنی ایسی ہی چاہیئے کہ حکایات اولیاء میں جو کوئی
سننے والا شک کرے وہ اوس کو معائنہ کرا دے **اشکال** کیا دلائل
صحیحہ سے یہ دعوے صحیح ہے۔ **حل** فقیر سے مراد مطلق فقیر نہیں بلکہ مراد
خاص صاحب تصرف ہے تو معنے یہ ہوئے کہ متصرف کامل وہ ہے
اور یہ صحیح ہے گو خود تصرف ہی فقر کے لوازم سے نہیں۔
مجلس ہفتم (واقعہ ۲۵) فرمایا کہ تارک الورد ملعون **اشکال** ترک
مستحب پر لعنت ہونا کیسے صحیح ہے **حل** وہی جواب ہے جو واقعہ (۲۳)
میں گذرا۔
مجلس ہشتم (واقعہ ۲۶) فرمایا نماز تہجد کی رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم پر فرض تھی اور ہم پر واجب ہے۔ **اشکال** یہ اجماع کے خلاف ہی
حل واجب سے مراد واجب اصطلاحی نہیں واجب لغوی ہے یعنی موکد
اگرچہ سنت ہی ہو۔
مجلس دوازدہم۔ (واقعہ ۲۷) فرمایا کہ ارباب محبت کا ایسا مرتبہ ہے
کہ اگر کوئی پوچھے کہ رات کو نماز پڑہی تھی تو جواب دے کہ مجھکو اتنی فراغت
طواف ملکوت سے نہ تھی۔ میں وہاں گھوم رہا تھا اور جہاں کہیں کوئی اُفتادہ

اور درماندہ پایا اور دستگیری کرتا تھا۔ اشکال کیا اس شغل میں نماز معاف ہو جاتی ہے۔ حل یا تو یہ مرتبہ خاص ہے مجاذیب کے ساتھہ جن پر نماز فرض نہیں یا نماز سے مراد فرض نماز نہیں نوافل مراد ہیں اور اوس سے بھی مراد کثرت ہے۔ سو خلق خدا کی خدمت کثرت نوافل سے افضل ہے خواہ خدمت ظاہری ہو یا باطنی یعنی عقبات باطنی میں دستگیری کرنا خواہ تعلیم سے یا دعا و ہمت سے۔

از فوائد السالکین

یعنی ملفوظات خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ جمع فرمودہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مجلس دوم۔ (واقعہ ۳۸) فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش کسی تہمت کے سبب سے بغداد میں پکڑا گیا اور معرض قتل میں لایا گیا چونکہ حکم تھا کہ قبلہ رو کھڑا کر کے گردن ماری جائے جب جلاد تلوار لیکر اوس کے پاس آیا تو اوس کی نظر اپنے پیر کی قبر پر جا پڑی اوس نے فی الفور قبلہ سے منہ موڑ کر اپنے پیر کی قبر کی طرف منہ کر لیا جلاد نے پوچھا کہ تو نے قبلہ سے کیوں منہ پھیرا اوس نے کہا کہ میں نے اپنے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے تو اپنا کام کر حجت سے کیا مطلب وہ پھر حجت کرنے لگا کہ اتنے میں والی ملک کا فرمان آیا کہ اس کو چھوڑ دو یہ کہکر خواجہ قطب الاسلام آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ دیکھو سچا عقیدہ یہ چیز ہے کہ اوس کی بدولت وہ درویش قتل ہونے سے بچگیا۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاروں کے ساتھہ بیٹھے ہوئے تھے اور سلوک کی ترغیب دے رہے تھے ہر بار وہ جب اپنے داہنی طرف دیکھتے فوراً کھڑے ہو جاتے تمام لوگ

متحیر تھے مگر کسیکو مجال نہ تھی کہ کوئی دم مارے چنانچہ آپ نے کئی بار ایساہی کیا الغرض جب سب چلے گئے تو ایک یار نے جس کو آپ سے عرض کرنیکا موقع ملتا تھا عرض کیا کہ آپ ہر بار قیام کیوں فرماتے تھے آپ نے فرمایا چونکہ اوسطرف میرے پیر شیخ عثمان ہارونیؒ کی قبر مبارک تھی جب میری نظر اوسپر پڑتی تھی تو مجھپر قیام کرنا فرض ہوجاتا تھا میں اسکو دیکھکر قیام کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے پیر کو حاضر و غائب یکساں تصور کرے جیسا حالت زندگی میں جانتا تھا اور ادب کرتا تھا ویساہی وفات کے بعد بھی ادب کرے بلکہ اوس سے زیادہ خیال رکھے۔ اشکال قبلہ سے منہ موڑنے اور قبر کی طرف منہ کرنے کو خوش اعتقادی فرمانا چہ معنے حل قبلہ سے اعراض مقصود نہ تھا بلکہ شیخ کی طرف توجہ مقصود تھی اور گو وہ توجہ قبر کی طرف کرنے پر موقوف نہیں لیکن معنے کے ساتھہ صورت کو جمع کرنا اجمع للخاطر ہوتا ہے اور اس توجہ الی المقصود سے عدم توجہ الی القبلہ بلا قصد لازم آئی اور اسمیں کوئی محذور نہیں نہ شرعاً استقبال قبلہ وقت قتل کے واجب ہے اور مستحب کا ترک اوس سے زیادہ اہم عمل کے لئے خلاف اولی بھی نہیں اور یہ اس لئے اہم تھا کہ اس عمل سے جان کا بچنا مظنون تھا اور یہ عمل اپنی حقیقت کے اعتبار سے استغاثہ نہ تھا اشکال دوم قیام کو فرض سمجھنا چہ معنے اور حاضر و غائب یکساں تصور کرنا چہ معنے حل یہ فرض اصطلاحی نہیں ہے مطلق لازم کے معنے میں ہے خواہ لزوم اوس کا طبعی ہو جس کا منشا عشق ہو اور یہ تو فقہا نے بھی آداب قبر زیارت میں فرمایا ہے کہ قبر سے اوتنی دور بیٹھے جتنی دور صاحب قبر سے حیات میں بیٹھتا تھا اور حاضر و غائب یکساں تصور کرنا علی الاطلاق مراد نہیں بلکہ صرف ادب و احترام میں چنانچہ اس کے متصل کی عبارت اس میں نص ہے جس میں تساوی فی الادب کی تعلیم ہے۔

مجلس چہارم۔ (واقعہ نمبر ۲۹) پھر اس بات کا ذکر ہونے لگا کہ اگر مرید نفل پڑھتا ہو اور پیر اوس کو آواز دے تو وہ کیا کرے آیا نماز نفل توڑ کر جواب دے

یا نہیں خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ بقائہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ نفل ترک کرے اور جواب دینے میں مشغول ہو کہ اس میں ثواب بہت ہے فرمانے لگے کہ میں ایک مرتبہ نماز نفل میں مشغول تھا شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجھکو پکارا میں نے فوراً نیت توڑ دی اور عرض کیا حاضر ہوں فرمایا آؤ جب میں خدمت میں حاضر ہوا پوچھا کہ کیا مشغولی تھی عرض کیا نماز نفل میں مشغول تھا میں نے آپ کی آواز سنکر اوسے ترک کر دیا اور آپ کو جواب دیا فرمایا بہت اچھا کیا یہ نماز نفل سے فاضل تر ہے کیونکہ پیر کے کام میں مستعد ہونا عین دین کے کاموں میں مستعد ہونا ہے۔ اشکال کیا نفل نماز کا توڑ دینا اس عذر سے جائز ہے۔ حل فقہاء نے احکام قطع صلاۃ میں اس جزئیہ کی تصریح کی ہے کہ نفل نماز میں اگر ماں باپ پکاریں تو اگر اون کو خبر ہے کہ نماز میں ہے تو جواب نہ دے اور اگر اون کو خبر نہیں تو نماز قطع کرکے جواب دے۔ (کذا فی الدر المختار) آگے مسئلہ مجتہد فیہ ہے کہ شیخ کا حکم مثل باپ کے ہے یا نہیں سو فقہاء کے کلام میں اوس کی تصریح نہیں پائی گئی مگر مشائخ شیخ کے لئے بھی یہ حکم ثابت کرتے ہیں اور مجتہد پر ملامت نہیں آئیندہ رسالہ سراب الشراب کے واقعہ الف کے حل میں مجتہد فیہ پر ملامت نہ ہونے کی مزید تحقیق ہے اگرچہ اوس اجتہاد پر عدم حجت کا حکم بھی کیا جاوے اور اس قصہ میں حضرت خواجہ صاحب کا پوچھنا کہ کیا مشغولی تھی صریح دلیل ہے کہ خواجہ صاحب کو خبر نہ تھی اور جہاں حکم میں ظاہراً اطلاق ہے دلیل سے وہ بھی مقید ہے اور اگر اطلاق بھی ہو جیسا فوائد الفواد مجلس ۲۶ ذالحجہ ۷۱۹ھ میں حضرت شیخ فرید رح کا ارشاد ہے تو وہ اون کا اجتہاد ہے جس پر ملامت تو نہیں لیکن چونکہ ان بزرگوں کا مجتہد ہونا خود امر اجتہادی ہے عام طور پر مسلم نہیں اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ایسے موقع پر نماز قطع نہ کرے چنانچہ ان ہی حضرات سے اس کی بھی تصریح منقول ہے

فوائد الفواد مجلس ۲۶ رذا الحجہ ۷۱۹ھ میں مذکور ہے اس عبارت سے کہ پھر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی نفل نماز پڑہتا ہو اور کوئی بزرگ آجاوے تو وہ کیا کرے آپ نے فرمایا کہ اوسے چاہئے کہ اپنی نماز تمام کرے پھر بندہ نے عرض کیا کہ اگر پیر آجاوے تو اوس کی قدمبوسی اور سعادت بہت ہے اور مرید کا اعتقاد یہ ہے کہ اوس نفل نماز سے سو حصہ زیادہ ثواب ہے فرمایا حکم شرع وہی ہے جو کہا گیا اھ **ف** اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پیر غیب داں نہیں ہوتے چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کو حضرت قطب صاحب کے نماز پڑہنے کی خبر نہیں ہوئی۔

مجلس چہارم۔ واقعہ ۳۰ پھر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں شیخ معین الدین ؒ کیخدمت میں حاضر تھا اور اہل صفہ بھی موجود تھے اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بیعت کے لئے پابوسی کی آپ نے اوس کو بٹھا لیا اوس نے عرض کیا کہ میں مرید ہونے آیا ہوں فرمایا جو کچھہ ہم کہیں گے کرے گا اگر یہ شرط منظور ہے تو بیشک میں مرید کرلونگا اوس نے کہا کہ جو کچھہ آپ کہیں گے وہی کروں گا آپنے فرمایا کہ تو کلمہ اسطرح پڑہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اس طرح پڑہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ چونکہ راسخ العقیدہ تھا اوس نے فوراً پڑہ دیا خواجہ نے اوس سے بیعت لی اور بہت کچھہ خلعت و نعمت عطا کی اور فرمایا میں نے فقط تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھکو مجھہ سے کسقدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود یہ نہ تھا کہ تجھہ سے اس طرح کلمہ پڑہواؤں میں کون اور کیا چیز ہوں ایک ادنی بندگان و غلامان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوں حکم وہی ہے جو تو اول سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس بات سے تیری صدق عقیدت معلوم ہوئی اب تو میرا مرید صادق ہوا مرید کو ایسا ہی چاہئے کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق و راسخ ہو۔ اشکال کیا امتحان کے لئے

کلمہ کفر کہلوانا جائز ہے۔ حل کلمہ کفر جب ہے کہ ماؤل نہ ہو اور اگر یہ تاویل کی جاوے کہ رسول سے مراد معنے لغوی ہوں اور عام ہوں بواسطہ وبلاواسطہ کو اور اس بنار پر یہ معنے ہونگے کہ چشتی اللہ تعالےٰ کا پیام رساں اور احکام کی تبلیغ کرنے والا ہے بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جیسا حدیث وارد فی المشکوٰۃ باب الوقوف بعرفۃ میں ابن مربع انصاری صحابی کا قول ہے انی رسول اللہ الیکم جس میں لفظ رسول اول بمعنے لغوی ہے اور جیسے قرآن مجید میں حضرت عیلےٰ علیہ السلام کے فرستادوں کو جو انبیا نہ تھے سورہ یٰسین میں مرسل فرمایا ہے تو پھر کلمہ کفر نہیں رہتا اسی طرح اگر یہ حمل تشبیہ بلیغ پر مبنی ہو جیسے ابو یوسف ابو حنیفہؒ ہیں سب کے نزدیک مسلم ہے تب بھی کلمہ کفر نہیں رہتا اور ظاہری وتبادر معنے مراد نہ لینے کی تصریح خود حضرت خواجہ صاحب کے اس قول میں ہے میں کون اور کیا چیز ہوں البتہ یہ سوال باقی رہا کہ موہم کا استعمال بھی تو جائز نہیں اوس کا جواب یہ ہے کہ مجلس خاص تھی اور مخاطب و دیگر سامعین خوش فہم تھے اس لئے یہ مفسدہ محتمل نہ تھا اب رہی یہ بات کہ آخر مصلحت ہی کیا تھی جواب ظاہر ہے کہ مصلحت امتحان کی تھی اس طرح کہ اگر یہ راسخ العقیدہ ہے تو مجھکو مخالف شریعت کا نہ سمجھیگا کوئی تاویل کرلے گا ورنہ بھاگ جائے گا۔

از راحۃ القلوب

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ جمع فرمودہ حضرت نظام الدین اولیاؒ

مجلس اوّل ماہ رجب ۶۵۵ھ واقعہ ۳۱ امیری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے بابا نظام الدین جس درویش میں یہ بات ہو کہ جو کچھ کہے

اوسی وقت ہو جاوے وہ درویش ہے۔ اشکال کیا درویشی اس پر موقوف ہے احادیث میں مصرح ہے کہ بعض دعائیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قبول نہیں ہوئیں حل اس کہنے سے مراد نہ دعا ہے اور نہ ہر پیشین گوئی ہے بلکہ صرف وہ پیشین گوئی ہے جو ارادہ آلہیہ کے انکشاف صحیح کے بعد ہو چونکہ مراد کا تخلف ارادہ سے جائز نہیں اور یہ پیشین گوئی ہوگی مصادف ارادہ آلہیہ کے اس لئے اس پیشین گوئی کا وقوع لازم ہے البتہ انکشاف کے غلط ہونے سے عدم وقوع ممکن ہے اور یہ بھی مطلق درویشی کے لئے ضروری نہیں بلکہ خاص درویشی کے لئے ہے جس کے ساتھ انکشاف صحیح ہوتا ہو اور اصل مقصود یہ ہے کہ اپنے اختیار سے ارادہ آلہیہ کے تابع رہے باقی اضطراراً تو ساری مخلوق ہی تابع ہے۔

مجلس چہارم ۔ ۲۷ ماہ شعبان ۶۵۵ھ ۔ واقعہ ۳۲ یہ دعاگو اون کا ملازم خدمت رہا عشاء کے بعد وہ صلوٰۃ معکوس پڑھا کرتے تھے اپنے دونوں پاؤں باندھکر لٹکا لیتے تھے یہانتک کہ صبح ہو جاتی تھی۔ اشکال کیا شریعت میں کوئی صلوٰۃ معکوس ہے حل اسکو صلوٰۃ مجازاً و تشبیہاً کہدیا ہے وجہ جامع توجہ الی اللہ ہے یعنی جیسے نماز میں توجہ الی اللہ ہوتی ہے اس عمل میں بھی توجہ الی اللہ ہوتی ہے کیونکہ مقصود اس اِتعاب سے نفس کو خوگر کرنا ہے تحمل تعب کا تاکہ توجہ الی اللہ کی تعب سے گریز نکرے۔ باقی یہ سوال کہ ایسا مجاہدہ شریعت میں کب جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مشقتوں کو قربت مقصودہ سمجھنا بیشک بدعت ہے لیکن اگر صرف تدبیر کے درجہ میں سمجھا جاوے اور تجربہ سے مفید بھی ہو تو کیا حرج ہے جیسے اطباء نے بعض مصالح بدنیہ کے لئے بعض ریاضات تجویز کی ہیں اہل طریق نے مصالح نفسانیہ کے لئے ایسی ریاضات تجویز کی ہیں لیکن جس کو تحمل نہ ہو اوس کے لئے یہ جائز نہیں اب یہ سوال رہا کہ اگر صبح تک اس عمل میں

مشغول رہتے تھے تو تہجد کس وقت پڑہتے تھے اس کا جواب یہ ہے صبح سے مراد قرب صبح ہے یعنی قبل تہجد تک یا بقدر تہجد پڑہنے کے لئے کہول دئے جاتے ہوں پہر اسی طرح صبح تک باندہ دیئے جاتے ہوں۔

تتمہ اس کے بعد **فوائد الفوائد ۵ ر رمضان ۷۰۸ھ** کے ملفوظ میں ایک روایت نظر سے گذری کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس بھی پڑہی ہے اھ اس سے ایک اور جواب نکل آیا کہ انہوں نے اتباع سنت کے قصد سے ایسا کیا ہے یہ دوسرا سوال رہا کہ روایت ثابت نہیں سو اس کا عذر اسی باب کے (۱ ک) میں مذکور ہو چکا ہے۔

مجلس چہارم ۔ ۲۷ ر شعبان ۶۵۵ھ ۔ (واقعہ ۳۳) اس کے بعد سلوک کا ذکر ہونے لگا آپ فرمانے لگے کہ اہل سماع اوس گروہ کے لوگ ہیں کہ جب وہ سماع و تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں تو ایسے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ اگر اون کے سروں پر لاکہہ تلوار چلے تو انہیں ذرہ برابر خبر نہ ہو۔

اشکال کیا سماع میں ایسی بے خبری لازم ہے **حل** مجموعہ سماع و تحیر کے لئے ایسی بے خبری لازم ہے مگر خود تحیر ہی سماع کے لئے لازم نہیں لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سماع کی اہلیت اوسی شخص میں ہے جسکو ایسا تحیر اکثر پیش آتا ہو یدل علیہ[1] قولہ رح اہل سماع اوس گروہ کے لوگ ہیں الخ۔

مجلس ششم ۔ ۱۱ ر شعبان ۶۵۵ھ ۔ (واقعہ ۳۴) پہر میں نے اونسے حال پوچھا کہ اپنا کچہہ حال فرمائیے انہوں نے کہا میری کیفیت یہ ہے کہ میں ستر برس سے اس غار میں کہڑا ہوں ایک دفعہ ایک عورت ادہر سے گذری میرے دل میں اوس کی طرف سے رغبت پائی گئی چاہا کہ اس غار سے باہر نکلوں کہ اتنے میں ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے مدعی تیرا عہد یہی تہا کہ ہمارے بغیر کسی سے عہد نہ کروں گا؟ بس یہ سنتے ہی چہری میرے

[1] اس پر اون کا یہ قول دلالت کرتا ہے ۔ ۱۲ مترجم

پاس موجود تھی فوراً اوس پاؤں کو کاٹ کر باہر پھینکدیا کہ یہ کیوں اپنی
خواہش نفسانی کا پابند ہوا اب تیس برس سے نہایت شرمندہ
ہوں کہ قیامت کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ اشکال کیا اس کوتاہی پر پاؤں
کاٹنا جائز تھا۔ حل غلبۂ حال میں جب ایک طرف التفات ہوتا ہے دوسری
طرف نہیں ہوتا اسلئے معذور ہوتا ہے خصوصاً اگر یہ سُن رکھا ہوگا کہ بنی اسرائیل
میں اعضاء خاطئہ کا قطع کرنا متمم تھا توبہ کا اور اپنی شریعت کا حکم اس باب
میں معلوم نہ ہوگا یا حاضر نہ رہا ہوگا یا قطع ید پر قیاس کیا ہوگا اور فارق
پر نظر نہ گئی ہو ایسا ہی ایک واقعہ ہاتھ کاٹنے کا اسرار الاولیا تیسری فصل
میں ہے۔ پھر اگر غلطی ہوئی تو تشدد کی ہوئی جو خدا پرستی کی دلیل ہے تساہل
کی تو نہیں ہوئی جس سے نفس پرستی کا شبہ ہوسکتا ہے۔

مجلس ششم۔ ۱۱ر شعبان ۶۵۵ھ (واقعہ ۳۵) ایسے ہی ایک دفعہ
خلیفہ بدخشان شاہی نشان کے ساتھ آیا اور زمین خدمت کو بوسہ دیا
اور کھڑا رہا اوس بزرگ نے فرمایا کیا مطلب ہے جو یہاں آنیکا قصد کیا
کہا والی سیوستان خراج نہیں دیتا اگر حکم ہو تو میں اوس پر چڑھائی
کروں اُنہوں نے تبسم کیا ایک لکڑی اون کے پاس رکھی تھی وہ اُٹھا کر سیوستان کی
طرف پھینکدی اور کہا کہ میں نے والی سیوستان کو مار ڈالا جب خلیفہ نے یہ
ماجرا دیکھا لوٹ آیا چند روز نہ گذرے تھے کہ وہاں کے آدمی بہت سا مال
لیکر آئے اور حکایت بیان کی کہ والی سیوستان دربار عام میں تخت پر
بیٹھا ہوا حکم کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار سے نکلی اور اس زور سے اوس پر
لگی کہ اوس کی گردن دھڑ سے الگ ہو گئی اور زمین پر گرا اور مر گیا اور یہ
آواز آئی کہ ہمارا شیخ عبدالواحد بدخشاں میں ہے یہ اوس کا ہاتھ
تھا جس نے اوس کو مارا۔ اشکال کیا یہ فعل جائز تھا۔ حل ممکن ہے کہ والی
سیستان کافر ہو اور خراج کے انکار سے عہد اسلام توڑ دیا ہو اس لئے

مباح الدم ہوگیا ہو ورنہ جس شخص کو آلات ظاہرہ سے قتل کرنا جائز نہیں اوس کو ہمت و تصرف سے بھی قتل کرنا جائز نہیں۔

مجلس پانزدہم۔ ۱۲ر ذیقعدہ ۶۵۵ھ (واقعہ ۳۶) پھر جماعت سے نماز پڑھنے کا ذکر ہونے لگا۔ اس باب میں آپ نے حد سے زیادہ تاکید فرمائی یہانتک کہ اگر دو بھی ہوں تو بھی ملکر جماعت سے نماز پڑھو اگرچہ دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی مگر جماعت کا ثواب ضرور ہوتا ہے اگر دو آدمی ہوں تو برابر کہڑے ہو جاؤ اشکال۔ کیا دو آدمیوں کی جماعت نہیں ہوتی۔ حل مراد نفی ثواب کی نہیں ثواب تو اس میں بھی جماعت کا ہوتا ہے اگر ثواب نہ ہوتا تو آپ حد سے زیادہ تاکید نہ فرماتے جیسا اس واقعہ میں مذکور ہے نیز اون ہی کے قول میں جماعت کے ثواب کی بھی تصریح ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں سب احکام جماعت کے نہیں ہوتے چنانچہ منجملہ احکام جماعت کے ایک یہ بھی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کہڑا ہو اور یہاں برابر میں کہڑا ہوتا ہے۔

مجلس بست وپنجم۔ ۱۰ر محرم ۶۵۶ھ۔ (واقعہ ۳۷) اس کے بعد اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے یہ حکایت پوچھی کہ جب ہم میں کوئی بھی نہ ہوگا تو کون ان کی تعزیت کرے گا کہا یا رسول اللہ آپکی امت آپ کے فرزوں کے تعزیت کرے گی اور ایسی ماتم داری کرے گی کہ اوس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔

اشکال کیا محرم کا یہ متعارف ماتم جائز ہے۔ **حل** اس عبارت کی دلالت اس پر غیر مسلم ہے معنے یہ ہیں کہ امت کو اسقدر محبت ہوگی کہ وقوع کا وقت آنے سے واقعہ اون کو یاد آوے گا اور اون کو رنج شدید ہوگا یہ مطلب ہے اس کا کہ اوس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی نہ یہ کہ وہ شریعت کے خلاف افعال کا ارتکاب کریں گے کہ یہ تو تعزیت

بھی نہیں کیونکہ تعزیت کے معنی تسلّی بخشیدن ہیں نہ کہ غم انگیختن بہر خود محبت کے بھی خلاف ہے چنانچہ موٹی بات ہے کہ غم کا سامان جمع ہونے سے تو دشمن کو بھی غم ہو جاتا ہے محبت تو یہی ہے کہ بدون سامان غم کے غم ہو جاوے۔

از راحت المحبین

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین رح جمع فرمودۂ حضرت امیر خسروؒ

دوسری مجلس۔ (واقعہ ۳۸) اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی تو ایک نے عرض کیا کہ حضور میں نے سنا ہے کہ ابو طالب قیامت کے دن دوزخ میں نہ ہونگے آپ نے فرمایا ہاں دوزخ میں نہ ہونگے۔ شقیق بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میری ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی میں نے کئی عجیب وغریب باتیں اون سے پوچھیں منجملہ اون کے ایک یہ بھی تھی کہ ابو طالب دوزخ میں ہوں گے یا بہشت میں تو اُنہوں نے فرمایا بہشت میں ہونگے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی سُنا ہے کہ ابو طالب قیامت کے دن بہشت میں ہوں گے جب میں نے اون سے دلیل پوچھی اور مکرر دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب اون کا انتقال ہوا تو وہ کفر کی حالت میں تھے بے ایمان گئے مگر کل ایمان لاکر بہشت میں داخل ہونگے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی بھی سُنا تھا کہ وہ ایمان لاکر بہشت میں جائیں گے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام جب آخر زمانہ میں دنیا پر آسمان سے تشریف لاویں گے تو وہ

اپنے معجزے سے ایک مردہ کو زندہ کریں گے اور وہ ابوطالب ہونگے
کہ جو اون کی تلقین سے مسلمان ہوکر یہ کلمہ پڑہیں گے۔ اشهد ان لا اله
الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله پس وہ
ایمان سے مشرف ہوکر بہشت میں جاویں گے۔ اس کے بعد آپنے ارشاد
فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نوازشیں اون کے بارہ میں بہت
ہیں حق تعالے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت
عیسےٰؑ کے ہاتھہ سے پہر زندہ کرے گا کہ وہ ایمان لاکر بہشت میں جاوینگے
اشکال یہ جواب تو حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ حل ممکن ہے وہ حدیث
نہ پہونچی ہو تو یہ دلیل نہیں ہے عقیدہ بدعت کی اور یا یہ مراد ہو کہ وہ پورے
دوزخ میں نہ ہوں گے جیسا حدیث میں ہے کہ اون کو صرف دو جوتیاں
آگ کی پہنائی جاویں گی۔ باقی حضرت خضر علیہ السلام کی روایت اور دلیل
اوس کی حجیت موقوف دو امر پر ہے۔ ایک حضرت شقیق تک سند
کا متصل ہونا اور دوسرا خضر کی معرفت ہونا اول شرط معدوم ہے
دوسری شرط سر مکتوم ہے جو محض کشفی ہے اور کشف دلیل غیر معلوم
ہے پہر حدیث صحیح کے معارض ہے مگر جس شخص کو اس تحقیق کا احاطہ نہ ہو
وہ غیر ملوم ہے البتہ تحقیق کے بعد اس کا دعوٰے اصول شرعیہ
سے مذموم ہے اس سے زیادہ حقیقت اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے
کیونکہ اس تحقیق کا مبنےٰ بھی خبر واحد ہے پہر واقعہ بھی ضروریات دین میں
سے نہیں البتہ اگر کسی کی رائے میں اس مسئلہ عدم ایمان میں تواتر ثابت
ہو تو اوسکو جزم کی بھی گنجایش ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

از فوائد الفواد

یعنی ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ جمع کردہ

حضرت علاء سجزی رح

مجلس ۷ ذیقعدہ ۱۵ ۷ھ ۔ واقعہ ۳۹ پھر آپ نے فرمایا مرید کو چاہیے کہ جو پیر فرمائے وہی کرے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آیا ہے کہ پیر اگر کوئی امر نامشروع فرمائے تو مرید اوس کام کو کرے یا نہ کرے پھر اس کی نسبت آپ نے بیان فرمایا کہ اول تو پیر ایسا ہونا چاہیے کہ جو احکام شریعت و طریقت و حقیقت کا عالم ہو اور جبکہ وہ ایسا ہوگا تو پھر وہ نامشروع حکم ہی نہیں فرمائیگا اگر وہ حکم فرماوے تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک اوس فعل کا کرنا جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز مگر بات یہ ہے کہ پیر جو حکم فرمائے مرید کو لازم ہے کہ ضرور تعمیل حکم کرے اگرچہ بعض لوگ اس کے خلاف ہوں۔ اشکال خلاف شرع امر میں پیر کی اطاعت کو کیسے جائز فرمایا۔ حل یہ اختلاف نزاع لفظی ہے قرینہ اس کا یہ قول ہے کہ پیر ایسا ہونا چاہیے الخ جب پیر ایسا ہے تو اوس کا حکم واقع میں خلاف شرع ہو ہی نہیں سکتا اگر خلاف معلوم ہوگا تو وہ واقع میں نہ ہوگا محض مرید کے علم میں ہوگا تو اوس میں اتباع کا حکم ایسا ہوگا جیسے حدیث کے ہوتے ہوئے عامی کو بعض فقہا نے حکم دیا ہے کہ فقیہ کے فتوے پر عمل کرے حدیث پر عمل نہ کرے (کما فی الھدایۃ فصل الاعذار المبیحۃ للافطار عن ابی یوسف رح) لیکن یہ اوس امر میں ہے جو یقیناً نص قطعی یا اجماع کے خلاف نہ ہو دلیل اس کی خود حضرت سلطان نظام الاولیاء کا ارشاد ہے جو باب اول ۵۲ میں گذرا ہے من قولہ اگر کسی مختلف فیہ چیز کا پیر حکم دے اھ اور نص قطعی اجماع سے اقوی ہے کما ہو ظاہر اور یہ سب اوس وقت ہے جب پیر عالم بھی ہو ورنہ یہی شبہ قوی رہے گا کہ خود اوس کو مسئلہ ہی معلوم نہ ہو۔

مجلس ۱۲ ذیقعدہ ۱۸ ۷ھ ۔ واقعہ ۴۰ پھر آپ نے یہ حکایت

فرمائی کہ خواجہ حمید سوائی خواجہ معین الدین چشتی رح کے مرید تھے خواجہ قطب الدین رح کے ہم خرقہ تھے جب تائب ہوئے تو خرقہ پایا اون کے ساتھی اور رفیق اون کے گرد ہوئے کہ آؤ خواجہ حمید بولے جاؤ چلے جاؤ مجھسے بات نہ کرو میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط کسا ہے کہ قیامت کو حوران بہشتی پر بھی نہ کھلے گا۔ اشکال کیا ایسا دعوے مزاحمت نہیں ہے شرع کی حل مقصود مبالغہ ہے حقیقت مراد نہیں اور اگر حقیقت مقصود ہو تو یہ مراد ہو سکتی ہے کہ بلا اذن حق کسی حور کی طرف بھی باوجود اوس کے غایت حسین ہونے کے التفات نہ کروں گا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حوروں سے تمتع مباح ہوگا واجب نہ ہوگا اور اس وقت اس مباح سے منتفع ہونے کا ارادہ نہ ہوگا اس لئے یہ سچے ہیں خواہ جنت میں یہ ارادہ بدل جائے۔

از انیس الارواح

مجلس بیسویں۔ (واقعہ ۱۴۲) ایک حدیث نقل کی گئی ہے جسمیں یہ جزو بھی ہے کہ جس کے ورثہ نہ ہوں اوس کی میراث ہمسایہ کو پہونچتی ہے۔ اشکال یہ حکم اجماعاً شریعت میں باطل ہے حل معلوم ہوتا ہے روایت میں خلط ہو گیا ہے شیخین نے روایت کیا ہے مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ[1] اور یہ تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو اور اوسکا ترکہ بیت المال میں داخل کیا جاوے پھر بیت المال سے جو مساکین کو دیا جائے گا امام کو مناسب ہے کہ اون میں مورث کے جوار کا بھی

[1] پڑوسی کے بارے میں جبرئیل ع مجکو ہمیشہ وصیت کرتے رہے۔ حتے کہ مجکو یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں اسکو وارث نہ بناویں ۱۲ مترجم۔

لحاظ رکھیے سو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

از درر نظامی

یعنی ملفوظات و حالات شیخ سلطان نظام الدین جمع کردہ

مولانا علی بن محمود جاندار احد الخلفار

باب ۱۶۔ (واقعہ ۴۲) میں نے (یعنی حضرت سلطان جی نے) حضرت شیخ شیوخ العالم کا نام نامی سُنا تو خود بخود ایک محبت دل میں پیدا ہوئی اور اور ایسی بڑہی کہ ہر فرض کے بعد دس بار شیخ فرید الدین اور دس بار مولانا فرید الدین پڑہتا تہا اور پہر میرے یاروں کو بہی اس محبت کی خبر ہوئی تو جب وہ مجھسے کوئی بات دریافت کرتے یا مجھکو قسم دیتے تو مجھسے کہتے کہ شیخ فرید کی محبت کی قسم کہاؤ القصہ جب میں بدایوں سے دہلی کو روانہ ہوا تو ایک بوڑہا عزیز عوض نام میرے ساتھ ہولیا جہاں کہیں خوف وخطرہ کا موقع ہوتا وہ کہتا کہ اے پیر حاضر باش مادر پناہ تو مے رویم میں نے پوچہا کہ تمہارے پیر کون ہیں کہا کہ شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہٗ فرمایا اس وقت میرا ذوق شوق ایک گونہ موکد ہوگیا الحمد للہ علی نعمائہٖ۔ اشکال پیر کے نام کا وظیفہ پڑہنا اوس کی محبت کی قسم کہانا اوس سے استغاثہ کو جائز رکہنا کیسے جائز ہے۔ حل نام لینا مستلزم وظیفہ بنانے کو نہیں محض التذاذ کے لئے بہی تو لیا جا سکتا ہے کما قیل[۱]

گفت مشق نام لیلیٰ میکنم خاطر خود را تسلی میکنم

وقال ابو نواس

[۱] جیساکہ مثنوی میں ہے کہ مجنوں نے کہا کہ نام لیلیٰ کی مشق کر رہا ہوں اپنے دلکو تسلی دے رہا ہوں۔ اور کہا ابو نواس نے م

م (بقیہ بر صفحہ آیندہ)

الا فاسقنی خمراً وقل لی ھی الخمر ولا تسقنی سرًا متی امکن الجھر

اور قسم جو تعظیماً کہائی جاوے وہ ممنوع ہے اور اگر صرف صورت قسم ہو اور معنےٰ یہ ہوں کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو فلاں چیز سے مجھکو انتفاع نصیب نہ ہو تو ایسی قسمیں خود احادیث میں وارد ہیں دوسرے اُس قصہ میں عوام کا قسم کہلانا مذکور ہے حضرت سلطان جی کا قسم کھانا تو مذکور نہیں اور اگر کوئی ندا بطور رقیہ کے ہو باعتقاد علم و قدرت نہ ہو تو اوس میں فی نفسہ قبح نہیں ہاں عارض کے سبب منع کرنا واجب ہے سو اس منع کی نفی حضرت سلطان جی سے بھی منقول نہیں۔

باب ۲۸ - (واقعہ ۱۴۳) فرمایا ہر مہینہ میں چھ روز ایسے ہیں جن کے اندر سفر کو جانا اور بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالنا نہ چاہیے جن کی تفصیل یہ ہے۔ تیسری۔ آٹھویں۔ تیرہویں۔ اٹھارویں۔ تیئیسویں۔ اٹھائیسویں۔ اشکال نحوست کا اعتقاد کیا شریعت کے خلاف نہیں۔ حل یہ امر نقل کے متعلق ہے عقلاً دونوں امر محتمل ہیں بعض روایات کو اس پر محمول کر لیا ہوگا اور نفی کی روایات میں تاویل کر لی ہوگی جیسے تعدیہ امراض میں روایات مختلفہ آئی ہیں مثبتین نے نفی کی روایات کو اور نافین نے اثبات کی روایات کو مأوّل کر لیا ہے باقی قول منصور نفی نحوست ہی کا ہے مگر متمسک بالروایت پر ملامت نہیں ہو سکتی

از خیر المجالس

یعنی ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح جمع کردہ مولانا حمید قلندر

مجلس یازدہم۔ (واقعہ ۱۴۴) اس میں ایک مشترک حل ہے بہت سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہوشیار ہو جا اے ساقی پس مجکو شراب پلا اور کہہ مجھے کہ یہ شراب ہے۔ اور مت پلا چھپکے چھپکے جبتک علانیہ م... نا ممکن ہو ۱۲ منہ جم

اشکالات کا ایک عزیز نے اہل محفل سے عرض کی کہ ملفوظ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز میں لکھا ہوا ہے کہ درویشوں کا مقولہ ہے کہ جو دو گائیں ذبح کرے اوس نے گویا دو خون کئے اور جو چار ذبح کرے گویا چار خون کئے اور جو چار گوسفند ذبح کرے اوس نے گویا ایک خون کیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ لفظ ہارونی نہیں ہے بلکہ ہرونی بلا الف کے ہے اور ہرون نام اوس گاؤں کا ہے جہاں کے حضرت خواجہ عثمان قدس اللہ سرہ العزیز رہنے والے تھے پھر فرمایا کہ ایسے ہی بزرگوں کے حق میں آیا ہے الرجال فی القریٰ یعنی مرد گاؤں میں ہوا کرتے ہیں اکثر مشائخ اور مردانِ خدا گاؤں میں ہوتے ہیں پھر فرمایا وہ ملفوظ اونکا نہیں ہے میری نظر میں بھی آیا ہے اس میں بہت ایسی باتیں ہیں کہ اون کے ارشاد اور علم کے مطابق نہیں ف اس نسبت کے غلط ہونے کی یہ ہی وجہ بیان کی کہ وہ اون کے شان علم وارشاد کے موافق نہیں اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ یہ حضرات نہایت متبع شریعت تھے ایسی خلاف شرع بات اون سے صادر نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ بہت سی باتیں بزرگوں کی طرف غلط بھی منسوب ہو گئی ہیں اور ایک یہ ہی جواب ہے بعض اشکالات کا جیسا شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اقوال منسوبہ الی الشیخ الاکبر کا الیواقیت والجواہر میں یہی جواب دیا ہے اور ایک جواب اس کا اسی باب کے واقعہ ۱۸ میں گذر چکا ہے۔

از انوار العارفین

تذکرہ شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ (واقعہ ۴۵)

حضرت ایشان[1] قدس اللہ سرہ از والد ماجد خود روایت کردند فرمود کہ

[1] آنحضرت قدس اللہ سرہٗ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

چوں شیخ ما عبد القدوس قدس سرہ از وطن خود بدہلی آمدے و خبر با کابر آنجا رسیدے بدیرہٴ او شدندے کذلک قوالان و مطربان نیز او را استقبال نمودندے و شیخ کثیر السماع بود و سماعش در غایۃ شورش و سکر و در ضمن سماع سخنان مستانہ از وے سر میزد وقتی در دہلی در محفل عظیم کہ علماء نیز حاضر بودند بتواجد برخاست درمیان گفت منصور را نادانان کشتند چوں این کلمہ بکرات در رقص بر زبان راند یکے از فحول علماء حاضر بے آرام شدہ نام یکے از اعاظم علمائے آنوقت را بردہ گفت چوں آنجماعت را نادان توان گفت کہ چوں او ئے درمیان ایشاں بود شیخ ہمچناں بشورش گفت من ہماں را میگویم من ہماں را میگویم باز آنعالم گفت شیخا چوں مثل روے را نادان توان گفت کہ چوں بآنعالم خبر رسید کہ از قطرات خون منصور نقش انا الحق ظاہر شد آں بزرگ دوات خود را بر زمین زد و گفت اگر حق است این چیست سیاہی کہ از دوات

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہمارے شیخ عبد القدوس قدس اللہ سرہ اپنے وطن سے دہلی تشریف لاتے اور وہاں کے اکابر کو خبر پہونچتی تو اونکی فرودگاہ پر حاضر ہوتے علی ہذا قوال اور میراثی بہی اون کا استقبال کرتے اور شیخ کثیر السماع تھے اون کا سماع انتہائی شورش اور سکر میں تہا اور اثنائے سماع میں پرجوش کلمات اونکی زبان سے صادر ہوتے ۔ اور ایک دفعہ دہلی کے اندر ایک بڑی محفل میں کہ علماء بہی اوس میں موجود تھے وجد میں کہڑے ہو گئے درمیان میں فرمایا کہ منصور کو نادانوں نے قتل کیا جب یہ کلمہ کئی بار رقص کی حالت میں زبان سے نکالا تو اکابر علماء موجودین میں سے ایک عالم نے بے چین ہو کر اوس زمانہ کے بڑے علماء میں سے ایک عالم کا نام لیکر کہا کیونکر اوس جماعت کو (جس نے منصور کو قتل کیا تہا) نادان کہا جا سکتا ہے جبکہ اون میں ایسے موجود تھے شیخ رحمہ نے اوسیطرح شورش اور جوش کے ساتہہ کہا کہ ہاں اون سب کو کہتا ہوں میں اون سب کو کہتا ہوں اوس عالم نے پہر کہا کہ اے شیخ اوس جیسے عالم کو کس طرح نادان کہا جا سکتا ہے کہ جب اون کے پاس یہ خبر پہونچی کہ منصور کے قطرات خون سے انا الحق کا نقش پیدا ہوا اون بزرگ نے اپنی دوات زمین پر پٹکدی اور کہا کہ اگر یہ حق ہے تو کیا ہے سیاہی جو اونکی دوات سے

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

اور بحیث نقش اللہ ظاہر گشت شیخ باز گرم تر از پیشتر بجوشیدہ گفت کہ
زہے نادان کہ سریان حق در جمادی ظاہر شود و در آں نہ اشکال کیا
منصور کا یہ دعوی شریعت کے خلاف نہ تہا جو اون کے قاتلوں کو نادان بتلایا
حل - اگر منصور یہ قول اختیاراً کہتے اور یہی معنے متبادر ہی مراد لیتے تو بیشک
شریعت کے خلاف تہا ہنوز یہی دونوں مقدمات یقینی نہیں اور اگر اضطراراً
اس کا صدور ہوا ہو جیسے نائم سے کوئی کلام صادر ہو تو اوس حالت
میں متکلم مرفوع القلم ہے اب یہ بات رہی کہ اون کی حالت اختیار کی تھی یا
نہیں یہ امر اجتہادی ہے جس کا اصل معیار تو یہ تھا کہ جو حضرات ایسے احوال
کے مبصر اور عارف ہیں اون سے رائے لیجاتی جیسے کوئی ایسا شخص جس کا
جنون عام طور پر بین نہو مگر اطبار حاذق علامات سے جنون تشخیص کریں
اگر اپنی بی بی کو طلاق دے تو اہل فتوے کے ذمہ واجب ہے کہ اطبار کے
قول کو حجت سمجھکر طلاق کا فتوے ندیں مگر یہ وجوب اوسی وقت ہے جب
قرینہ سے اس جنون کا احتمال بہی ہو اور اگر احتمال ہی نہو تو وہ طلاق کے فتوے دینے
میں معذور ہوں گے پہر اگر اطبار یہ فتوے سنکر مفتی کو نادان یعنی فن تشخیص
سے ناواقف کہیں مگر عاصی نہ کہیں تو اون پر بھی کوئی ملامت نہیں پس شیخ
نے اپنی بصیرت سے منصور کے اس عذر کو سمجھا اور اہل فتوے کو اس عذر
کا احتمال ہی نہوا تو نہ اہل فتوے عاصی ہیں نہ شیخ پر اون کو نادان یعنی
حقیقت سے ناواقف کہنے میں کوئی اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ان کو
عاصی نہیں کہتے رہا یہ کہ شیخ کو غصہ کیوں آیا جواب یہ ہے کہ یہ صورۃً غصہ
ہے اور حقیقت میں رنج ہے جیسے مثال بالا میں طبیب اس پر رنج کرے
کہ افسوس غریب کا گہر ویران ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتدار تو رنج

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اگری اوس سے اللہ کا نقش پیدا ہوا شیخ نے پہلے سے زیادہ جوش میں آکر فرمایا کہ عجب نادان ہیں
تصرف حق کا اثر ایک غیر جاندار میں تو ظاہر ہو اور اوس میں (یعنی منصور میں) نہ ہو ۱۲ مترجم -

ہوئی ہو مگر معترض نے جب بے اصول گفتگو شروع کی اوس وقت شیخ کو غصہ آگیا ہو مگر وہ غصہ معترض پر ہے اہل فتوےٰ پر نہیں اب یہ بات رہگئی کہ وہ عذر کیا تھا سو شیخ نے اوس عذر کی طرف اپنے اس قول میں خود اشارہ فرمادیا ہے زہے نادان کہ سریان حق درجمادی (یعنی سیاہی) ظاہر شود و در آں (یعنی منصور) نہ (ظاہر شود) اور سریان سے مراد تصرف کا سریان ہے جیسے شجرہ طور بلا اختیار کلمہ انی انا اللہ کا مظہر تصرف حق سے ہو گیا اسی طرح منصور بھی بلا اختیار کلمہ انا الحق کا مظہر تصرف حق سے ہو گیا اور اگر یہ جواب سمجھہ میں نہ آوے تو دوسرے احتمال سے جواب ہو سکتا ہے کہ معنے متبادر مردانہ تھے بلکہ وہی معنے تھے جو اس آیت میں ہیں والوزن[1] یومئذن الحق یعنی الواقع الثابت اور اس میں اون سوفسطائیہ کا رد ہو گا جو حقائق اشیاء کو غیر ثابت کہتے ہیں چونکہ وحدۃ الوجود کے پردہ میں بعضے صوفیہ بھی حقائق کو غیر واقعی کہتے ہیں پس منصور نے وحدۃ الوجود کی نفی کردی اور جوشش حق میں اوس کی تفسیر نہ کی جس طرح حضرت احمد بن حنبل رح نے جان دیدی اور غیرت حق کے سبب اپنے قول کی تاویل نہیں فرمائی کہ میری مراد کلام سے درجہ قدیمہ ہے اور جو اوس کا قایل ہو گا وہ اوس کو مخلوق نہیں کہہ سکتا درجہ حادثہ مراد نہیں جس کے معتزلہ اس طرح سے قائل ہیں کہ درجہ قدیمہ کی نفی کرتے ہیں پس منصور پر خودکشی کا الزام بھی نہ ہو گا۔

تذکرہ شیخ عبد الہادی رح۔ (واقعہ ۲۴۶) شخصے[2] از ثقات باراقم نقل مے کرد کہ روزے زنان پائے کوبی وے مے کردند حضرت شاہ مکمل کہ ذکر شریفش عنقریب خواہد آمد در آنجا حاضر بودند خطرہ

---

[1] اور روزن اعمال کا اوس دن حق ہے یعنی واقعی موجود ہے ۱۲ [2] ایک معتبر آدمی راقم سے نقل کرتا تھا کہ ایکدن عورتیں انکے پاوں دباتی تھیں حضرت شاہ مکمل کہ اونکا ذکر شریف عنقریب آویگا اوس جگہ موجود تھے شاہ مکمل کے دل میں

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

در دل شاہ مکمل گذشت کہ زنان نامحرم پائے گوبے حضرت میکنند مجرد آں بنشستند و فرمودند کہ میاں مکمل اگر آتش بربدن من نہند اثر نہ خواہد کرد و من ہماں روز نگہبانی شما کردہ بودم و ترا از آں واقعہ بازداشتم و ہم آں ناقل زبانی شاہ مکمل میگفت کہ مے فرمودند کہ بعد بیست سال آں واقعہ حضرت شاہ عبدالہادی برمن طعن زدند و ہم آں ناقل میگفت کہ روزے بر شاہ مکمل واقعہ مانند واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام گذشتہ بود۔ **اشکال**۔ ظاہر ہے کہ عورتوں سے پاؤں دبوارہے تھے۔ **حل** اول تو راوی معلوم نہیں اور توثیق مجہول ایسے امور میں معتبر نہیں پھر یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عورتیں عجائز غیر مشتہاۃ ہوں یا درمیان میں چادرہ وغیرہ حائل ہو باقی اس صورت میں نکیر بنا بر ایہام مفاسد کے ہو اور جو جواب دیا ہے وہ علی سبیل التنزل ہے کہ اگر تمام عذروں کا ارتفاع مسلم ہو تو پھر یہ جواب ہے کہ مس کف کی حرمت معلل ہے علت شہوت کے ساتھہ چنانچہ اس بنار پر بتصریح عجائز سے مصافحہ جائز ہے اور یہاں علت معدوم ہے اور آتش کا اثر نہ کرنا اوس کی سند ہے کہ جب آتش حقیقی مجھیر اثر نہیں کرتی تو آتش خیالی یعنی شہوت کیا اثر کرتی رہا یہ کہ مدعی صادق بھی ہے یا نہیں اول تو امارات صدق کا جمع ہونا کافی ہے دوسرے اپنے صدق پر ایک واقعہ سے استدلال کیا کہ کاذب ایسی کرامت سے مشرف نہیں ہوتا اور کرامت ہونا اس سے متایّد ہوتا ہے کہ اس سے ایک مسلمان کی

[illegible] خطرہ گذرا کہ نامحرم عورتیں پانوں دبارہی ہیں حضرت فوراً اٹھہ بیٹھے اور فرمایا کہ میاں مکمل اگر آگ میرے بدن پر رکھیں تو اثر نہ ہوگا اور میں نے ہی اوس دن تمہاری حفاظت کی تھی اور اوس واقعہ سے بچایا تھا یہی ناقل شاہ مکمل کی زبانی یہ بھی کہتا تھا کہ وہ فرماتے تھے اوس واقعہ کے بیس سال بعد حضرت شاہ عبدالہادی نے مجھپر طعنہ کیا اور وہی ناقل کہتا تھا کہ ایک دن شاہ مکمل کے ساتھہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا جیسا کہ حضرت یوسف[۲]

[۲] علیہ السلام کے ساتھہ ۱۲۔ امترجم

حفاظت خلاف شرع امر سے کیگئی اور وہ امر بھی متعلق شہوت کے ہے پس جو شخص دوسرے کو شہوت حرام سے دور رکھنے کی سعی کرے کیا وہ اپنے کو دور نہ رکھے گا اور گو یہ سب مقدمات ظنیہ ہیں مگر کسی مسلمان کو کسی اعتراض سے بری سمجھنے کے لئے احتمال صلاح بھی کافی ہے نہ کہ غلبہ صلاح اب رہ گیا ایہام تو جیسے لوگوں کو ایہام سے بچایا جاتا ہے ویسا کوئی شخص مجلس میں نہ ہوگا۔

از اقتباس الانوار مؤلفہ مولانا شیخ محمد اکرم رح

تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین رح۔ واقعہ ۱۴۷ چوں بروے حالت جلالی مستولی میشد دے اندرون حجرہ دربستہ مشغول مے بودے وحضرت خواجہ قطب الملۃ والدین بختیار اوشی و شیخ حمید الدین ناگوری مقابل در حجرہ وے تودہ از سنگہا ساختہ عقب آنہا پنہاں شدہ حاضر مے بودند وچوں وقت نماز میشد بجرد کہ حضرت خواجہ بزرگ از حجرہ بروں مے آمد ونظر برآں سنگہا می افتاد سنگہا خاکستر میگشتند پس خواجہ قطب الملۃ والدین بختیار اوشی و شیخ حمید الدین ناگوری بہ خواجہ بزرگ اقتدا میکردند ودر قعدہ اخیرہ تشہد تمام ناخواندہ (مراد بہ تشہد مجموعہ تشہد و درود و دعاہست اطلاقاً للجز علی الکل ۱۲) پیش از آنکہ حضرت خواجہ بزرگ

۱؎ جب اون پر جلالی حالت غالب ہوتی تہی حجرہ کے اندر دروازہ بند کر کے مشغول ہوجاتے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ حمید الدین ناگوری اوس حجرہ کے دروازہ کے مقابل پتھروں کا ڈہیر لگا کر اوس کے پیچھے پوشیدہ ہو کر موجود رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تہا فوراً حضرت خواجہ بزرگ حجرہ سے باہر تشریف لے آتے تھے اور نگاہ اون پتھروں پر پڑتی تہی وہ پتھر راکھ ہوجاتے تھے پس خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ حمید الدین ناگوری خواجہ بزرگ کے ساتھ (نماز میں) اقتدا کرتے تھے اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو ناتمام پڑھکر (تشہد سے مراد تشہد ودرود ودعا کا مجموعہ ہے جز کو بول کر کل مراد لیا ہے) اس سے پہلے کہ حضرت خواجہ بزرگ (بقیہ ص ۱۴۲)

ازنماز فارغ شود ایشاں سلام میدادند از آنجا گریختہ جائے پنہاں میشدند

اشکال۔ امام سے پہلے سلام پہیرنا کہاں جائز ہے۔ **حل** بعذر قوی جائز ہے اور عذر خود واقعہ سے ظاہر ہے درمختار احکام مسبوق میں سلام امام کے قبل کہڑے ہوجانے کو بعض عذروں سے جائز کہا ہے اور اون میں سے مرور مارّ بین یدیہ کو بہی لکہا ہے سو یہ عذر تو مرور سے یقیناً قوی ہے اور اس واقعہ میں بڑی بات دیکہنے کی یہ ہے کہ ایسی سخت حالت میں نماز اور جماعت کا کتنا اہتمام کیا گیا ہے۔

تذکرہ حضرت قطب صاحب رح (واقعہ ۴۸) در سبع سنابل از قاضی حمید الدین ناگوری نقل مے کند کہ گفت بعد دفن حضرت قطب الاقطاب بہ مرقد وے حاضر بودم دیدم کہ منکر و نکیر آمدند و پیش حضرت خواجہ بہ حسن ادب بہ نشستند ہمدریں میان دو فرشتہ دیگر رسیدند سلام حق حضرت خواجہ را رسانیدند و کاغذے بہ خط سبز نبشتہ کشیدند و بردست حضرت خواجہ دادند در آں کاغذ مکتوب بود اے قطب الدین من از تو خوشنودم و از برکت تو عذاب از ہمہ قبور گنہ گاران امت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم برداشتم زیراکہ زندگان بسیار از تو نفع گرفتہ اند

(گذشتہ سے پیوستہ) نماز سے فارغ ہوں یہ دونوں سلام پہیر کر اس جگہ سے بہاگ کر کسی جگہ پوشیدہ ہوجاتے تہے (کہیں شیخ کی نگاہ سے ہلاک نہو جاویں (۴۸) سبع سنابل الکتاب میں قاضی حمید الدین ناگوری سے نقل کرتے ہیں کہ اونہوں نے فرمایا کہ میں بعد دفن کرنے حضرت قطب الاقطاب کے اون کے مزار پر موجود تہا میں نے (بطور کشف کے) دیکہا کہ منکر نکیر آئے اور حضرت خواجہ رح کے سامنے بہت ادب کے ساتہ بیٹہ گئے اسی اثنا میں اور دو فرشتے پہونچے حق تعالیٰ کا سلام حضرت خواجہ رح کو پہونچایا اور ایک کاغذ سبز روشنائی کا لکہا ہوا نکالا اور حضرت خواجہ رح کے ہاتہ میں دیا اوس میں لکہا تہا کہ اے قطب الدین میں تم سے خوش ہوں اور میں نے تمہاری برکت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے سب گناہگاروں کی قبروں سے عذاب اوٹہا لیا اس لئے کہ جب زندوں نے تم سے بہت بڑا نفع اوٹہایا ہے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مردگان نیز از تو بگیرند و قدر تو بدانند باز دو فرشتہ دیگر رسیدند خواجہ را سلام حق تعالے رسانیدند و منکر نکیر را گفتند کہ خدا تعالے فرمودہ است قطب ما را سوال نکنید من قطب خود را سوال کردہ ام و جواب سوال ما دادہ است شما باز گردید۔ اشکال اس میں دو سوال ہیں ایک یہ کہ مردوں کے انتفاع کے کیا معنے دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا منکر نکیر کے سوال سے مستثنٰے ہونا ممکن ہے۔ حل پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مردونکو عملی نفع نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہے عالم تکلیف و ابتلاء کے ساتھہ لیکن راحت و رحمت و رفع عذاب کا نفع ہو سکتا ہی جیسے جیران صالحین سے اموات کو اس قسم کا نفع پہونچنا روایات میں آیا ہے چنانچہ مقاصد حسنہ میں ابونعیم و غلیلی سے مرفوعًا یہ حدیث وارد ہے ادفنوا اموتاکم وسط قوم صالحین[1] اور گو ایک راوی اس کا متکلم فیہ ہے لیکن صاحب مقاصد نے عمل امت سے اس کی تقویت کی ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ روایات میں بعض اموات کا اس سوال سے مستثنٰے ہونا وارد ہے رسالہ شرح الصدور باب من لا یسئال فی القبر میں ایسی حدیثیں لائی گئی ہیں اون میں شہداء بھی ہیں یہ حضرات تو صدیق ہیں جن کا درجہ شہداء سے بھی بڑھا ہوا ہے اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ سوال عام نہیں ہے پس اگر اللہ تعالے اپنے فضل سے کسی اور کو بھی مستثنٰے فرما دے تو عجیب کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح خواجہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) امردے بھی تمسے نفع حاصل کریں اور تمہاری قدر کو جانیں۔ دو فرشتے اور پہونچے خواجہ کو حق تعالے کا سلام پہونچایا اور منکر نکیر سے کہا کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے ہمارے قطب سے سوال مت کرو ہمیں نے اپنے قطب سے خود سوال کر لیا ہے اور وہ سوال کا جواب ہمکو دے چکے ہیں تم لوگ واپس آجاؤ ۱۲ مترجم

[1] اپنے مردوں کو صلحاء کے درمیان میں دفن کیا کرو ۱۲ مترجم

کبھی محتاج تعبیر ہوتا ہے اسی طرح کشف بھی پس ممکن ہے کہ عدم سوال کی تعبیر سوال یسیر ہو جیسے حدیث میں حساب یسیر کو عدم حساب قرار دے کر اوس کو عرض کہا گیا ہے رواہ البخاری فی کتاب التفسیر۔

رسالہ سراب الشراب

در حل بعض اشکالات متعلقہ تلبس بمسکرات

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اقتباس الانوار میں بعضے ایسے واقعات نظر سے گذرے جن میں بعض اہل طریق کا مسکرات کے ساتھ تلبس نقل کیا گیا ہے چونکہ ان واقعات میں اپنی ذات یعنی نوعیت اور اپنے وصف یعنی صعوبت کے اعتبار سے باہم تناسب تھا باوجود دوسرے مضامین کے ترتیب بدل جانے کے اون کو یکجا لکھکر اون کی توجیہ لکھنا مناسب معلوم ہوا اور چونکہ ان کی ایک خاص امتیازی شان تھی اور مقدار بھی معتد بہ تھی اس لئے باوجود اس کے کہ یہ رسالہ السنۃ الجلیہ کا جزو ہے اس کا ایک مستقل نام بھی تجویز کیا گیا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جیسے سراب کی صورت اور ہوتی ہے حقیقت اور ہوتی ہے اسی طرح ان واقعات کی صورت ظاہری تلبس بالشراب کی تھی اور حقیقت باطنی خاص معانی ہیں اور علاوہ نمبر رسالہ کے ان کی باہمی ترتیب کے لئے ان کے اول میں حروف بھی لکھدیئے گئے تاکہ اس سے اس کی استقلال کی شان بھی ظاہر ہو سکے اور یہ تکلف توجیہات کا ایک شرعی ضرورت سے ہے کہ جسکی صلاحیت دلائل صحیحہ راجحہ سے ثابت ہو وہاں دلیل مرجوح معارض میں تاویل کیجاتی ہے جیسے مشاجرات صحابہ میں اسی بنا پر یہی عمل کیا جاتا ہے اب اون واقعات کو مع توجیہات نقل کرتا ہوں اور چونکہ دونوں جزو کے احاد میں وحدت تشارک ہے اس لئے اول

واقعات کو مجتمعاً پہر توجیہات کو مجتمعاً لکھتا ہوں۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ + والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ +۔

اشرف علی۔ ۱۰ صفر سنہ ۵۱ھ

تذکرہ حضرت شیخ فرید الدین رح۔ (واقعہ الف ۴۹)

صاحب[1] مرآۃ الاسرار می نویسد کہ میر سید محمد گیسو دراز قدس سرہ جزوی مبلغ حوالہ من نمود کہ ازاین مبلغ شراب خریدہ بیار چون آوردم فرمود کہ در پیالہ پُر کن و بہ من دہ پس چند پیالہ پُر کردہ دادم بعد ازان فرمود کہ یک پیالہ تو نیز بخور لاچار بجہت متابعت ایشان یک پیالہ من ہم نوشیدم حق علیم است کہ شہد خالص بود سبحان اللہ چہ احوال وچہ اسرار بود وہم در آنجا مینویسد کہ شیخ شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ در معدن المعانی میفرماید کہ بعضے عارفان کامل را در نہایت سلوک نظر بر عبادت وتقوے خود کہ می افتد آن عجب عبادت وتقوے باعث حجاب از مشاہدہ اصل میگردد واکثرے در ہمان مرتبہ بند میمانند امّا عاشقان صادق وشاہبازان جان باز آن رابت

[1] صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ میر سید محمد گیسو دراز قدس سرہ نے کچھ دام مجھکو دئے کہ ان داموں کی شراب خرید کرلے آؤ۔ جب میں لایا تو فرمایا کہ پیالہ میں بہر کر مجکو دو لہذا چند پیالے بھر کر میں نے دئے اس کے بعد فرمایا کہ ایک پیالہ تم بھی پیو مجبوراً اون کی متابعت کی وجہ سے میں نے بھی ایک پیالہ پیا خدا تعالے جانتے ہیں کہ شہد خالص تہا سبحان اللہ کیسے احوال اور کیسے اسرار تھے اور نیز اوس مقام پر لکھتے ہیں کہ شیخ شرف الدین یحیٰی منیری قدس سرہ معدن المعانی میں (شراب نوشی کی توجیہ میں) تحریر فرماتے ہیں کہ بعضے عرفا کامل کو انتہائے سلوک میں جب اپنی عبادت وتقویٰ پر نظر پڑتی ہے (یعنی عجب پیدا ہو جاتا ہے) وہ عجب عبادت وتقوائے اصل (یعنی حق) کے مشاہدہ سے باعث حجاب ہو جاتا ہے اور اکثر تو اوسی مرتبہ میں رہجاتے ہیں (آگے ترقی نہیں کرتے) لیکن عاشقان صادق وشاہبازان جانباز اُس کو بت (بقیہ برصفحہ ۱۴۶)

وزنار دانستہ خود را بے اختیار در چنیں ملامت کہ شرب خمر و شاہد بازی وغیرہ است می اندازند تا نظر از عبادت و تقویٰ مطلق بر افتد و آں عجب کہ حجاب راہ ایشاں شدہ بود معدوم گردد و مطلوب عیاں شود پس ہر گاہ عارف کامل از غلبۂ عشق توکل بر عنایت حق کردہ عبادت و تقوائے تمام عمر را بسبب اندک حجاب در دریائے معصیت می اندازد آنزماں حق تعالےٰ نیز نظر رحمت بر اخلاص صادق او کردہ حقیقت اشیاء را مبدل میگرداند تا معصیت وے عبادت گردد چنانکہ میر سید محمد گیسو دراز را از شراب شہد خالص گردانید۔

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رحؒ واقعہ ب ۱۵۰

و ہم وے (یعنی صاحب مرآۃ الاسرار) گوید کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نوشتہ است کہ روزے بعضے مریدان شیخ جلال شیخ احمد عبدالحق را مہمان کردہ بودند و ہمراہ طعام چیزے مسکرات نیز آوردند چوں نظر شش بر مسکرات افتاد فرمود ایں چہ سخنے است پس

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور زنار سمجھکر با اختیار ایسے ملامت کے کاموں میں کہ شراب نوشی اور شاہد بازی وغیرہ ہیں خود کو ڈالدیتے ہیں تاکہ نظر عبادت اور تقوے سے بالکل اُٹھہ جاوے اور وہ عجب جو کہ انکے لئے حجاب راہ ہو گیا تھا معدوم ہو جاوے اور مطلوب ظاہر ہووے پس جسوقت کامل عارف غلبہ عشق سے عنایت حق پر توکل کرکے تمام عمر کی عبادت و تقویٰ کو معمولی حجاب کی وجہ سے معصیت کے دریا میں ڈالدیتا ہے اوسوقت حق تعالےٰ بھی اوسکے سچے اخلاص پر نظر رحمت فرماکر اشیاء کی حقیقت کو بدلدیتے ہیں تاکہ اوس کی معصیت عبادت ہو جاوے چنانچہ میر سید محمد گیسو دراز کی شراب کو شہد خالص کر دیا ۱۲ مترجم۔

سلہ اور نیز وہ (یعنی صاحب مرآۃ الاسرار) کہتے ہیں کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ ایک دن شیخ جلال کے بعضے مریدوں نے شیخ احمد عبدالحق کی دعوت کی تہی اور کہانے کے ہمراہ کچھہ چیزیں مسکر بھی رکھی تہیں جس وقت اون کی نظر ان مسکرات پر پڑی فرمایا یہ کیا بات ہے پس (بقیہ بر صفحہ ۱۴۷)

بے ذوق ازان مجلس برخاستہ پیش جلال الحق آمد وطاقیۂ ارادت را باز
پس دادہ برآمد واز آبادی شہر ہم گشتہ راہ بادیہ پیش گرفت وہر چند
در بادیہ مے گشت ہیچ طرف راہ پدید نمی آمد بے علاج شدہ بر سر
درختے برآمد دو مرد از غیب نمودار شدند قریب آنہا رسید پرسید
کہ راہ کدام جانب است جواب دادند کہ راہ در شیخ جلال الحق گم کردہ
تا سہ مرتبہ ہمیں سخن تکرار کردہ آں ہر دو از نظر شیخ احمد عبد الحق غائب
شدند پس اورا الیقین شد کہ ایشاں رسولان حق بودند واز امر حق بمن
ہدایت کردہ اند کہ کشود کار تو بر در شیخ جلال الحق والدین است
پس از آنچہ اعتراض نمودہ بود توبہ کرد از کمال ندامت متوجہ
خدمت آنحضرت گشت دید کہ آنحضرت طاقیہ مذکور بدست حق پرست خود
گرفتہ منتظر وے بر در الستادہ است وراہ آں محبوب القلوب می بیند
پس او بے اختیار سر در قدم آنحضرت آورد وآنحضرت از کمال مہربانی سر اورا
برداشتہ در کنار گرفت واز سر نو کلاہ ولایت را بر سرش نہاد

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بدون کسی چیز کے چکھے اوس مجلس سے اوٹھکر شیخ جلال الحق کی خدمت میں آئے اور
طاقیہ ارادت (یعنی مریدی کی کلاہ) کو واپس کر دیا اور آبادی شہر سے نکلکر جنگل کی راہ اختیار
کی اور ہر چند جنگل میں پھرے راستہ (آگے جانے کو) نہ ملا مجبوراً ایک درخت پر چڑھ گئے دو
آدمی غیب سے نمودار ہوئے اون کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ راستہ کسطرف کو ہے اُنہوں نے جواب
دیا کہ راستہ شیخ جلال الحق کے دروازہ پر آپنے گم کیا تین مرتبہ اس بات کی تکرار کر کے وہ دونوں شیخ
احمد عبد الحق کی نظر سے غائب ہوگئے پس اونکو یقین ہوگیا کہ یہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ تھے اور خدا تعالےٰ کے امر سے
مجکو ہدایت کی ہے کہ تیرا کشود کار شیخ جلال الحق والدین کے در پر ہے پس جو کچھ اعتراض کیا تھا اوس سے توبہ کی اور کمال
ندامت کے ساتھہ آنحضرت کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ آنحضرت اوس طاقیہ کو اپنے ہاتھہ مبارک
میں لئے ہوئے اون کے انتظار میں دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور راستہ ان محبوب القلوب کا دیکھہ رہے ہیں پس اُنہوں نے
بے اختیار آنحضرت کے قدموں پر سر رکھدیا شیخ نے کمال مہربانی سے اونکے سر کو اوٹھا کر بغل میں لیا اور از سر نو کلاہ ولایت کو اونکے

باسرار حق آشنا گردانید و بلسان وحدت بیان فرمود بابا عبدالحق امروز
مهمان من باش بعد ازان بخادم خانقاه خود امر فرمود که طعام از هر جنس
موجود کن و مسکرات از هر قسم نیز حاضر آر چون وے طعام و مسکرات از
هر قسم آورده بر سفرهٔ اخلاص آراسته ساخت شیخ احمد عبدالحق آورده
بزبان وحدت نثار فرمود که بابا عبدالحق هر آوندے را که حضرت احدیت
او جدا دانی و بعید پنداری دست بر آں مزن و از وے اعراض بکن بمجرد
شنیدن ایں کلمه نظرش بر جمال توحید حق افتاد و افواج تجلیات الله نور
السمٰوٰت والارض بر دلش تافتن آورد و در هر جا مشاهده فاینما تولوا
فثم وجه الله رونما گشت و از غایت تجلیات ظهور حق متحیر شده بے خود
در افتاد و زار زار میگریست و مدتے در گوشهٔ خانقاه افتاده ماند و ماسوائے
حق مطلق از لوح سینهٔ وے محو گشت. بیت

چوں ممکن گرد امکاں برفشاند ۔۔۔ بجز واجب دگر چیزے نماند

(بقیه صفحه گذشته) اور اسرار الٰہی سے واقف کیا اور زبان مبارک سے فرمایا که بابا عبدالحق آج کے دن مرے مہمان رہو
اس کے بعد خانقاہ کے خادم کو امر فرمایا کہ کہانا ہر قسم کا لاؤ اور مسکرات بہی ہر قسم کے لے آؤ جسوقت وہ کہانا اور مسکرات
ہر قسم کے لاکر اخلاص کے دستر خوان پر باقاعدہ رکہے شیخ احمد عبدالحق کو ہمراہ دوسرے محرم راز یاروں کے طلب کر کے اپنے سامنے بٹھایا اور
اپنے روئے مبارک کو شیخ احمد عبدالحق کی طرف کر کے زبان مبارک سے فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حضرت
احدیت سے جدا جانو اور بعید سمجھو اوس میں ہاتھ مت ڈالو اور اوس سے اعراض کرو اس کلمہ کے سنتے ہی فوراً
اون کی نظر توحید حق کے جمال پر پڑی اور اللہ نور السموات والارض (ترجمہ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے)
کی تجلیات بکثرت اونکے دل پر چمکیں اور ہر جگہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (ترجمہ جدہر رخ کرو ادہر اللہ کی ذات
ہے) کا مشاہدہ رونما ہوا اور ظہور حق کی غایت تجلیات سے متحیر ہو کر بے اختیار گر پڑے اور
زار زار روتے تھے اور ایک مدت تک خانقاہ کے ایک گوشہ میں پڑے رہے اور ماسوائے حق
اون کی لوح سینہ سے محو ہو گیا (یعنی بجز خدا تعالےٰ دل میں کچھہ نہ رہا۔ بیت کا ترجمہ۔ جب ممکن
نے امکان کی گرد کو جہاڑ دیا تو بجز واجب کے کوئی دوسری شئے نہ رہی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

الغرض روزے حضرت شیخ جلال الحق از کمال الطاف بر سر وقت اور سید و فرمود کہ بابا عبدالحق چیزے اختیار کن و بہوش باز آئی و بخور سر از استغراق بر آورد و معروض داشت کہ تا غایب بودم نمیدانستم کہ چہ می خورم و از کجا می خورم و کرا میخورم و اکنوں حیرانم کہ چہ خورم و بکہ رو آرم و از کہ اعراض نمایم و میان پاک و ناپاک چہ طور فرق کنم۔

تذکر حضرت شیخ احمد عبدالحق رح۔ (واقعہ ج ۱۵) و ہم وے

(یعنی صاحب مراۃ الاسرار) آنجا می آرد کہ روزے کسان حاکم قصبہ دولی یک چہارپائی از خانقاہ آنحضرت بغصب بردہ بودند و در آں ایام حضرت میر سید قطب مجذوب از واصلان حق نیز در قصبہ مذکور تشریف می داشت اکثر اوقات بشرب خمر مشغول می بود پس قدحے از شراب پر کردہ بدست میان خضر داد کہ بخدمت برادرم حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ برسال و بگو کہ بزنم میان خضر قدح شراب گرفتہ بر در خانقاہ آنحضرت

(بقیہ صفحہ گذشتہ یعنی جب ممکن سے نظرا وٹہالی جائے تو بجز واجب کے کسی دوسری چیز پر نظر نہ پڑیگی) الغرض ایکدن شیخ جلال الحق کمال الطاف سے اون کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ بابا عبدالحق کوئی شئی پسند کرو اور ہوش میں آؤ اور کہاؤ اونہوں نے استغراق سے سر اوٹہایا اور عرض کیا کہ میں جب تک غائب رہا جانتا تھا کہ کس چیز کو کہاؤں اور کس جگہ سے کہاؤں اور کس لئے کہاؤں اور اب حیران ہوں کہ کیا کہاؤں اور کسکی طرف رخ کروں اور کس سے اعراض کروں اور پاک و ناپاک کے درمیان کسطرح فرق کروں ۱۲ مترجم ؎ اور نیز وہ (یعنی صاحب مراۃ الاسرار) اوس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک دن حاکم قصبہ دولی کے کچھہ لوگوں نے ایک چارپائی آنحضرت رح کی خانقاہ سے غصب کر لی تھی اور اون دنوں میں حضرت میر سید قطب مجذوب واصل حق بہی قصبہ مذکور میں تشریف رکہتے تھے اکثر اوقات شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے پس ایک پیالہ شراب سے بہر کر میاں خضر کے ہاتھہ میں دیا کہ برادرم حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کی خدمت میں لیجاؤ اور کہو کہ بزنم (یعنی کیا اوسکو مارڈالوں) میاں خضر شراب کا پیالہ لیکر آنحضرت کی خانقاہ کے دروازے پر (بقیہ بر صفحہ

بالیستاد و طاقت نداشت کہ بآں طریق پیش آنحضرت برود وے قدس سرہ
از صفائی باطن معلوم نمودہ بآواز بلند فرمود کہ میاں خضر بہر طریق کہ ہستی
ہمچناں بیا او قدح شراب بخدمتش گذرانید و پیغام میر سید قطب
معروض داشت آنحضرت قدح شراب نوشجان کردہ فرمود کہ برو
حاجت نیست بعد از یک دو ساعت شور در قصبہ افتاد و جنازہ آں ظالم
برآوردند۔

تذکرہ حضرت شیخ عبد القدوس رح او واقعہ دیگر ۵۲ منقول
ست کہ ملک یونس دیوانہ یگانہ حق تعالے بود ہیچ بر وجود خود نداشت
برہنہ مے گشت و خارق بسیارے داشت چوں حضرت قطب العالم
رامے دید یا زاہد یا زاہد خطاب می کرد و می گفت چناں مصلا فراز کن
کہ سلطان ابراہیم بن ادہم فراز کردہ بودے آرند کہ سلطان ابراہیم
ابن ادہم مصلا برہوا فراز کردہ بود و ہم ہماں ملک یونس دیوانہ چوں آنحضرت را می دید

(پیوستہ گذشتہ) کھڑے ہو گئے اور اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی کہ اس حالت سے آنحضرت کے روبرو حاضر
ہوں حضرت نے صفائی باطن (یعنی کشف) سے معلوم کر کے بآواز بلند فرمایا کہ میاں خضر جس حالت
میں ہو اوسی طرح آؤ اونہوں نے شراب کا پیالہ خدمت میں پیش کیا اور پیغام میر سید قطب کا عرض
کیا آنحضرت نے شراب نوش جان کر کے فرمایا کہ جاؤ حاجت نہیں ہے۔ایک دو گھنٹے کے بعد قصبہ
میں شور مچا اور اُس ظالم کا جنازہ لوگ لائے ۱۲ مترجم

سلہ منقول ہے کہ ملک یونس حق تعالے کے بے مثل عاشق تھے اور کوئی شئی بدن پر
نہ رکھتے تھے برہنہ پھرتے تھے اور اُن سے کرامتیں بہت ظاہر ہوتی تہیں جب حضرت قطب العالم
کو دیکھتے یا زاہد یا زاہد کہکر پکارتے تھے اور کہتے اس طرح مصلے بچھاؤ کہ جس طرح
سلطان ابراہیم بن ادہم رح نے بچھایا تہا مشہور ہے کہ سلطان ابراہیم بن ادہم
نے مصلی ہوا پر بچھایا تھا۔ اور نیز یہ ملک یونس دیوانے جب آنحضرت
کو دیکھتے (پیوستہ بصفحہ آیندہ)

ایں بیت مے خواند۔ بیت

گر روز نیابی توز غوغائے عرب　　شب محرم عاشقانست شبہاش طلب

روزے آں دیوانہ در راہ نشستہ شراب مینوشید حضرت قطب العالم در آں راہ رسید چوں وے را بدیں حال دید محترز شدہ از اں راہ کنارہ گرفتہ رواں شد آں دیوانہ پیالہ شراب بدست کردہ دوید وگفت مصرع۔ صوفی نہ شود صافی تا در نکشد جامے ٭۔ چوں آنحضرت احتراز ممکن ندید پیالہ گرفتہ قریب دہن کردہ بریخت (یعنی بیرو بریخت وقریب دہن کردن برائے اخفا از دیوانہ بود) شاید کہ چند قطرہ در حلق ہم رفتہ باشند وآنحضرت مے فرمود کہ در آں شراب مزہ شراب نبود وبمزہ آں چند قطرہ حالات وکمالات بسیار برمن ظاہر شدہ۔

ایضًا آخر تذکرہ مذکورہ قصہ شیخ عبد الغفور اعظم پوری خلیفہ حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ

(واقعہ۔ ۵۳ھ) وبعد از مدتے آنحضرت بعد از تربیت وتکمیل وے اجازت وارشاد دیگر انش دادہ بجانب وطن وے اعظم پور رخصت نمود

بقیہ صفحہ گذشتہ تو یہ بیت پڑھتے تھے (ترجمہ بیت اگر دن میں (محبوب کو) بے تمیز ونکی شور وغوغا سے نہ پاسکو تو (چونکہ) رات عاشقوں کی محرم راز ہے راتوں میں اوسکو تلاش کر ایک روز وہ دیوانہ راستہ میں بیٹھکر شراب پی رہا تہا حضرت قطب العالم اوس راستہ میں پہونچے جب اوسکو اس حالت میں دیکہا اس راستہ سے کنارہ کی طرف بچکر تشریف لیچلے وہ دیوانہ شراب کا پیالہ ہاتہہ میں لیکر دوڑا اور کہا (ترجمہ مصرعہ) کہ صوفی صاف دل نہیں ہوتا جبتک کہ شراب کا پیالہ نہ پیوے۔ جب آنحضرت نے احتراز کرنا ممکن نہ سمجہا پیالہ لیکر منہ کے قریب لیجاکر بکھیر دیا (یعنی منہ سے باہر پھینکدیا اور منہہ کے قریب دیوانہ سے اخفا کرنیکی وجہ سے لیگئے تہے) شاید کچھ قطرے حلق میں چلے گئے ہوں اور آنحضرت نے فرمایا کہ اس شراب میں شراب کا مزہ نہ تہا اور اون چند قطروں کے مزہ سے بہت سے حالات وکمالات مجھہ پر ظاہر ہوئے ۱۲ (۵۳ھ) اور ایک مدت کے بعد آنحضرت نے اونکی تربیت اور تکمیل کرکے خلافت عطا فرماکر اونکو وطن اعظم پور کیجانب رخصت کیا ہوئے

دووقت رخصت وصیت کرد کہ جزوے از قسمتِ نعمتِ باطن تو حوالۂ سیدے مجذوب طور ملامتیہ مشرب است کہ در قصبہ ہتھناورمے باشد وآں موضع از وطن تو نزدیک تراست آنجا رفتہ آں نعمت نیز از وے بگیری چوں شیخ عبدالغفور بوطن خود رسید بموجب فرمان پیر در موضع ہتھناور رفت وآں سید را دید کہ صراحی شراب در پیش داشتہ نشستہ است در خاطرش گذشت کہ ایں مرد خلاف شریعت است در وے چہ نعمت خواہد بود از ہمانجا برگشتہ در مسجدے از قصبہ ہتھناور قیلولہ کرد وارادۂ او آں بود کہ بعد از نماز جانب اعظم پور متوجہ خواہم شد اتفاقاً بقضائے حق در عین قیلولہ محتلم گشت بعد از بیداری چوں خواست کہ غسل کند ہر سبوئے مسجد را کہ مے دید پر از شراب مے یافت ہمہ مساجد و خانہائے قصبہ را تفحص کرد ہمہ جا جز شراب چیزے دیگر نیافت بعد ازاں بر نہر گنگ رفت کہ نزد آں موضع جاری

بقیہ صفحہ گذشتہ) وقت رخصت وصیت فرمائی کہ تمہارا کچھ حصہ نعمت باطن کا ایک سید مجذوب ملامتیہ مشرب کے حوالہ ہے کہ قصبہ ہتھناور میں رہتے ہیں اور وہ مقام تمہارے وطن سے بہت نزدیک ہے وہاں جاکر وہ نعمت بھی حاصل کرنی چاہیے جب شیخ عبدالغفور اپنے وطن پہونچے بموجب پیر کے فرمان کے موضع ہتھناور میں گئے اور اوس سید کو دیکھا کہ صراحی شراب کی سامنے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں ان کو خیال ہوا کہ یہ شخص خلاف شرع ہے اس میں کیا کمال ہوگا اس جگہ سے واپس ہوکر قصبہ ہتھناور کی ایک مسجد میں قیلولہ کیا اور اون کا ارادہ یہ تھا کہ نماز کے بعد اعظم پور کی طرف رخ کروں گا اتفاقاً قضاء الٰہی سے قیلولہ کی حالت میں احتلام ہوگیا بیدار ہوکر جب غسل کا ارادہ کیا تو مسجد کے جس گھڑے کو دیکھا شراب سے لبریز پایا قصبہ کی تمام مسجدوں اور گھروں کو تلاش کیا سوائے شراب کے کچھ نہ ملا پھر نہر گنگ پر گئے کہ جو اوس موضع کے قریب بہتی تھی۔ (پیوستہ بصفحہ آئندہ)

بود آنجا نیز جز شراب چیزے دیگر ندید دانست که تصرف سید بزرگوار
است لاچار شده از خطرهٔ خویش تائب گشته بخدمتش رفت سید مجرد
دیدنش فرمود اگرچه ما مردم ملامتی هستیم امّا بموجب امر نبوی ظنوا
المؤمنین خیرا شما که عالم هستید بر همه کس ظن نیک باید کرد و نیز یاد
نه کنید که امر پیر دستگیر شما چه بود شیخ عبدالغفور به عجز و انکسار پیش آمد
و گفت که خطا شد عفو فرمائید سید مذکور در حق وے ترحم بسیار کرد و
آں نعمت که نزد وے برائیش امانت بود بوے سپرد و بطرف اعظم پور
رخصت نمود۔

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح او واقعه[عه] [له]

وقتے یکے از فرزندان حضرت گنج شکر از مسکن خویش که اجودهن بود
بملاقات بادشاه وقت براه قصبه تھانیسر مے رفت چوں از وے تھانیسر
سه منزل ماند روحانیت حضرت قطب العالم حضرت شیخ جلال را در
معامله[عه] فرمود که از فرزندان حضرت گنج شکر خراباتی مشرب و مدمن
الخمر می آید امّا روحانیت حضرت گنجشکر همراه وے است و با ما مے گوید

(پیوسته گذشته) وہاں بھی بجز شراب اور کچھ نہ دیکھا خیال ہوا کہ سید بزرگوار کا تصرف ہے مجبور ہو کر اپنے وسوسہ سے
توبہ کر کے اونکی خدمت میں حاضر ہوئے اونہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگرچہ ہم لوگ ملامیتہ ہیں لیکن بموجب ارشاد نبوی کے
ظنوا المؤمنین خیرا یعنی مومن کے ساتھ اچھا گمان رکھو چونکہ تم عالم ہو سب کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہیئے اور نیز تمکو یاد نہیں
کہ تمہارے پیر دستگیر کا کیا حکم تھا شیخ عبدالغفور عاجزی اور انکسار کے ساتھ پاس گئے اور عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف فرمایئے
سید مذکور نے اونپر بہت شفقت کی اور وہ دولت جو کہ انکے پاس اونکی امانت تھی اونکو سپرد کی اور اعظم پور کو رخصت کیا۔

له ایک زمانہ میں حضرت گنج شکر رح کی اولاد میں ایک صاحبزادے اپنے وطن سے کہ اجودھن تھا بادشاہ وقت کی
ملاقات کے لئے قصبہ تھانیسر کے راستہ سے جا رہے تھے جب تھانیسر اون سے تین منزل رہگیا حضرت قطب العالم
کی روح نے حضرت شیخ جلال سے معاملہ[عه] میں فرمایا کہ حضرت گنجشکر رح کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے شراب خوار آرہے ہیں لیکن
حضرت گنج شکر رح کی روح اون کے ہمراہ ہے اور ہم سے فرماتے ہیں کہ (باقی پیوستہ بصفحہ آئندہ)

عه معاملہ اصطلاح میں خواب اور بیداری کی درمیانی حالت کو کہتے ہیں ۱۲

عه حرف واو کو التباس دال کے سبب چھوڑ دیا ۱۲

مے بینم کہ سجادۂ تو شیخ جلال چگونہ تعظیم فرزند ما خواہد کرد و اگرمے خواہی کہ
آبروے ما پیش پیران بماند دقیقہ از تعظیم وتکریم وے نگذاری ودقائق
ضیافتش راکماینبغی بجاآری ونظر برحال وے نہ کنی بلکہ نظر بجانب من روحانیت
حضرت گنجشکر نمودہ خدمتش کماحقہ بکنی چوں حضرت شیخ جلال بیدار شد
ہماں وقت برخاست ودر راہِ آمدنِ وے قریب یک کروہ رفتہ بنشست
وبعد شام بخانہ خود مراجعت فرمودہ ہمچنیں تاسہ روز مے کرد روز سیوم
آں فرزند ارجمند حضرت گنج شکر برفیل سوار مرآں حضرت را نمایاں شد
ودید کہ بریک جانب وے روحانیت حضرت گنج شکر است وبرجانب
دیگرش روحانیت حضرت قطب العالم بندگی شیخ عبدالقدوس حنفی دویدہ پائے
بوس وے حاصل کرد وخاکپائے آں فیل را سرمۂ چشم خود ساخت و
در رکاب آں صاحبزادہ بجانب خانہ خویش مراجعت نمود وآں صاحبزادہ
مست شراب بود چوں براں حضرت مہربان شد رومال پاک وے کہ شراب
آلودہ بود بآں حضرت بخشید وے قدس سرہ درحال گرفتہ برسر
خود بہ بست وآں صاحبزادہ را در تھانیسر آوردہ درمیان حویلی کلاں وخوب
فرود آوردہ وجمیع مایحتاج وے را مہیا ساختہ از وے اذن گرفتہ بہ خانقاہ
خویش بیامد بعضے یاران اعلی بآنحضرت گفتند کہ این مرد اگرچہ پیرزادہ بود

مجھکو دیکھنا ہے کہ تمہارے سجادے شیخ جلال کسطرح ہمارے فرزند کی تعظیم کرتے ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری آبرو پیروں کے
نظروں میں رہے اونکی تعظیم وتکریم کا کوئی دقیقہ نہ اوٹھا رکھنا اور مہمان نوازی کے تمام دقیقوں کو کماینبغی بجالانا اور نظر اونکی حالت
پر نہ کرنا بلکہ نظر میری طرف اور حضرت گنجشکر کی روح کیطرف کرکے اونکی خدمت کماحقہ کرنا جسوقت شیخ جلال بیدار
ہوئے اسیوقت اوٹھے اور اونکی آمد کے راستہ میں قریب ایک کوس جاکر بیٹھے اور شام کے بعد گھر کو واپس ہوئے تین دن تک ایسا ہی
کیا تیسرے دن حضرت گنجشکر کے وہ فرزند ارجمند ہاتھی پر سوار آنحضرت کو نظر پڑے اور دیکھا کہ ایک جانب حضرت گنجشکر کی روح
ہے اور دوسری جانب حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس حنفی کی روح ہے دوڑکر اونکے پاؤنکو بوسہ دیا اور اوس ہاتھی
کی خاکپا کو سرمہ بنایا اور صاحبزادے کی سواری کی ہمراہ مکان کو واپس ہوئے وہ صاحبزادے شراب میں مست تھے جسوقت آنحضرت
ے پر مہربان ہوئے اپنا رومال شریف کہ شراب میں تر تھا حضرت کو بخشا حضرت قدس سرہٗ نے فوراً لیکر سر پر باندھ لیا اور
صاحبزادے کو تھانیسر لاکر ایک بڑی اعلی درجہ کی حویلی میں ٹھہرایا اور تمام حوائج ضروریہ کا بندوبست کرکے اونسے اجازت لیکر اپنی خانقاہ میں تشریف لائے بعض دوستوں نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ صاحب اگرچہ پیر کی اولاد سے ہیں
(اوسہیتا عجبہ ہیتہ)

ولیکن در فسق و فجور غلو تمام داشت ذات پاک حضرت کہ حجت مشائخ است
نبود کہ پیش این خراباتی بایں طریق سلوک نمایند آنحضرت فرمود کہ مرا
نظر بر حال وے نبود بلکہ نظرم بر روحانیت حضرت گنج شکر و روحانیت حضرت
قطب العالم بودہ کہ ہمراہ وے مے آمدند و روحانیت حضرت گنج شکر بہ پیر
من مے فرمود بہ بینم کہ شیخ جلال چگونہ تعظیم فرزند ما خواہد کرد و روحانیت
شیخ عبد القدوس حنفی بمن مے گفت اگر از تو تعظیم این صاحبزادہ کما حقہ
ادا خواہد شد آبروئے ما پیش پیران ما خواہد ماند پس من اینہمہ تعظیم روحانیت
حضرت گنج شکر و پیر خود مے کردم تا آنکہ روحانیت حضرت گنج شکر از ما و
پیران من خوشنود شد و در حق من دعاء خیر فرمود۔

اشکال متعلق واقعات مذکورہ

ان بزرگوں نے شراب کے ساتھ کیسے تلبس کیا۔ اشتراگا۔ یا سکوتاً
یا تناولاً۔ یا رجوعاً عن النکیر علیہ۔ یا اکراماً لشاربہ۔ جیسا ان حکایات
میں مذکور ہے۔

حل

یہاں تین حل ہیں دو مشترک ایک خاص خاص۔ دو مشترک میں سے

لیکن فسق و فجور میں پورا غلو رکہتے ہیں حضرت کی ذات پاک کے لئے کہ حجت مشائخ ہے
زیبا نہ تہا کہ ایسے شراب خوار کے ساتہہ ایسا سلوک اور برتاؤ کرتے حضرت نے فرمایا کہ میری
نظر اوسکے حال پر نہ تہی بلکہ میری نظر حضرت گنج شکر کی روح اور حضرت قطب العالم کی روح کیطرف تہی
کہ وہ دونوں اوسکے ہمراہ تشریف لا رہے تھے اور حضرت گنج شکر کی روح نے میرے پیر سے فرمایا تھا
کہ مجھکو دیکہنا ہے کہ شیخ جلال ہمارے فرزند کی کسطرح تعظیم کرتے ہیں اور شیخ عبد القدوس کی روح نے مجھسے فرمایا
تہا کہ اگر تم نے اس صاحبزادے کی تعظیم کما حقہ ادا کی تو ہماری آبرو ہمارے پیروں کے سامنے باقی رہیگی پس میں نے حضرت گنجشکر اور اپنے
پیر کی روح کی تعظیم کی ہے حتی کہ حضرت گنجشکر کی روح مجھسے اور میرے پیر سے خوش ہوگئی اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی ۱۲ مترجم

ایک حل تو کلام ہے ان کے ثبوت میں چنانچہ بعض روایات میں ماخذ کا مجہول ہونا بعض روایات میں ماخذ کا منفرد ہونا عدم ثبوت کا قوی شبہ پیدا کرتا ہی دوسرا مشترک حل یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مسکرات فقہا میں مختلف فیہ ہوں (کما فی الهدایۃ الاشربۃ المحرمۃ اربعۃ ثم قال وفی الجامع الصغیر وماسوی ذلک فلا بأس به وفیها ان هذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی واما اذا قصد به التلهی لایحل بالاتفاق اه ثم الفتوی علی قول محمد رح کما هو معلوم اور یہ مختلف فیہ اوس وقت ہے جب قدر مسکر تک نہ ہو ورنہ بالاجماع حرام ہے اور مختلف فیہ میں توسع ہوتا ہے جیسا اہل علم جانتے ہیں گو باب مسکرات میں امام محمد رح کے قول حرمت پر فتوے ہونے سے ہم کو توسع پر عمل جائز نہیں مگر مجتہد کو مقلد پر قیاس نہیں کر سکتے یہ حضرات مشائخ مجتہد تھے اور خاص خاص حل حسب تفصیل ذیل ہے مثلاً واقعہ الف کی وہ توجیہ ہوسکتی ہے جو خود اوس واقعہ کے بعد معدن المعانی سے نقل کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے سخت ضرورت میں امراض جسمانیہ میں تداوی بالحرام کو فقہا نے جائز رکھا ہے اسی طرح امراض نفسانیہ کو اجتہاد سے اون پر قیاس کیا جاسکتا ہے گو اس اجتہاد کی صحت میں کلام ہوسکتا ہے مگر وہ کلام بھی اجتہادی ہے جس سے کسی مجتہد پر ملامت نہیں ہوسکتی دیکھئے متروک التسمیہ عامداً کے نسبت جو کہ شافعی رح کے نزدیک حلال ہے بشرطیکہ مذبوح لغیر اللہ نہ ہو ہمارے فقہا نے تصریح کی ہے کہ اس میں مخالفت ظاہر کتاب کے سبب اجتہاد کی گنجائش نہیں مگر باوجود اس کے شافعی رح پر کسی نے ملامت کی اجازت نہیں دی اور گو

لہ جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ حرام شرابیں چار ہیں صاحب ہدایہ نے پھر کہا اور جامع صغیر میں یہ ہے کہ اور اسکے ماسوئی میں کچھ حرج نہیں اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اختلاف اوس وقت ہے جبکہ قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور لیکن جبکہ مقصود لہو و لعب ہو تو بالاتفاق حلال نہیں پھر فتویٰ امام محمد رح کے قول پر ہے جیسا کہ معلوم ہے م یعنے علی الاطلاق بلا تفصیل حرام ہونے پر ۱۲ مترجم

مجکو وانہ لفسق کی تفسیر کی بنار پر اس میں اجتہاد کی گنجایش نہ ہونے میں کلام ہے مگر پھر بھی اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ کسی اجتہاد کا صحیح نہ ہونا علمار کے نزدیک مستلزم جواز ملامت کو نہیں اور تناول کے جواز کا اشترار کے جواز کو مستلزم ہونا ظاہر ہے کما فی اشتراء شعر الخنزیر علے ما فی الھدایۃ یہ حاصل ہے معدن المعانی کی تقریر کا اور معدن المعانی کی عبارت میں جو شاہد بازی کا لفظ ہے اس بازی کے وہ معنے نہیں جو رنڈی بازی اور لونڈے بازی میں معنی ہیں کیونکہ لذت و شہوت تو نفس کی غذا ہے اور یہاں مقصود دوا ہے جو ملامت کی ایک فرد ہے جو کہ مثل دوا کے نفس کو ناگوار ہو سو اس بازی کے وہ معنے ہیں جو چوگان بازی و نیزہ بازی میں معنے ہیں یعنی مطلق شغل جس کا معصیت ہونا لازم نہیں صرف موجب ملامت ہونا کافی ہے جیسے زبانی چھیڑ چھاڑ اور اظہار عشق کسی حسن یا بدشکل سے کہ نفس کو تو کچھ حظ نہ ہوا اور عوام میں شاہد بازی کے گمان سے بدنامی ہو جاوے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شیخ کو اپنے تصرف سے استحالہ کا ظن قوی تھا کہ قبل اشترار استحالہ ہو جاویگا وفی امثالہ یجوز العمل بظنہ کما فی رسالۃ تشرف الاسماع عن حاشیۃ ابن حجر علی التحفۃ فقال ذکر کلاما طویلا فی اسباب الضرر المنتجۃ للتحریم تارۃ وللکراھۃ اخرے وملخصہ ان مالا یتخلف مسببہ فیہ الا معجزۃ او کرامۃ لولی یحرم الاقدام علیہ حیث لم تطرد عادۃ ربہ معہ بعدم اضرارہ لہ اھ

لہ جیسا کہ ہدایہ میں خنزیر کے بال کی خریداری میں بیان کیا ہے کہ اوسکے استعمال کا جواز مستلزم ہے اوسکے اشترار کے جواز کو ۱۲ سے اور اس کے امثال میں اپنے ظن غالب پر عمل کرنا جائز ہی جیسا کہ رسالہ تشرف الاسماع میں حاشیہ ابن حجر علی التحفہ سے نقل کیا ہے پس کہا یعنے صاحب رسالۃ تشرف الاسماع نے کہ ذکر کیا یعنی ابن حجر نے ایک طویل کلام کو اون اسباب مضرات کے بیان میں کہ جن سے کبھی تو تحریم ثابت ہوتی ہے اور کبھی کراہت اور خلاصہ اوسکا یہ ہی کہ جس مضر شئی کا اثر بدون معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے متخلف نہ ہوتا ہو تو اسپر اقدام کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں کہ جس میں عادت آلہیہ عدم مضرت کیمتعلق نہ جاری ہو ۱۲ مترجم

لہذا شیخ پر اس تجویز کا اعتراض نہیں ہو سکتا باقی مرید کو جب استحالہ کا علم نہ تھا اوس کو اشتراار کیسے جائز ہو گیا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اوس کو مخالفت کرنے سے کسی ایسے ضرر باطنی کا اندیشہ ہو گیا ہو جس کا وہ تحمل نکر سکتا ہو اس لئے اوس کی حالت مثل مکرہ کے ہو گئی ہو اس لئے وہ بہی معصیت سے محفوظ رہے گا اور واقعہ ب میں تناول کا اعتراض تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تناول واقع نہیں ہوا صرف نہی عن الاعتراض کا سوال ہو سکتا ہے سو اوسکی خاص توجیہ علاوہ توجیہ مشترک کے وہ ہو سکتی ہے جو خود اوس واقعہ کے اخیر میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل قبیح میں دو درجے ہیں ایک یہ کہ وہ باعتبار صدور کے عبد کی طرف منسوب ہے دوسرے یہ کہ وہ باعتبار تخلیق کے حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہے سو صدور تو فعل عبد ہے اور منہی عنہ ہونے کی وجہ سے مطلقًا قبیح ہے اور تخلیق فعل حق ہے اور وہ مطلقًا حسن ہے پس محجوب کی نظر صرف اعتبار اول پر ہوتی ہے اور عارف کی نظر دونوں اعتبار پر سو شیخ عبد الحق رح چونکہ اوس وقت مبتدی تھے اون کی نظر بھی صرف اعتبار اول پر پڑی حضرت شیخ جلال نے اون کی نظر کو جامع بنانا چاہا اس لئے یہ تدبیر کی کہ مسکرات کو حاضر کر کے اون کے ادراک میں تصرف کیا جس سے اون پر اعتبار ثانی کا غلبہ ہو گیا اور اس غلبہ کے سبب اعتبار اول پر نظر نہ رہی جیسا ابتدائے غلبہ میں ایسا ہی ہوتا ہے پھر تعدیل کے بعد جامعیت نصیب ہوتی ہے کہ دونوں اعتبار ایک دم سے مستحضر رہتے ہیں اور ہر ایک کا حق ادا کرتا ہے۔ کما اشار الیہ العارف الرومی ؎

کفر ہم[1] نسبت بخالق حکمت ست ورِ بما نسبت کنی کفر آفت ست

اور حکمت اس تربیت میں یہ ہوتی ہے کہ صرف اعتبار اول پر نظر کرنیوالا

[1] کفر بہی بلحاظ خالق کے حکمت ہے اور ہمارے لئے آفت ہے ۱۲۔ مترجم۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے وقت کبر و عجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اعتبار ثانی پر نظر کرنے والا اس سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ وہ صنع عبد کے ساتھ صنع حق پر بھی نظر رکھتا ہے اسلئے ڈرتا ہے کہ میرے اندر اگر ایسا تصرف فرماویں تو میں کیا کر سکتا ہوں نیز نظر اول والا ممکن ہے کہ کبھی حق تعالے پر بھی اعتراض کر بیٹھے کہ معصیت و کفر پیدا نکیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا جیسا معتزلہ کو یہی نظر داعی ہوئی افعال عبد کو مخلوق للعبد کہنے کی طرف اونہوں نے خلق قبیح کو بھی قبیح سمجھا اور نظر ثانی والا ان چیزوں کی تخلیق میں حکمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے اوس حیثیت سے اوس پر بھی راضی رہتا ہے اور رضار بالقضار کے کامل درجہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس پر یہ شبہ نکیا جاوے کہ رضا بالکفر تو کفر ہے جواب یہ ہے کہ وہ درحقیقت کفر پر راضی نہیں ہوتا جو کہ فعل عبد ہے کیونکہ کفر مقضے ہے قضار نہیں ہے بلکہ وہ قضار بالکفر پر راضی ہوتا ہے جو کہ فعل حق ہے اور بعض اوقات رضا بالقضار میں یہانتک ترقی کرتا ہے کہ اوس قضار کی طلب اور دعا کرتا ہے جیسے موسے علیہ السلام نے فرعون کے لئے یہ دعا کی کہ اوس کو ایمان کی توفیق نہو کیونکہ اون کو مثل نوح علیہ السلام کے وحی سے معلوم ہو گیا تہا کہ اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے اسلئے عرض کیا[1] ربنا انک آتیت فرعون وملاؤہ زینۃ الی قولہ العذاب الالیم جیسے نوح علیہ السلام کو خبر دیدی گئی تہی[2] لن یومن من قومک الا من من الآیۃ اور اس بنا پر اونہوں نے دعا کی[3] ولا تزد الظلمین الا ضلالا۔

[1] اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے رب ہمارے آپنے فرعون کو اور اوسکے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسیواسطے دئے ہیں کہ وہ آپکی راہ سے گمراہ کریں اے رب ہمارے اونکے مالونکو نیست نابود کر دیجئے اور اونکے دلونکو سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہانتک کہ عذاب الیم کو دیکھہ لیں ۱۲ [2] اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہا سوا اونکے جو ایمان لاچکے ہیں اور کوئی شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاویگا سو جو کچھہ یہ لوگ کر رہے ہیں اسپر کچھہ غم نہ کرو ۱۲ [3] اور ان ظالمونکی گمراہی اور بڑھا دیجئے ۱۲ مترجم۔

اور دعا کی۔ وَلَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا[۱]۔ اور دعا کی وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا[۲]۔ اور واقعہ۔ ج۔ کی خاص توجیہ میر سید قطب مجذوب کے متعلق تو خود واقعہ کے ساتھہ ہی مذکور ہے یعنی اون کا مجذوب ہونا جو کہ مرفوع القلم ہوتا ہے باقی شیخ عبدالحق رہ کے متعلق علاوہ توجیہ مشترک کے یہ ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہاں بھی انقلاب ہوگیا ہو یعنی شراب نہ رہی ہو اور آپ کو اس انقلاب کا یقین ہوگیا ہو۔ اور واقعہ۔ د۔ کے دونوں جزو کی توجیہ مثل توجیہ واقعہ ج کے ہے یعنی دیوانہ کا غیر مکلف ہونا اور حضرت قطب العالم کے لئے اوس شراب کا منقلب ہوجانا اور وہ بھی الصباب غیر اختیاری ہیں ورنہ اپنے قصد سے تو اونہوں نے اوس کو گراہی دیا تھا (چنانچہ اوس مقام ہیں بین القوسین تفسیر کرکے اس طرف اشارہ بھی کردیا گیا ہے) سو فعل اختیاری تو قصد بیرونی الصباب تہا اور الصباب اضطراری ہیں انقلاب تہا چنانچہ جملہ مزہ شراب نیو داس ہیں صریح ہے باقی اپنے سے دور کرکے کیوں نہیں گرادیا اوس دیوانہ سے اخفا کا قصد کیوں کیا تو کسی حالت سے مغلوب ہوجانا اس کی توجیہ ہوسکتی ہے چنانچہ احتراز ممکن ندید ظاہرًا اسی طرف مشیر ہے واللہ اعلم۔ اور واقعہ۔ ہ۔ کی توجیہ خاص بہت ظاہر اور قریب ہے کیونکہ یہی ثابت نہیں کہ صراحی میں شراب تھی ہیئت صراحی یا دیگر قرائن سے شراب کا گمان کرلیا اوس مجذوب کو اس کا کشف ہوگیا اور اوس نے ایسا تصرف کیا کہ غیر شراب ہر جگہ شراب نظر آنے لگی

---

[۱] کہ اے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیجئے تو یہ لوگ آپکے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے اور اون کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی ۱۲ مترجم

[۲] اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔ ۱۲ مترجم۔

اور اوس کا استعمال مشکل ہوگیا اور اس لئے پریشان ہوگئے باقی یہ کہ تیمم کر لیتے سو تیمم کے شرائط میں بعد خاص ہے پانی کا اور یہ شرط مشکوک تھی کیونکہ یہ بھی محتمل تھا کہ اونکا تصرف محدود ہو اور اوس حد سے آگے پانی ملجاوے اور یہ بھی محتمل تھا کہ تصرف غیر محدود ہو اور اوس تصرف سے واقع میں شراب نہ ہوا ہو بلکہ واقع میں پانی ہو اور رجوع عن الاعتراض سے وہ پانی محسوس ہونے لگے تو پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کیسے جائز ہو سکتا ہے غرض یہ سب احتمالات مجتمع ہوگئے تو پریشانی ایسے احتمالات کے اجتماع کا اثر لازم ہے اور قرینہ اس کا کہ وہ شراب نہ تھی صرف اون کو گمان ہوگیا شراب کا مجذوب کا یہ قول ہے برہمہ کس ظن نیک باید کرد الخ نیز اوس کا یہ قول بھی اس کا قرینہ ہے یاد نکنید کہ امر پیر دستگیر شما چہ بود جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے پیر غیر متشرع سے اخذ فیض کی کیوں اجازت دیتے اور واقعہ ۔۲۔ میں تو زیادہ سخت اشکال نہیں کیونکہ اس میں صرف شرابی کا اکرام واقع ہوا تو اول تو کسی انتساب کے اثر کا غلبہ عذر معتبر ہے خود قرآن مجید میں باوجود کفر ابوین کے اون کی رعایت کا حکم ہے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ احترام باپ کے ساتھ منصوص ہے پھر قطع نظر نسبت سے اجانب کے ساتھ بھی ایسا معاملہ تالیف قلب کے لئے توقع ہدایت پر ماذون فیہ ہے۔

وھذا آخر ما اردناہ فی ھذا المقام وبہ بلغت الرسالۃ حد الاختتام

تذکرہ حضرت شیخ عارف رح (واقعہ ۵۵) آنحضرت قدس سرہ

بعضے اوقات مے فرمود کہ ما مالک خودم ملک الموت نتواند کہ بے رخصت جان من قبض کند موت من باختیار من است بخواہم بمیرم واگر خواہم تا ابدالآباد برہمیں ہیئت بمانم مگر آنکہ باختیار خود بروم کہ اورا خبر نہ باشد۔ بیت

لہ آنحضرت قدس سرہ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہم خود اپنے مالک ہیں ملک الموت کی یہ مجال نہیں کہ بدون اجازت کے مری جان قبض کرے میری موت مرے اختیار میں ہے اگر چاہوں مروں اور اگر چاہوں تو ہمیشہ اسی ہیئت پر رہوں م

م لیکن ہاں اپنے اختیار سے چلا جاوں کہ ملک الموت کو خبر نہ ہو ۔۱۲ مترجم۔

درکوئے عاشقاں چناں جاں بدہند — کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

اشکال۔ کیا کسیکی موت اوس کے اختیار میں ہے اور کیا کسیکی موت بلا توسط ملک الموت کے ہی ہوتی ہے **حل۔** حدیث صحیح میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے مصرح ہے کہ اون کی وفات اون کے اختیار کرنے کے بعد واقع ہوتی ہے اور غیر انبیاء علیہم السلام سے اس اختیار کی نفی کا عموم کسی دلیل سے ثابت نہیں سو اس میں کسی نص سے مصادمت نہیں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شہداء بحر کے لئے اس توسط کی نفی حدیث میں مصرح ہے[1] اوردہ السیوطی فی رسالۃ شرح الصدور باب ماجاء فی ملک الموت واعوانہ عن ابن ماجۃ مرفوعاً ان اللہ وکل ملک الموت بقبض الارواح الا شہداء البحر فان اللہ یتولی قبض ارواحہم سو اگر شہداء بحر کے ناسوت ساتھ شہداء بحر ملکوت کو ملحق کردیا جاوے تو بعید ہی کیا ہے۔

تذکرہ حضرت شیخ عبد القدوس رح (واقعہ ۵۶)

مسئلہ[2] شریعت است کہ نوم انبیاء ناقض وضو نیست زیرا کہ فی الحقیقت نوم نیست وایں حکم اگرچہ خاصہ انبیاء ست اما اولیاء ہم بمتابعت انبیاء بدین دولت مے رسند و نوم ایشاں نیز ناقض وضو نبود اما از جہت رعایت شرع تجدید وضو بکنند و خود را در خاصۂ انبیاء شریک نہ سازند۔ **اشکال۔** کیا اولیاء کا

---

[1] اس حدیث کو سیوطی نے اپنے رسالہ شرح الصدور باب ماجاء فی ملک الموت میں ابن ماجہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ملک الموت کو تمام ارواح کے قبض کرنیکے مقرر کیا ہے مگر شہداء بحر مستثنیٰ ہیں اسلئے کہ اللہ تعالےٰ اون کی ارواح کو خود قبض کرتے ہیں ۱۲ مترجم

[2] شریعت کا مسئلہ ہے کہ انبیاء کا سونا ناقض وضو نہیں اسلئے کہ درحقیقت (اونکی نیند) نیند نہیں اور یہ حکم اگرچہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اولیاء بوجہ متابعت انبیاء اس دولت سے بہرہ اندوز ہوجاتے ہیں اور ان کی نیند سے وضو نہیں جاتا لیکن شریعت کے پاس و لحاظ سے جدید وضو کرلیتے ہیں اور خود کو انبیاء کی خصوصیت میں شریک نہیں کرتے۔ ۱۲ مترجم۔

نوم ناقض وضو نہیں ہوتا اگر ایسا ہے تو پھر اس عبارت میں اوس کو خاصہ انبیار
کیسے مان لیا گیا۔ **حل** یہ حکم سب اولیار کے لئے عام نہیں بلکہ اون اولیار کیلئے
ہے جن کا نوم حد نعاس سے آگے نہیں بڑھتا اور ایسا نوم عوام کے لئے بھی ناقض
وضو نہیں باقی اولیا کی تخصیص اس معنے کر کی گئی کہ عوام میں ایسا نوم شاذ
ہے اور اولیا میں یہ نسبت عوام کے کثیر ہے ہاں پھر اس کو جو انبیار کا خاصہ
کہا گیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ اون کا نوم عموماً اسی درجہ کا ہوتا
ہے حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی کے معنے قریب یہی ہیں اور اولیا
میں ایسا نوم تبعاً للانبیار ہوتا ہے پس انبیار کی تخصیص باعتبار تعمیم کے ہے
یعنی انبیار کا سب کا ایسا ہی نوم ہوتا ہے اور اولیار میں سب کا نہیں ہوتا
اور یہ فرمانا کہ از رعایت شرع الخ اور در خاصہ انبیار الخ اس پر محمول ہے
کہ وضو نہ کرنا ظاہراً اخلاف شرع ہوگا اور صورۃً خاصہ میں شرکت ہوگی

از لطائف قدوسی

مؤلفہ مولانا رکن الدین رح۔ درحالات شیخ عبد القدوس رح

لطیفہ ۲۹۔ (واقعہ ۱۵۷) این[1] فقیر حضرت قطبی را پرسید کہ شیخ الشیوخ
در عوارف المعارف ذکر ملامتیہ و قلندریہ کردہ است ما در حق ایشاں چہ
اعتقاد کنیم فرمودند چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ فرمودہ اند اعتقاد حقیت ایشاں
باید کرد و بعد ازاں حضرت قطبی فرمودند کہ حضرت شیخ رعایت شرع
کردہ اند کہ حفظ فرائض در قلندریہ فرمودہ اند و مغز سخن پنہاں داشتہ اند

[1] اس فقیر نے حضرت قطب العالم سے دریافت کیا کہ شیخ الشیوخ نے عوارف المعارف
میں (فرقہ) ملامتیہ و قلندریہ کا ذکر کیا ہے ہم لوگ ان کے متعلق کیا اعتقاد رکھیں فرمایا جیسا کہ شیخ الشیوخ
نے فرمایا ہے ان لوگوں کے حقانی ہونیکا اعتقاد رکھنا چاہیے اسکے بعد حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ حضرت شیخ
نے شرع کی رعایت فرمائی ہے کہ قلندریہ کی بابت فرائض کی پابندی کو ذکر فرمایا ہے! ور حقیقت الامر کو مخفی رکھا

وما[۱] قلندریه را دیده ایم و شنیده ایم که در ترک فرائض باک نداشتند چنانچه حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی و خواجه کرک کریئی قلندر و امثالهما و ما خود دیده ایم که شیخ حسین سرہرپوری ثم جونپوری قلندر مطلقاً ترک فرائض داشتند باوجود آنکه از علمار فحول بودند و حضرت قطبی فرمودند که شیخ محمد فخر الدین جونپوری را گفتیم که شیخ حسین نماز نمیگذارد شیخ محمد فخر الدین فرمودند که ما نگوئیم که حسین نماز نمیگذارد شیخ حسین یک ترکستانی در راه خدا تعالے است لیکن ایشان راه قلندریه دارند ما راه تصوف۔ اشکال ظاهر ہے۔ حل اوسی عبارت مذکورہ کے بعد متصل ہے عزیز[۲] من ترک فرائض از قلندریه من حیث الظاهر یا از آنست که حق سبحانه و تعالیٰ ایشانرا مرتبه روحی عطا فرموده است و قدرت داده است بتجسد ارواح در یک حال و در یک وقت خود را چند جائے بنمایند پس اگرچه در وقتے در مقامی ترک فرائض از ایشان دیده میشود نتواند بود که همدران وقت در مقام دیگر بجا آورده باشد و یا ازان است که در عقل شان که مناط تکلیف است

---

[۱] ہم نے بھی گذشتہ اور اپنے قلندریہ کو دیکھا ہے اور سنا ہے کہ اونکو ترک فرائض میں ذرا باک نہیں تھا جیسے کہ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی و خواجہ کرک کریئی قلندر وغیرہ وغیرہ اور ہمنے خود دیکھا ہے کہ شیخ حسین سرہرپوری پھر جونپوری قلندر سارے فرائض کے تارک تھے باوجودیکہ بڑے زبردست عالم تھے اور حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ شیخ محمد فخر الدین جونپوری سے ہم نے کہا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے شیخ مذکور نے فرمایا کہ ہم نہیں کہ سکتے کہ حسین نماز نہیں پڑھتے ہیں شیخ حسین راہ خداوندی کے ایک مرد شہ سوار ہیں لیکن اون کا طریق قلندریہ ہے اور ہمارا طریق تصوف (یعنی ظاہر بھی آداب شریعت سے آراستہ کرنا) ۱۲ مترجم

[۲] عزیز من قلندریہ کا بظاہر فرائض ترک کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو مرتبہ روحی عطا فرمایا ہے اور قدرت دی ہے کہ بہ سبب تجسد ارواح کے ایک حالت ہیں اور ایک وقت میں چند جگہ ظاہر ہوں پس اگر کبھی کسی مقام میں ترک فرائض ان سے معلوم ہو تو ممکن ہے کہ اوسی وقت میں دوسرے مقام میں (دوسرے جسد سے) فرائض ادا کر لیتے ہوں اور یا اس وجہ سے ہے کہ ان کی عقل میں جو کہ مدار ہے مکلف ہونے کا پیوستہ بصفحۂ ثنده

خللے پدید آمدہ است و معتوہ شدہ اند و بر معتوہ تکلیفات شرعیہ نیست چنانچہ بر مجنون۔ پس ایشاں ہم برخصت شرع غیر مکلف شدہ اند اگرچہ من حیث الظاہر در بعضے امور ہوشیاری در ایشاں دیدہ میشود چوں عقل مناط تکلیف ندارند غیر مکلف اند فلا یشکل ما قیل فی المسئلۃ الاعتقادیۃ من قولہ ولا یبلغ العبد فی المحبۃ والقربۃ من اللہ تعالےٰ درجۃً تسقط عنہ ہذہ الوظائف ای وظائف الشریعۃ من الفرائض والواجبات والسنن ما دام حیًا فی الدنیا ومن یدعی ذلک فہو زندقۃ والحاد فان افضل خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا الانبیاء والرسل ولم ینقل عنہم مثل ہذا قال اللہ تعالےٰ عن عیسےٰ علیہ السلام و اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًا فاذا لم تسقط عنہم فمن دونہم اولی کذا فی عقیدۃ الجناح و آنکہ بعضے گفتہ اند کہ رفع تکلیف بعضے اولیا را میشود مراد از رفع تکالیف در حق اولیاء اللہ رفع کلفت است نہ رفع اصل تکلیفات شرعیہ یعنی در عبادات حق کلفت و رنج ندارند بہ راحت قلبی و قالبی و بشوق ذوق در عبادۃ باشند واللہ اعلم بالصواب۔ ف پہلی توجیہ میں جو فرمایا ہے

اسیوجہ سے گذشتہ کچھ خلل پیدا ہوجاتا ہو اور معتوہ ہوجاتے ہوں اور معتوہ شرعًا مکلف ہوتا نہیں جیسے مجنون مکلف نہیں ہوتا پس انکو بھی شرعی رخصت غیر مکلف ہونیکی ملجاتی ہو۔ اگرچہ بظاہر بعضے امور ہوشیاری اور عقل کے انسے نظر آتے ہوں (مگر) چونکہ عقل اُنکے اندر اسقدر نہیں کہ جسکی وجہ سے مکلف ہوں اسوجہ سے غیر مکلف ہوتے ہیں (پس جب قلندر کی ترک فرائض کیوجہ یہ ہے) تو اس مسئلہ اعتقادی پر کچھ اشکال نہیں کہ بندہ کو محبت اور قرب آلہی کا ایسا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ جس سے احکام شریعیہ اوسکو معاف اس زندگی میں ہوجائیں خواہ فرائض ہوں خواہ واجبات و سنن ہوں اور جو اسکا مدعی ہو تو اوسکا دعوی زندقہ والحاد ہو کیونکہ مخلوق میں سب سے افضل انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں حالانکہ اونمیں سے کسی سے اس قسم کا دعویٰ منقول نہیں اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل فرمایا ہے (ترجمہ آیت) اور وصیت کی مجکو نماز اور زکوٰۃ کی جبتک زندہ ہوں۔ پس جبکہ اون حضرات سے احکام آلہیہ معاف نہیں ہوئے تو اون کے غیر سے تو بدرجہ اولیٰ معاف نہونگے۔ (کذا فی عقیدۃ الجناح) اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بعض اولیاء سے تکلیف رفع ہوجاتی ہے تو مراد اس سے تکلیف بمعنی کلفت و مشقت کا دور ہوجانا ہے نہ کہ تکلیفات شرعیہ (بمعنی احکام شرعیہ) کا معاف ہوجانا یعنی عبادت آلہی میں کلفت اور مشقت اونکو نہیں ہوتی راحت قلبی و راحت بدنی اور شوق و ذوق کے ساتھ عبادت کرتے ہیں واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مترجم۔

ہمدرآں وقت در مقام دیگر بجا آورده باشد اھ اس میں ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ جس جسد سے فرائض ادا کیے ہیں وہ اگر عنصری ہے تو فرائض ادا ہوں گے اور اگر وہ مثالی ہے تو فرائض ادا نہونگے پس اگر وہ قلندر عالم ہے تو اس کی رعایت کرے گا لیکن ناظرین کو دفع اعتراض کے لئے اس کا احتمال بھی کافی ہے البتہ مبصر کو جو ان دونوں جسدوں کی معرفت رکھتا ہو اس کے خلاف ہونے پر اعتراض کا حق ہے۔

واقعہ ۵۸ از انوار العارفین تذکرہ خواجہ علو ممشاد دینوری منشا چشتیاں

از[1] شیخ عماد الدین سہروردی نقل است کہ وے اہل سماع بود و سماع اکثر شنیدے و اعراس پیران خود میکرد و در روز عرس سماع می شنید بخدمت وے پرسیدند سماع شنیدن و باز مخصوص در روز عرس از کجا آمده است گفتند پیغمبر ما مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم و علی مرتضٰے رضؓ و جمیع پیران ما سماع شنیده اند و تخصیص روز اعراس اینکہ ایشاں را در آں روز وصال دوست میسر شده است پس من شادی روز وصال پیران خود سماع بشنوم تا از توجہ ایشاں ما نیز بمقام وصال برسیم انتہٰے

اشکال کیا اعراس خلاف شرع نہیں ہیں حل تحقیق مقام یہ ہے کہ حدیث میں ہے

عن ابن عمرؓ کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یزور قباء او یأتی قباء وفی روایۃ کل سبت راکبًا و ماشیًا فیصلے فیہ رکعتین للستۃ الا الترمذی جمع الفوائد)

---

[1] شیخ عماد الدین سہروردیؒ کی حکایت ہے کہ وہ اہل سماع تھے اور سماع اکثر سنتے تھے اور اپنے پیروں کے عرس کیا کرتے تھے اور عرس کے روز سماع سنتے تھے اونکی خدمت میں احباب نے عرض کیا کہ اول تو سماع سننا اور پھر خاص کر عرس کے دن سننا کہاں سے معلوم ہوا ہے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی مرتضٰےؓ اور ہمارے سارے پیروں نے سماع سنا ہے اور اعراس کے دن کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ ان حضرات کو اوس دن میں وصال دوست میسر ہوا ہے پس میں اپنے پیروں کے وصال کی خوشی کے دن سماع سنتا ہوں تاکہ ان کی توجہ سے مقام وصال تک پہونچ جاوٴں۔ ۱۲ مترجم

وعن ابی ہریرۃ مرفوعاً لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم للشیخین وابی داؤد والترمذی (جمع الفوائد) ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لئے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لئے ہو جائز ہے جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لئے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اوس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کرکے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے ثواب پہونچانا بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لئے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں اس لئے صاحب کشف کو یا اوس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجۂ ظن اسکی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے لیکن اگر اور کوئی عارض موجب منع اوس میں منضم ہو جاوے مثلاً سماع خلاف شرائط یا اختلاط امارد و نساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام خصوص فساق و فجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلا ضرورت اون کا احترام یا احتمال فساد عقیدہ عوام تو ان عوارض سے پھر وہ مباح بھی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترک ہو جاوے گا جیسا اس زمانہ میں اکثر اعراس کی

حالت ہو گئی ہے پس قدمار مشائخ سے جو اعراس منقول ہیں اگر سند نقل صحیح ہو اون میں کوئی امر منکر ثابت نہیں پس اون کے فعل میں کوئی اشکال نہیں البتہ اس وقت کے اعراس کو اون پر قیاس کرنے کی اصلا گنجائش نہیں کہ اس میں علاوہ فساد اعتقادی کے التزام واہتمام ایسا ہوتا ہے کہ وہ عید منہی عنہ ہو جاتی ہے جس کی نسبت نسائی کی حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم[1] یہ تقریر تھی تحقیق حکم عرس میں اب واقعہ مذکورہ مقام کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ کے عرس میں کوئی ایسا امر تو منقول ہے ہی نہیں جو فی نفسہ منکر ہو اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس وقت کے عوام بھی احتمال مفسدہ سے مبرا تھے کیونکہ جو سوال واقعہ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر فعل کا ماخذ و منشا شرعی ڈھونڈتے تھے تو اس سے اون کی خوش اعتقادی معلوم ہوتی ہے اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخ کے اعراس کی تعیین اگر دلیل شرعی سے منکر ہوتی تو اوس سے بھی سوال کیا جاتا اسی لئے حضرت شیخ نے بھی تعیین کی حکمت بیان نہیں فرمائی سائلین نے ایک تو سماع پر انکار کیا دوسرے یوم عرس کے ساتھ سماع کی تخصیص پر انکار کیا اونہوں نے اسی کا جواب دیدیا اول سوال کا جواب تو نقل سے یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ائمہ کے فعل سے دیا جس میں سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں عنقریب نقل کرونگا جن سے اوس سماع منقول کی شان معلوم ہوتی ہے جس کے بعد اس زمانہ کے سماع کا اوس سے کوئی تعلق ہی معلوم نہیں ہوتا - اور دوسرے سوال کا جواب ذوق اور کشف سے

---

[1] فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھنا اس لئے کہ تمہارا درود مرے پاس پہونچے گا جہاں کہیں تم ہو ۱۲ مترجم

دیا جس میں دو امر کی طرف اور بھی اشارہ کیا جو زائد علی السوال ہیں ایک عرس کی وجہ تسمیہ کی طرف اس قول میں شادی روز وصال الخ دوسرے اون حضرات کی زیادت[1] توجہ الی اهل الافادۃ لهم واهل الاستفادۃ منهم کی طرف اس قول میں من روز وصال الی قولہ تا از توجہ شان الخ جس سے بعض اکابر اہل ذوق کے قول مذکور بالا کی تائید بھی ہوتی ہے اور جس وجہ تسمیہ کی طرف حضرت شیخ نے اشارہ کیا وہ اس حدیث سے ماخوذ ہے نم[2] کنومۃ العروس اب وہ دو حدیثیں جو بالکل اس باب میں امر فیصل ہے نقل کرکے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں وہ دو حدیثیں یہ ہیں۔ عن[3] عائشۃ رض قالت دخل ابو بکر وعندی جاریتان من جواری الانصار تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث قالت ولیستا بمغنیتین فقال ابو بکر ابمزامیر الشیطان فی بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وذلک فی یوم عید فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر ان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا (بخاری ابواب العیدین) وقالت الربیع بنت معوذ بن عفراء جاء النبی صلے اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات منا یضربن بالدف ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت احداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین (بخاری ابواب النکاح) الحدیثین[4]

[1] زیادہ توجہ ہونا اونکو فائدہ (بطریقہ ایصال ثواب) پہونچانیوالوں اور اون سے فائدہ حاصل کرنیوالوں کی طرف ۱۲

[2] سوتے رہو مانند سونے عروس العینی دلہن کے ۱۲ [3] حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ابو بکر رض اندر داخل ہوئے اس حال میں کہ میرے پاس دو بچیاں قبیلہ انصار کی بچیوں میں سے اوس مضمون کا گیت گارہی تہیں جو کہ انصار نے جنگ بعاث کے دن کہا تہا حضرت عائشہ رض نے فرمایا اور وہ دونوں گانیوالیاں نہ تہیں پس فرمایا ابو بکر رض نے کہ شیطان کے مزامیر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان میں جمع کر رکہا ہے اور یہ واقعہ عید کے دن کا ہے پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے ابو بکر ہر قوم کیواسطے ایک عید ہے اور یہ دن ہمارے لئے عید ہے (بخاری ابواب العیدین) اور کہا ربیع بنت معوذ بن عفراء نے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس اندر داخل ہوگئے جسوقت کہ میری رخصتی ہوئی تہی پس بیٹھے میرے فرش پر جسطرح تم میرے پاس بیٹھے ہو پس ہماری چہوٹی بچیاں دف بجانے لگیں اور جنگ بدر میں جو ہمارے بڑے مقتول ہوگئے ہیں ۱۲

[4] باقی برصفحہ آیندہ

امور ذیل مستفاد ہوئے ۱۔ اول گانے والیاں نابالغ بچیاں تھیں کما فی الصراح جاریۃ بنیۃ (یعنی تصغیر بنت) فی حاشیۃ المشکوٰۃ الجاریۃ من النساء من لم تبلغ الحلم گو کبھی مجازاً جوان پر بھی اطلاق آتا ہے مگر بلا دلیل عدول اصل سے جائز نہیں۔ ۲۔ وہ اس فن کی جاننے والیاں نہ تھیں اون کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے اکثر گھروں میں چھوٹی بچیاں جھولے میں بیٹھکر دل بہلانے کو مہندی وغیرہ کے گیت گالیتی ہیں ۳۔ مضمون گیت کا شہوانی نہ تھا بلکہ شجاعت انگیز تھا اور ایک نے جو بےموقع مضمون شروع کیا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس کو روک دیا اب بےموقع ہونے کی خواہ کوئی وجہ ہو ۴۔ چونکہ اس فن کو نہ جانتی تھیں ظاہر ہے کہ دف بھی باقاعدہ نہ بجاتی تھیں فقہا نے بھی جو شادی کے اعلان کے لئے دف کی اجازت دی ہے اوس میں عدم تطریب کی شرط ٹھہرائی ہے ۵۔ بدون داعی کے اس شغل کو اس قدر ناپسندیدہ قرار دیا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو مزامیر شیطان فرمایا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول کو رد نہیں فرمایا بلکہ ایک داعی کو ذکر فرما دیا تو حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے قول میں یہ ترمیم فرمائی کہ وہ یوم عید کو داعی نہ سمجھے تھے آپ نے اوس کا داعی ہونا بتلا دیا باقی بلا داعی اس اشتغال کے مذموم ہونے کی حضورؐ نے نفی نہیں فرمائی پس حدیث تقریری سے بلا داعی ایسے اشتغال کا مذموم ہونا ثابت ہو گیا اب یہ دوسرا کلام ہے کہ دوسرے کس کس داعی کو اسپر قیاس کیا جاسکتا ہے سو یہ کلام منصب مجتہدین کا ہے جن میں مشائخ محققین بھی داخل ہیں غیر مجتہدین کا اس میں کچھہ دخل نہیں باقی مباحث سماع اس باب کے ۴۔ میں گذر چکے ہیں فقط

فائدہ ا۔ اس منہی عنہا پر زیارت قبر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس کیا جاوے

(بقیہ صفحہ ۱۶۹) اونکا مرثیہ گانے لگیں دفعۃً اونمیں سے ایک نے یہ کہا وفینا نبی یعلم ما فی غد (ترجمہ) اور ہم میں ایک ایسے نبی موجود ہیں جو آئندہ کے واقعات کا علم رکھتے ہیں۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ اس کلمہ کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو تم کہہ رہی تھیں (بخاری ابواب النکاح ۱۲ مترجم)

جیسا بعض اہل ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے کسی نے نفس سفر میں کلام کیا ہے
اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الحدیث
حالانکہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے فی مسند احمد
عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی
للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والاقصےٰ ومسجدی ھذا (من منتھے
المقال للمفتی صدر الدین رح) اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے
تمسک کیا ہے لا تجعلوا قبری عیدا حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ
اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے اور عید کے یہی دو لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون
میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے حالانکہ حضرت عمر بن
عبد العزیز سے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں ثابت ہے کہ وہ روضۂ
اقدس پر صرف سلام پہونچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے
نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا اور جب دوسرے کا سلام
پہونچانے کے لئے سفر جائز ہے تو خود اپنا سلام عرض کرنے کے لئے
بدرجہ اولےٰ جائز ہے لانہ اقرب الی الضرورۃ لکونہ عملا لنفسہ
اور وہ روایت یہ ہے فی خلاصۃ الوفاء صفحہ ۱۴۷ للسمہودی المتوفی
سنہ ۹۱۱ھ وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز انہ کان یبرد البرید
من الشام یقول سلم لی علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال
الامام ابو بکر بن عمرو بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسکہ
التزم فیہا الثبوت (لعل المراد انہ لا یروی فیہا الا الروایات الثابتۃ
المقبولۃ عند اہل الفن ۱۲) وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصدا
من الشام الی المدینۃ لیقرء النبی صلے اللہ علیہ وسلم السلام ثم یرجع

سلہ سواریاں صرف تین مسجدوں کے لئے تیار کیجاویں مسجد اقصے مسجد الحرام مسجد نبوی ۱۲ منہ مسند احمد
میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ناجائز ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۷۲)

(کذا کتب الی المولوی محمد شفیع من الدیوبند) قلت ان رحیل البرید هذا لم یکن للصلوٰة فی المسجد وهذا ظاهر لا شبهة فیه اور نسائی باب ساعة الاجابة یوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ کا قول ہے (لو لقیتك (یا باهریرة) من قبل ان تاتیه (ای الطور) لم تاته اور اوس پر حدیث لاتحمل المطی الا الی ثلثة مساجد سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لزیارۃ الطور کی ممانعت لازم نہیں آتی بلکہ سفر باعتقاد قربت سے ممانعت ہے چونکہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعتقاد قربت نہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔ فقط وهذا اخر الرسالة + والله هو الرفیق فی کل حالة + ومنه التوفیق فی کل عمل ومقالة + وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین المنجین لنا من کل ضلالة + وکان منتصف صفر یوم الفراغ من هذه العجالة التی هی من ذخائر افادات الکبار کالسلالة + ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ۰ وتب علینا انك انت التواب الرحیم +

فراغ ثانی آج کہ چہارم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ہے رسالہ ہذا پر نظر ثانی سے فارغ ہو کر جس کے دوران میں جابجا اصلاحات مفیدہ و اضافات جدیدہ بھی ہوتے رہے، کاتل اشاعت و حامل طباعت کے سپرد کر دیا گیا اور اتفاق سے آج ہی میری عمر کا اکہتروان سال بھی ختم ہوا (لان ولادتی کانت فی خامس ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ وقت الصباح) والشکر لله الغفور الشکور + والیه عاقبة الامور + تمت

(بقیہ ص ۱۷۱) مسافر کیلئے یہ بات کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری تیار کرے بجز مسجد حرام و مسجد اقصے اور میری مسجد کے ۱۲ ۱۳ سمہودی کی کتاب خلاصۃ الوفا ص ۴۷ میں مذکور ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ملک شام سے قاصد کو اسلئے بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہا امام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم نے اپنی کتاب مناسک میں جس میں التزام ہے کہ بے اصل روایت نہ لائیں بیان کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز ملک شام سے ایک قاصد کو مدینہ میں بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں سلام عرض کر کے واپس آوے ۱۲ مترجم ۱۵ اگر میں آپ سے (اے ابوہریرہ) آپ کے کوہ طور جانے سے پہلے ملاقات کر لیتا تو آپ وہاں نہ جا سکتے۔ ۱۶ نہ سفر کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف ۱۲ مترجم

تمیز العشق من الفسق

بعد الحمد والصلوٰۃ جب رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ کی تحریر سے فارغ ہوا کئی روز بعد دفعۃً قلب پر وارد ہوا کہ جن غلطیوں کی اصلاح کے لئے رسالہ مذکورہ لکہا گیا ہے اوس قسم کی ایک غلطی میں مدعیان تصوف کی ایک کثیر جماعت مبتلا ہے جس کا منشا بعض بزرگوں کے اقوال یا احوال کو غلط سمجہنا ہے اور وہ غلطی صور جمیلہ سے متعلق ہے اگرچہ محل حلال میں نہ ہو جس کا نام عرف میں حسن پرستی یا عشق مجازی ہے مثلاً مولانا جامی رح فرماتے ہیں ؎

متاب از عشق روگرچہ مجازی ست — کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

اور مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

عاشقی گرزیں سرو گرزاں سرست — عاقبت مارا بداں شہ رہبر ست

اور مثلاً بعض بزرگوں کی طرف ایسے واقعات کو منسوب کرنا چونکہ بعض کو اس میں اتنا غلو ہو گیا کہ بجائے معصیت سمجہنے کے اوسکو واسطۂ مشاہدۂ حق سمجہکر طاعت سمجہنے لگے اور اس اعتبار سے یہ غلطی اشد ہے تو مثل اون اغلاط کے اس کی اصلاح بہی ضروری ہے اور چونکہ یہ غلطی ایک ؏ ممتاز شان رکہتی تھی اور باوجود اس کے اغلاط رسالہ سے مناسبت بہی رکہتی تھی اسلئے نظر بامتیاز اس کو مستقل رسالہ قرار دیکر ایک خاص نام بہی رکہدیا گیا

ؔ ممتاز شان یہ ہے کہ اس میں موجب بعد کو موجب قرب بنایا گیا بخلاف سائر الاغلاط ۱۲ منہ

لہ عشق سے اعراض نکر اگرچہ وہ مجازی ہو کیونکہ وہ عشق حقیقی کے لئے سبب ہے ۱۲

ٹہ عشق اگر اس شئے کا ہو یا اوس شی کا غرض کہ کسی شی کا ہو محمود ہے کیونکہ آخر کار ہمارے لئے اوس شاہ (محبوب حقیقی) کی طرف رہبر ہے۔ ۱۲ مترجم۔

تمییز العشق من الفسق اور نظر بمناسبت رسالہ مذکورہ کے ساتھہ ملحق کر دیا گیا یہ چند سطریں اسی باب میں ہیں اور اس میں دو مبحث ہیں ایک اجمالی ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ ان ہی حضرات کے دوسرے اقوال اسکے خلاف بھی ہیں مولانا جامی رح ہی کا قول اوس قول کے بعد یہ ہے ؎

ولے باید کہ در صورت نمانی	وزیں پل زود خود را بگذرانی[1]

اور مولانا رومی رح کا قول اوسی قول کے قریب یہ بھی ہے۔ ؎

عشقہائے گز پئے رنگے بود[2]	عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق با مردہ نباشد پائیدار	عشق را با حی و با قیوم دار
زانکہ عشق مردگاں پایندہ نیست	چونکہ مردہ سوے ما آیندہ نیست
عشق آں زندہ گزیں کو باقی ست	وز شراب جانفزایت ساقی ست

اور چونکہ محققین و محقین کے اقوال اون کے دوسرے اقوال و احوال سے متعارض نہیں ہوتے لہذا اون کے اقوال و احوالِ موہمۂ ثابت النسبۃ کے محامل وہ نہیں ہیں جو متمسکین نے سمجھے ہیں۔ یہ تو اجمالی مبحث ہے اور تفصیلی مبحث یہ ہے کہ اون کے محامل صحیحہ کو بتلا دیا جاوے اور وہ محامل طرق ہیں عشق مجازی کے موصل الی الحقیقۃ ہونے کے سو اس کے متعلق میں اسکے قبل دوسرے رسالوں میں بقدر ضرورت لکھہ چکا ہوں چنانچہ اسوقت ایسی دو تحریریں میرے سامنے ہیں ایک میں اس مرض کے ازالہ کی دوسری میں عشق حقیقی کی طرف امالہ کی تدبیر ہے اور دونوں کا دخل

[1] لیکن یہ ضرور ہے کہ صورت (یعنی عشق مجازی) میں نہ رہجاوے تو کیونکہ یہ مثل پل کے ہے اور اس پل سے بہت جلد گذر جانا چاہئے۔ [2] جو عشق و محبت رنگ روپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ (حقیقت میں) عشق نہیں (بلکہ اوسکا انجام ندامت ہے) کیونکہ عشق فانی شئ کے ساتھہ قائم نہیں رہ سکتا عشق ساتھہ حی اور قیوم (یعنی خدا تعالیٰ) کے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ فانی چیزونکا عشق دائمی نہیں اسلئے کہ فانی چیزیں (فنا ہوکر) ہماری پاس واپس نہیں آتیں۔ پس عشق اوس زندہ کا اختیار کر جو کہ ہمیشہ باقی ہے اور تجھکو روح تازہ کرنیوالی (محبت کی) شراب پلاتا ہے

ایصال مذکور ہیں ظاہر ہے سو اون کو نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔
تحریر اول بجواب بعضے اہل ابتلار - مشفقم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا
دیکھئے امراض ظاہری علاج کے لئے دوائے تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہے چونکہ
صحت مطلوب ہوتی ہے اس لئے ہمت کرکے پی جاتے ہیں اور امراض
باطنی ہیں تو زیادہ اسکی ضرورت ہوگی - جب یہ امر معلوم ہوا تو اب
اوس کا علاج سنئے اور ہمت کرکے بنام خدا اس کا استعمال کیجیے
انشاء اللہ تعالے شفائے کامل حاصل ہوگی علاج اوس کا مرکب ہے
چند اجزار سے اول اوس مردار سے قطعاً تعلق ترک کر دیجیے
یعنی اوس سے بولنا چالنا اوس کو دیکھنا بھالنا آنا جانا حتیٰ کہ دوسرا شخص
بھی اگر اوس کا تذکرہ کرے قطعاً روکدیا جاوے بلکہ قصداً بہ تکلف کسی
بہانہ سے اوس کو خوب برا بھلا کہکر اوس سے خلاف و خصومت کرلیجاوے
اس طور پر کہ اوسکو ایسی نفرت ہو جاوے کہ اصلا اوس کو ادہر میلان
و توقع رام ہونے کی باقی نہ ہے اور اوس سے ظاہراً اس قدر دوری
اختیار کیجاوے کہ کبھی غلطی سے بھی اس پر نظر نہ پڑے - غرض اوس سے
انقطاع کلی ہو جاوے - دوم ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے غسل تازہ
کرکے صاف کپڑے پہنکر خوشبو لگا کر تنہائی ہیں روبقبلہ ہو کر اول دو
رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھکر اللہ تعالے کے روبرو خوب استغفار
اور توبہ کی جائے اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا و التجا کیجاوے
اور پانچسو سے لیکر ہزار مرتبہ تک لا الہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جاوے
کہ لا الہ کے ساتھہ تصور کیا جاوے کہ ہیں نے سب غیر اللہ کو قلب سے
نکالدیا اور الا اللہ کے ساتھہ خیال کیا جاوے کہ ہیں نے محبت الٰہی کو قلب
ہیں جمالیا یہ ذکر ضرب کے ساتھہ ہو سوم جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو

اوس کو اپنے قلب میں تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہیں اور سب خرافات کو قلب سے نکال کر پھینک رہے ہیں چہارم کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو یا ویسے ہی کوئی کتاب ہو جس میں دوزخ اور غضب الٰہی کا جو نافرمانوں پر ہو گا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے پنجم ایک وقت معین کر کے خلوت میں یہ تصور باندہا جاوے کہ میں حق تعالے کے روبرو میدان قیامت میں حساب کے لئے کھڑا ہوں اور حق تعالے فرمارہے ہیں کہ اے بے حیا تجھکو شرم نہیں آتی کہ ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا کیا تجہہ پر ہمارا یہی حق تھا کیا ہم نے تجھکو اسی لئے پیدا کیا تہا اے بیحیا ہماری ہی دی ہوئی چیزوں کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی میں تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ میں غرق و مشغول رہنا چاہئے اور یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ گو نفس کو تکلیف پہونچے مگر اس نسخہ کو ہمت کے ساتھہ نباہ کر کرنا چاہئے اللہ تعالے شافی مطلق ہے والسلام۔

تحریر دوم طریق و شرائط ایصال عشق مجازی بہ عشق حقیقی

اگر ایسا اتفاق ہو کہ عشق مجازی میں بلا قصد مبتلا ہو جاوے تو اوّل عفت و پارسائی اختیار کرے یعنی کوئی امر خلاف شرع اوس کے ساتھ نہ کرے حتے کہ اوس کو قصداً نہ دیکھے نہ اوس سے باتیں کرے نہ اوس کی باتیں کرے نہ دل میں قصداً اوس کا خیال کرے کیونکہ مخالفت شرع عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے رہتے ہوئے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو۔ دوسرے اوس سے ظاہراً دوری اختیار کرے کہ اتفاقاً و مفاجاۃً بھی اس پر نظر نہ پڑے نہ اوس کی آواز کان میں پہونچے تاکہ اس کے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو اور اگر قصداً یا بغتۃً و اتفاقاً اوس سے متمتع رہا تو عمر بھر اوسی شغل میں رہے گا کبھی نوبت نہ آویگی

کہ ادہر سے مطلوب حقیقی کی طرف توجہ ہو تیسرے یہ کہ خلوت و جلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن و جمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہوگی بقول شخصے ع چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا؛ اس سے اسکا عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جاوے گا یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کر دیتا ہے جس طرح انجن گرم ہو مگر اولٹا چلتا ہو تو قطع مسافت کرنے والے کو مناسب نہیں کہ اوسکو بجھاوے بلکہ آگ تو روشن رکھنا چاہیے اور اس کی کل پھیر کر سیدھا چلا دیا جاوے اور بعض مشائخ نے جو بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے مراد اس سے عشق حلال ہے نہ حرام کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس مشورہ سے غرض ہے وہ عشق حلال سے بھی حاصل ہے کیونکہ عشق میں گو وہ مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اوس سے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور اوس میں باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے اب صرف ایک کام باقی رہجاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاوے تو بہت آسانی سے قلب خالی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں جھاڑو دیکر تمام خس و خاشاک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں پھر ٹوکرے میں اوٹھا کر باہر ایک دم سے پھینکدیتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ایک تنکا گھر سے اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینکا جاوے مدت طویل صرف ہو اور پھر بھی اس قدر صفائی نہو۔ غرض مقصود اصلی ترک تعلقات یا قلب میں رقت و سوز و گداز پیدا کرنا ہے اگر اور طریق سے حاصل ہو جاوے تو بھی کافی ہے بعض نے اس طریق مجازی کو اختیار کرایا مگر چونکہ اس زمانہ میں اس طریق کے اندر خطرہ شدید ہے کیونکہ نفوس میں شہوت پرستی

ولذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا بتلانا جائز نہیں ہاں اگر اتفاقاً مبتلا ہو جاوے تو بطریق مذکورہ بالا اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کر دینا چاہئے اور طریقوں کا بدلجانا زمانہ کے بدل جانے سے کوئی امر عجیب نہیں یہ طریقہ حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔

تنبیہ یہ ازالہ یا امالہ کی تدبیریں ہیں اگر ان کا اثر مرتب ہونے میں کسی عارض سے تاخیر ہو جاوے تو پریشان نہوں اس کوشش میں بھی اجر ملتا ہے جو اصل مقصود ہے حتے کہ اگر اسی میں جان بھی جاتی رہے تو شہادت کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہے جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب و جعفر سراج و ابن مرزبان و دیلمی و طبرانی و خرایطی و بیہقی سے کسیقدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق وہ ضعف شدید نہیں رہتا با یں الفاظ وارد کیا ہے من[له] عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید۔ اب اخیر میں بعض اکابر کے کچھ ارشادات بطور نمونہ کے اس رذیلہ کی مذمت میں نقل کر کے ختم کرتا ہوں۔

از تعلیم الدین فصل عورتوں اور امردوں کی مخالطت کا مضر ہونا

جواہر غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا اللّٰھم انی اعوذ بک منک[له] کسی نے اس کا حال دریافت کیا کہنے لگا کہ ایک بار کسی امرد حسین کو نظر شہوت سے دیکھا تھا اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی یوسف بن حسین فرماتے ہیں رأیت[له] آفات الصوفیۃ فی صحبۃ الاحداث ومعاشرۃ الاضداد و رفق النسوان

له جو شخص عاشق ہوا پس پاکدامن رہا اور چھپایا اور صبر کیا پھر مرگیا تو وہ شخص شہید ہے ۱۲ له اے اللہ آپکی پناہ آپکے غضب سے مانگتا ہوں ۱۲ له دیکھا میں نے آفات صوفیہ کو امردوں سے میل جول کرنے میں اور ناجنسوں سے ملنے میں اور عورتوں سے نرمی کرنے میں ۱۲ مترجم۔

شیخ واسطی فرماتے ہیں ۱؎ اذا اراد اللہ ھوان عبد القاہ الی ھولاء الانتان والجیف یرید به صحبة الاحداث منظفر قرمیسنی فرماتے ہیں ۲؎ اخس الارفاق ارفاق النسوان علی ای وجه کان کسی نے حضرت شیخ نصیر آبادی سے کہا کہ لوگ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِن کے دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے اُنھوں نے فرمایا ۳؎ مادامت الاشباح باقیة فان الامر والنہی باق والتحلیل والتحریم مخاطب به اور غضب یہ ہے کہ بعض اُس کو ذریعہ قرب الٰہی سمجھتے ہیں خدا کی پناہ اگر معصیت ذریعہ قرب الٰہی کا ہو تو سارے رنڈی بھڑوے کامل ولی ہوا کریں اور یہ جو مشہور ہے کہ بدون عشق مجازی کے عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ اول تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں دوسرے عشق حلال موقع پر بھی ہوسکتا ہے صرف نکتہ اس قاعدہ میں یہ ہے کہ عشق مجازی سے قلب کے تعلقات متفرقہ قطع ہو جاتے ہیں اور نفس ذلیل ہو جاتا ہے اب صرف ایک بلا کو دفع کرنا رہجاتا ہے اس کے دفع کرتے ہی کام بن گیا سو یہ غرض تو اولاد بی بی گائے بھینس ہر چیز کی زیادہ محبت کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے غیر عورت یا امرد کی کیا تخصیص ہے اور اگر اتفاقاً بلا اختیار کہیں دل پھنس ہی گیا تو اُس وقت مجازی سے حقیقی حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ محبوب اور محب میں دوری ہو ورنہ وصل وقرب میں تمام عمر اسی میں مبتلا رہے گا اسی لئے مولانا جامی رح فرماتے ہیں۔ شعر

۱؎ جب اللہ کسی بندے کی ذلت وخواری چاہتا ہے تو ان گندوں اور مردوں کی طرف اسکو ڈالتا ہے اور مائل کرتا ہو اس سے اونکی مراد امردوں سے میل جول کرنا ہی ۱۲ ۲؎ نرمی اور مہربانی کرنے میں سب سے بُرا عورتوں سے نرمی کرنا ہے جس طرح ہو ۱۲ ۳؎ جب تک جسم انسان باقی ہے امر ونہی بھی باقی ہے اور تحلیل وتحریم کے ساتھ مخاطب ہے ۱۲ مترجم۔

وٹّے باید کہ در صورت نمانی — وزیں پل زود خود را بگذرانی

یہاں تو ہر روز نیا معشوق تجویز ہوتا ہے بقول شاعر۔ شعر

زنِ نو کن اے یار در ہر بہار[1] — کہ تقویم پارینہ ناید بکار

حظوظ نفسانیہ اور لذات شہوانیہ حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کے اقوال کو آڑ بنا رکھا ہے اور دل کا حال اللہ تعالےٰ کو خوب معلوم ہے اور خود ان سے بھی پوشیدہ نہیں انصاف اور حق پرستی ہو تو سب کچھ اُمید ہے۔ **اشعار**

خلق[2] را گیرم کہ بفریبی تمام — در غلط اندازی تا ہر خاص و عام

کارہا با خلق آری جملہ راست — با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

کار با او راست باید داشتن — رایتِ اخلاص و صدق افراشتن

از بوستان سعدی رح ان کے اشعار خصوصیت سے اس لئے لایا ہوں کہ غرض پرستوں نے حضرت شیخ رح کو اپنا مثل مشہور کیا ہے تو اون کا تبریہ بھی ہو جاوے گا۔ **باب سوم** (گفتار اندر ثبوت عشق حقیقی)

چناں[3] فتنہ بر حسن صورت نگار — کہ با حسن صورت ندارند کار

ندادند صاحبدلاں دل بپوست — وگر ابلہے داد بے مغز گوست

---

[1] ترجمہ اس کا صـ۱۷ پر گذرا ۱۲ [2] اے یار ہر موسم بہار میں نئی عورت کر اس لئے کہ پرانی جنتری کسی کام کی نہیں رہتی ۱۲ [3] مانا میں نے کہ تو مخلوق کو کامل طور پر دھوکا دے سکتا ہے تو تاکہ ہر خاص و عام کو غلطی میں ڈالدے تو مخلوق کے ساتھ تو اپنے ہر معاملہ کو درست کر سکتا ہے۔ مگر خدا کے ساتھ مکر و حیلہ کسطرح چل سکتا ہے (اسلئے اپنے) معاملہ کو خدا کیساتھ سیدھا کرنا ضروری ہے اخلاص و صدق کا جھنڈا بلند کرنا چاہیے (یعنی خلوص کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے) ۱۲ [4] ایسے مفتون اور فریفتہ صورت بنانیوالے (یعنی خدا تعالےٰ) کے حسن پر کہ صورت کے حسن سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ صاحب دل پوست اور صورت کو دل نہیں دیا کرتے اور اگر کسی بیوقوف نے دیا تو وہ بے مغز بیل ہے ۱۲ مترجم۔

باب ہفتم (گفتار در بیان تربیت اولاد)

پسر[1] چوں زدہ بر گذشتش سنین — زنان محرماں گو فراتر نشیں

بر پنبہ آتش نشاید فروخت — کہ تا چشم برہم زنی خانہ سوخت

(گفتار در احتراز از صحبت امردان)

خرابت[2] کند شاہد خانہ کن — برو خانہ آباد گرداں بزن

سر از مغز و دست از درم کن تہی — چو خاطر بفرزند مردم دہی

مکن بد بفرزند مردم نگاہ — کہ فرزند خویشت برآید تباہ

حکایت متصل گفتار بالا

در[3] شہوت نفس کافر بہ بند — وگر عاشقی لت خور و سر بہ بند

حکایت متصل حکایت بالا

گروہے[4] نشیند باخوش پسر — کہ ما پاک بازیم و صاحب نظر

ز من پرس فرسودہ روزگار — کہ بر سفرہ حسرت خورد روزہ دار

ازاں تخم خرما خورد گوسپند — کہ قفل ست بر تنگ خرما و بند

سر گاو عصار ازاں در کہ است — کہ از کنجدش ریسماں کوتہ است

مخفف کاہ ۱۲

---

[1] لڑکے کی عمر جب دس سال سے زیادہ ہو جاوے تو فہمائش کرنی چاہیے کہ نامحرم عورتوں سے الگ رہے روئی پر آگ نہ جلانا چاہیے کیونکہ چشم زدن میں تمام گھر بھک جائیگا یہی حال اتنی عمر کے لڑکوں اور نامحرم عورتوں کا ہے ۱۲ مترجم

[2] معشوق گھر برباد کرنیوالا تجھکو تباہ کر دیگا جاؤ عورت سے نکاح کرکے) گھر کو آباد کرو اگر کسی لڑکے کو تونے دل دیدیا تو ہاتھ میں روپیہ پیسہ باقی نہ رہے گا اور سر میں بھیجا (یعنی عقل اور دولت دونوں برباد ہو جائینگے) دوسروں کے لڑکوں کی طرف بد نگاہ مت کر اس لئے کہ تیرا لڑکا خراب اور تباہ ہو جاویگا ۱۲

[3] نفس بد کو شہوت پرستی سے باز رکھ اور اگر تونے عشق بازی کی تو لاتیں کھانے اور سر کو زخموں سے باندھنے کیلئے تیار ہو جا (یعنی ذلیل اور خوار ہوگا) ۱۲

[4] ایک گروہ خوبصورت لڑکے کے پاس بیٹھتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ ہم عارف اور خالص نیت ہیں (بطور طعنہ کے سعدی کہتے ہیں کہ) مجھ تجربہ کار سے انکی حالت دریافت کرو (یہ ایسے ہیں کہ جیسے) دستر خوان پر روزہ دار حسرت کھاتا ہے (کہ کھانیکو جی چاہتا ہے مگر روزہ کیوجہ سے کھا نہیں سکتا ایسے ہی یہ لوگ اوپر حسرت کرتے ہیں مگر لباس پارسائی کیوجہ سے متمتع نہیں ہو سکتے اور دیکھئے کہ بکری چھوارہ کی گٹھلیاں اسوجہ سے کھاتی ہے کہ چھواروں کے ڈھیر پر تالا لگا ہوا ہوتا ہے

حکایت متصل حکایت بالا

یکےؔ صورتے دید صاحب جمال — بگردیدش از سوزش عشق حال
برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم برآرد بہشتی ورق
گذر کرد بقراط بر وے سوار — بپرسید کیں را چہ اُفتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے ز دستش نخاست
رود روز و شب در بیابان کوہ — ز صحبت گریزاں ز مردم ستوہ
ببرد ست خاطر فریبی دلش — فرو رفتہ پائے نظر در گلش
چو آید ز خلقش ملامت بگوش — بگرید کہ چند از ملامت خموش
بگوی ار بنالم کہ معذور نیست — کہ فریادم از علتے دور نیست
نہ ایں نقش دل میربا ید ز دست — دل آں میربا ید کہ ایں نقش بست
شنید ایں سخن مرد کار آزمائے — کہن سال پروردۂ پختہ رائے
بگفت ارچہ صیت نکوئی رود — نہ با ہر کسے ہر چہ گوئی رود
نگارندہ را خود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بہ یغما ربود

لہ ایک شخص نے ایک باجمال صورت دیکھی سو اوسکی حالت عشق کی پریشانی سے متغیر ہوگئی اوس بیچارہ کو (عشق کی گرمی سے) اس قدر پسینہ آیا کہ جیسے شبنم گلاب کے پھول پر گرتی ہی - حکیم بقراط کا بحالت سواری اوپر گذر ہوا دریافت کیا کہ اس شخص کا معاملہ کیا ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ ایک عبادت گذار پارسا آدمی ہی کہ اسکے ہاتھ سے کبھی کوئی خطا ظاہر نہیں ہوئی - رات دن ہمیشہ پہاڑ اور جنگل میں رہتا ہی آدمیوں کی صحبت سے بھاگنے والا - ایک خوبصورت لڑکے پر اسکا دل آگیا عقل اوسکی خراب ہوگئی جس وقت مخلوق سے ملامت سنتا ہے تو روتا ہے (اور کہتا ہے) کہ اس قدر ملامت نکرنی چاہیے اگر میں نالہ وزاری کروں تو مجھکو معذور سمجھو کیونکہ میری آہ و فریاد بے سبب نہیں اس خوبصورت لڑکے نے مرے دلکو پامال نہیں کیا (بلکہ) جس نے اس کو پیدا کیا ہی اوسنے دل کو پامال کیا ہی (یعنی عشق مجازی نہیں حقیقی ہے) بقراط نے جو کہ کار آزمودہ معمر تربیت یافتہ تجربہ کار تہا یہ واقعہ سنا تو کہا کہ گرچہ کسی شخص کی نیکنامی مشہور ہو جاوے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ جو کچھہ کسی سے کہے وہ تسلیم کر لیا جاوے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

چہ طفل یکروزہ ہوشش نبرد — کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خرد
محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ در خوبرویان چین و چگل

ف ۱ یہ بقراط کے قول سے استدلال نہیں بلکہ حضرت شیخ رح کی تقریر یعنی اوس قول کے ساتھہ توافق کرنے سے ہے (۲) اور اسی سے جواب حاصل ہوگیا ایک استدلال فاسد کا جو بعض نفس پرستوں سے مجکو کل ہی پہونچا کہ حدیث میں ہے اللہ جمیل یحب الجمال جواب یہ ہے کہ اگر یہ منشا ہے تو طفیل جمیل یکروزہ کے ساتھہ اس کیفیت کی محبت کیوں نہیں ہوتی بس جتنا تفاوت ہے وہی اثر ہے شہوت کا۔ مشورہ اس مرض کے جزئی معالجات کے لئے رسالہ حسن العلاج لسوء المزاج کا بھی ملاحظہ فرمالینا نافع ہے جو النور کی جلد اول ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ سے جلد سوم جمادی الاخری ۱۳۴۱ھ تک مسلسل چلا گیا ہے صرف شوال و ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ و صفر ۱۳۴۱ھ کا پرچہ خالی ہے اور اگر ان پرچوں کے جمع کرنے میں دشواری ہو تو تبویب تربیت السالک میں جو کہ تازہ شائع ہوئی ہے باب سوم کے ایسے مواقع کا دیکھہ لینا کافی ہے ان مواقع کے یہ عنوانات ہیں ۱ نظر بد کا علاج ۲ عشق کا علاج ۳ عشق اجنبیہ کا علاج دو جگہ ۴ امرد پرستی و ترک فرائض کا علاج ۵ شہوت کا علاج دو جگہ ۶ حسن پرستی کا علاج تین جگہ مع ضمیمہ ۷ محبت غیر اللہ کا علاج ۸ حقیقت عشق مجازی جو قنطرۂ حقیقت ہے ۹ لڑکوں سے محبت کا مذموم ہونا ۱۰ تقاضائے نفس سے بچنے کا علاج ۱۱ امارد سے محبت کا علاج ۱۲ نفسانی نگاہ سے بچوں کو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو یہ شخص جو دعوی کرتا ہے کہ بواسطہ اس لڑکے کے عشق حقیقی ہے مسلم نہیں اس لئے کہ اگر یہ واسطہ صورت و شکل کیلئے ہو تو کیا خدا تعالی کی یہی صورت ہو کہ جس نے اس عاشق کا دل غارت کیا ہرگز نہیں خدا تعالے صورت شکل سے پاک ہے اور اگر صنعت دیکھنے کے لئے واسطہ ہے تو ایکروزہ بچہ دیکھنے سے اس کے ہوش و حواس کیوں نہیں گئے اس لئے کہ صنعت معلوم کرنے میں بڑے چھوٹے میں کیا فرق ہے۔ حقیقت شناس اونٹ میں وہی بات دیکھتے ہیں جو چین و چگل کے حسینوں میں۔
سلہ اللہ تعالے جمیل ہیں پسند فرماتے ہیں جمال کو۔ بحمد اللہ ترجمہ تمام ہوا سراج احمد امروہی ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

دیکھنا ۔ ۱۳ زنا و لواطت کا علاج ۔ ۱۴ وسوسہ نظر بد کا علاج ۔ ۱۵ رغبت الی المعصیت کا علاج ۔ ۱۶ بڑھاپے میں شہوت کا اثر ۔ ۱۷ غلبۂ خواہش نفسانی کا علاج ۔ ۱۸ ایک طبیب کے خط کا خلاصہ ۔ ۱۹ خیالی زنا کا علاج ۔ ۲۰ خیالی زنا کی حرمت۔

والسلام

کتبہ

اشرف علی - ۲۶ صفر ۱۳۵۱ھ

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل رہنما ہے۔ ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہی اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہی پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیات قرآنی سے استدلال دیکھکر اونکو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ قیمت (۳ ۱۲/ ۱/)

حیواۃ المسلمین

چونکہ آج کل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانوں پر عالم میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی طلب حق میں افزونی معیشت میں سہولت خدا و رسول کی محبت اہل و عیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیواۃ طیبہ حاصل کرنے کے گُر۔ گویا تمام خوبیوں کا ایک خزانہ جمع فرما دیا ہے۔ یہ ۱۲۲ صفحات کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ بھرا ہے۔
قیمت۔ دس آنہ

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

۲ رمئی ۱۹۹۵

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے لئے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصًا اور دیگر ممالک کے لئے عمومًا نعمت عظمیٰ بنایا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریرًا و تقریرًا حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علمًا و عملًا فیضیاب ہو رہی ہے اور انکی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصًا آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کی وجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کے واسطے از حد مفید ہوگا۔

باین خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ سے جاری کردیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائیٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کریگی اور ہر ماہ قمری کی ۱۵؍ تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے جسکی سالانہ قیمت عہ؍ ہے حضرت موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائینگے نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنینگے۔ **قیمت سالانہ** معہ محصول ڈاک عہ؍ ہے اور وی پی کی صورت میں ۳؍ فیس رجسٹری اور ۲؍ فیس منی آرڈر اضافہ ہو کر عہ؍ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

ملنے کا پتہ **محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی**